

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَكْتُبُوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلٰى سَيِّدِنَا

سیر شامی

یعنے

سوانح اقدس حضور کریم محمد بن محمد مصطفیٰ اصل اللہ وآلہ وسلم

اس کتاب میں حضور کے سوانح طبری کے علاوہ ازواج و اولاد کا ذکر بھی ہے جسور کے طبی عادت و حالات حضور کی تعلیم اور ان کی فلاسفی نبوت اور معجزات اور ان کی فلاسفی تکثیر ازواج - طلاق - غلامی اسلام مذہب سینت (تھا نہ ہے) ان عنوانات پر تفصیلاً علیحدہ علیحدہ باب قائم کر کے بحث کی ہے جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے

خان محمد حسین خان صاحب ^{مؤلف} حنفی ڈیڑھ رسالہ شباب و اولاد

آخذ حقوق دار

سید مبارک علی شاہ گیلانی مؤلف قابل مزنگ لاہور

سید شریف حسین ^{مکاتبا} سہروردی گیلانی جھپا

گیلانی ایڈیٹر کتب پوسٹال وڈ لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَلٰی النَّبِیِّ یٰ اٰیھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلِّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

سیر احمدی

سوانح اقدس حضور سرور عالم محمد امجدی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کتاب میں حضور کے سوانح عمری کے علاوہ ازواج و اولاد کا تذکرہ بھی ہے حضور کے طبعی عادات و حالات حضور کی تعلیم اور اس کی فلاسفی نبوت اور معجزات اور ان کی فلاسفی تکثیر ازواج طلاق - غلامی - اسلام مذہب سیف نہ تھا (نہ ہے)۔ ان عنوانات پر تفصیلاً علیحدہ علیحدہ باب قائم کر کے بحث کی ہے جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔

مؤلف

خان احمد حسین خان صاحب چیف ایڈیٹر سالہ شباب راولاہو

بلاخدا حقوق اٹمی

سید بابرک علی شاہ گیسٹ ہاؤس مولوی فاضل مننگ لہور

پلستنام

ایس عبد الرشید اینڈ برادرز باجران کتب لوہاریڈازہ ہور چھپائی

(موضوع نام لہوری)

(مرکز نئی دہلی) پبلسٹی لہوری ماہنامہ لالہ دیوان چند پرنٹرز چھپی

135142

cc

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہنید

مجھے اپنی علمی زندگی کے تیسرے دور کا دیر سے انتظار تھا۔ اس انتظار میں میں مدتی خیالی پلاؤ پکارا کرتا اور کئی قسم کی تجویزیں سوچ رہا تھا۔ بارے اس دور نے قبل از وقت منہ دکھایا۔ مگر خدا کی شان اُس کا آغاز ایسے وقت ہوا۔ کہ جب وہ چھوٹے چھوٹے داغ جو افقِ حال میں دور سے سیاہ اور سُرخ گیند دکھائی دے رہے تھے۔ دمزدن میں پھیل کر کالے کالے بادل بن گئے اور اُس سے چہرہ گردوں کسی کی قسمت کی طرح مکر ہو گیا۔

ہر چند یہ نظارہ وحشت خیز اور یاس آمیز تھا مگر امید جس کی حقیقت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی مجھے برابر سوزِ باغ دکھاتی رہی اور یہی سمجھاتی رہی کہ اس کے فضل سے یا بس ہونا گناہ ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ غبارِ لیلِ بارانِ رحمت ثابت ہو۔ گھبرانا نہیں چاہئے۔ مطلع صاف ہو جائیگا۔ امید کی امید پر ارمانِ دل باغِ باغ ہو گئے۔ اور ہزاروں تمنائیں جو دل کے ٹکڑوں کے تلے بی ہوئی تھیں سر اٹھا اٹھا کر امید کی بلائیں لینے لگیں اور قدم چومنے لگیں۔ پھر کیا تھا ہر چند کہ کاغذ گراں تھا اور سامانِ اشاعت کا قحط تھا۔ مگر میں نے توکل پر خدا

کمر ہمت کو مضبوط باندھا اور پھر تصنیف اور تالیف کے میدان میں قدم رکھا۔

دریں میلے بے پایاں دریں طوفانِ شورا فرما دل انگندیم بسم اللہ مجر بہا و مرسہا
میں سوچ رہا تھا کہ سب سے پہلے کس کتاب سے آغاز ہو۔ اور کونسی کتاب ہے جو
میرے عقیدے کے بموجب باعث خیر و برکت اور موجب مین و سعادت ہو سکتی ہے۔ کہ
دفعاً گویا القا ہوا۔ اور غیب سے یہ ہدایت ہوئی کہ پہلی کتاب سیرت سید المرسلین خاتم النبیین
رحمۃ للعالمین ہو +

بیارادہ کر کے میں نے آنحضرتؐ کی حیات پر نگاہ کی تو آپؐ کے پر تو انوار سے میری عقل کی آنکھیں چندھیانگٹیں اور میرا دماغ ہوش گلاہائے محاسن اور کمالات کی جاں بخش خوشبو سے بہوت ہو گیا۔ میں حیران تھا کہ میں کس طرح اپنے ارادہ کو پورا کروں۔

اللہ رے مرتبہ شبہ والا خطاب کا خود میزبان تھا عرض پہ خالق جناب کا میں اپنی کمزوریوں کی طرف نظر حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ کہ میری عقیدت اور ارادت نے میری دستگیری کی۔ اور مجھے یاد دلایا کہ مجھ سے پہلے بہت سے ارباب سیرت چین ریا کر چکے ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ غرض میں نے انگریزی۔ عربی۔ فارسی۔ اور اردو کتابوں کو منگایا اور غور سے پڑھا۔ اردو زبان کی سیرت تو کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو میں نے نہیں دیکھی۔ ہر ایک کتاب بجائے خود ایک باغ ہے۔ میں نے ہر باغ سے پھول چنے اور چن چن کر آخر کار ایک گلدستہ بنا لیا جو درگاہ عالی میں پیش کرتا ہوں۔ اور شہر بڑھتا ہوں۔

کہینگے ساتی کوثر سے ہم بھی اے سرشار کہ ایک جام کے امیدوار ہم بھی ہیں واقعات وہی ہیں۔ ممدوح وہی ہے۔ حالات وہی ہیں۔ مگر طرز بیان مختلف ہے۔ میں نے سنا ہوا ہے۔ درہر دہن تنگ نباتِ دگر است

صدیاں گذر چکی ہیں جس عقیدت اور ارادت اور عجز اور انکسار کے ساتھ ایک بے آب و علف بیاباں میں خلیل اللہ نے تپھر کی چار دیواری بنا کر اس کے بقا کی دعا مانگی تھی اسی نیت اور اسی خلوص سے میں بھی دعا کرتا ہوں کہ بار الہا جس طرح اس چار دیواری کی جگاب مکہ معظمہ آباد ہے۔ ویسے ہی ان چند تپوں اور پھولوں کو جو میں نے مختلف باغوں سے جمع کئے ہیں شبنم لطف و کرم سے ہمیشہ کے لئے سرسبز اور پُر بہار کر دے۔

احمد حسین خان

لاہور
یکم اپریل ۱۹۲۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب (۱)

عرب

بڑا عظیم ایشیا میں عرب ایک جزیرہ نما ہے اس کا بالائی حصہ خشکی سے پیوستہ ہے۔ باقی تین طرف سمندر ہے۔

حد و دار بعمہ

مغرب میں بحیرہ قلزم۔ شمال میں حلب اور فرات مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان جنوب میں بحر ہند۔

وجہ تسمیہ

عرب کا اصلی نام عربتہ تھا جس کے معنی ”دشت و صحرا“ ہیں۔ عرب کا جزو و عظیم دشت یا صحرا ہے اس لئے تمام ملک عرب کے نام سے مشہور ہو گیا۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ عرب اور اعراب کے معنی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ اہل عرب کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر ناز تھا وہ اپنے آپ کو عرب اور تمام دیگر قوموں کو عجم کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی طرح اہل یونان اپنے زمانہ میں باقی تمام قوموں کو ہی ”تہنر“ پکارتے تھے۔

رقبہ

عرب کا رقبہ وسعت کے خیال سے جرمن اور فرانس سے چہار چندہ سے طول تخمیناً

پندرہ سو میل عرض چھ سو میل اور مجموعہ رقبہ بارہ لاکھ میل مربع ہے۔ آبادی اس وقت قریباً ایک کروڑ ہے +

طبعی صورت

کوہ لبنان واقع ملک شام کا ایک سلسلہ شمال مغربی کنارے سے شروع ہو کر سسکے مغربی کنارے تک پھیلا ہوا ہے اور انتہائے باب المندب تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں ایک قطعہ بنجر زمین کا ہے۔ جس کو تہامہ کہتے ہیں اس تہامہ اور وسط کی سطح مرتفع کے درمیان جو سرسبز زمین ہے وہ زرخیز ہے۔ جہاں پانی کثرت سے ملتا ہے وہاں کی زمین سبزہ زار ہے۔ اس ملک میں نہ تو کوئی جھیل ہے نہ دریا۔ حجاز اور مین کے صوبے بہت زرخیز ہیں۔ اسقدر زرخیزی کہ ان کے مقابلہ میں ہندوستان کے بہترین سرسبز مقامات میچ ہیں۔ الحجر کی تھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان صحرائے افریقہ کی طرح بے آب و علف ہیں +

آب و ہوا

عرب کی آب و ہوا نہایت گرم اور خشک ہے جسقدر گرمی تہامہ میں پڑتی ہے شاید اس سے بڑھ کر کرۂ ناری میں پڑتی ہو تو ہو۔ ہاں عرب کی وہ زمین جس کی سطح بلند ہے۔ وہاں آب و ہوا معتدل ہے۔ عرب میں جون سے ستمبر تک برسات ہوا کرتی ہے۔ اسے شان الہی کہنا چاہئے۔ ورنہ عرب جس طرح کا طبقہ زمین ہے وہاں مینہ نہیں برستا۔ موسم تابستان میں یہاں ایک نہریلی ہوا چلتی ہے۔ جس کو سموم کہتے ہیں اسے قہر خدا سمجھنا چاہئے۔ اس سے زمین اور آسمان کا نقشہ و گروں ہو جاتا ہے۔ جس وقت یہ آندھی آتی ہے۔ تو ہر طرف اندھیر ہو جاتا ہے پہلے افق کا رنگ گہرا نمبشتی ہونے لگتا ہے رفتہ رفتہ گھٹا ٹوپ تاریکی ہو جاتی ہے۔ آفتاب بے تاب ہو کر غائب ہو جاتا ہے پرند چوچیں کھول دیتے ہیں اور نیم جان ہو جاتے ہیں۔ انسانوں کے پھیپھڑوں میں ریت بھر جاتی ہے۔ اور اس قسم کی جلن پیدا ہوتی ہے کہ دم لینا مشکل ہو جاتا ہے پیاس سے زبان لکڑی ہو جاتی ہے۔ چاروں طرف ریت کے پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عفریت گرم لوہے سے جسم داغ رہا ہے۔ بارہا اسقدر ریت برستی ہے کہ بڑے بڑے قافلے وب کروم توڑ دیتے ہیں۔

جسوقت باؤسموم چلنے لگتی ہے۔ تو مسافر اسکھ۔ کان۔ ناک بند کر کے اوندھے پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اس کا زور زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک رہتا ہے ورنہ کوئی انسان یا حیوان زندہ نہ رہتا۔ پھر بھی جب اُس کا بگولہ گزر جاتا ہے اور انسان یا حیوان اٹھ کر بیٹھتے ہیں۔ تو حالت بیماریوں سے بدتر ہو جاتی ہے۔ تمام جسم میں تکان ہوتا ہے اور رنگ ہلکی کی طرح زرد دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ جو بد قسمتی سے اسوقت زمین پر نہیں لیٹ جاتے ان کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ فوراً ناک۔ منہ اور آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں۔

سُراب

گرمی کے موسم میں عرب کے بیابانوں میں پانی نہیں ملتا اور سے مسافروں کو مرغزار اور چشمہ دکھائی دیتا ہے۔ مسافر اُس طرف بیتاب ہو کر جاتے ہیں۔ لیکن جسقدر یہ چلتے ہیں۔ اُسی قدر وہ چشمہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ آخر کار مسافر چلتے چلتے تھک کر گر پڑتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ واصل یہ پانی نہیں ہوتا۔ یہ چمکتی ہوئی ریت ہوتی ہے جو دُور سے پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اسے سُراب کہتے ہیں۔

عرب کے جنوبی کوہستانی حصوں کو العرب الاخصر کہتے ہیں۔ یعنی سبز و شاداب عرب یہاں انگور۔ انجیر۔ ناسپاتی۔ بادام۔ خرما وغیرہ پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ عرب کے کھجور کے درخت تمام جہان میں مشہور ہیں اور جس قدر مغلستان عرب میں ہیں۔ دُنیا میں اور کہیں نہیں۔

عرب کے جانور

عرب کے جانوروں میں گھوڑے تمام عالم میں مشہور ہیں اور اسی طرح عرب کے اونٹ جن کو عربی جنگل کے جہاز کہتے ہیں بے نظیر ہیں۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو اہل عرب بچوں کی طرح پالتے ہیں اور ان کے نسب نامے رکھتے ہیں۔ عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں اور عرب کے جنگلوں میں شتر گاؤ۔ چیتے۔ بارہ سنگے۔ شتر مرغ وغیرہ جانور بکثرت ملتے ہیں۔

پہاڑ

عرب کے مشہور پہاڑ یہ ہیں۔ کوہ احد اور کوہ سینا جسے طور سینا بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ہیں۔ فاران۔ بوقیس اور حرامکہ معظمہ میں ہیں۔ خیبر عرفات مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

ان میں سے طور سینا وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ خداوند تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے۔ اسی پہاڑ پر توریت نبی اسرائیل کو ملی۔ عرب کو بعض مورخوں نے پانچ اور بعض نے چھ حصوں پر منقسم کیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں پانچ حصص درست ہیں۔

یمن۔ حجاز۔ تہامہ۔ نجد اور یامہ۔ ہماری رائے میں بحرین و اصل عراق کا حصہ ہے۔ ان میں یمن سب سے بڑھ کر سرسبز اور شاداب ہے اور یمن کا دارالخلافہ ایک قدیمی خوبصورت شہر ہے جسے سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپسی کے وقت فتح کرنا چاہا مگر موت نے مہلت نہ دی۔

صوبے

حجاز اس لئے مشہور ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں شہر اسی صوبہ کی شان اور رونق ہیں۔

عرب وجیہہ اور میانہ قامت انسان ہیں۔ ان کے جسم بظاہر ڈبلے پتلے ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ گہرا بھورا سا ہے۔ ان کی جو انمردی مہماں نوازی اور عالی حوصلگی بہت مشہور ہے۔ شہر کے لوگ عموماً امن پسند ہیں۔ لیکن بیرونی مقامات کے خانہ بدوش جن کو اعرابی یا بدوی کہتے ہیں لٹیرے اور خوشخوار ہیں ان کا گزارہ زیادہ تر قزاقی اور رہزنی پر ہے۔ ان کی جائیداد صرف گھوڑے۔ بھیرٹیں اور بکریاں ہیں۔

باشندے

بدوؤں کی بصارت اس قدر دور بین ہے کہ ذومیل کے فاصلہ سے جس چیز کو دیکھنا ہو دیکھ لیتے ہیں۔ یہ کسی کو بادشاہ نہیں جانتے ہر ایک بدو اپنے قبیلہ کے سردار کا محکوم ہے۔ آج سے دو ہزار برس پہلے بھی یہ چرواہے تھے اور اب بھی چرواہے ہیں۔ بدو عموماً انجموں میں رہتے ہیں۔ ان کے مکان میں جا کر دیکھو تو چند بورے اونٹ

اور بکریوں کے بالوں کی رتیاں۔ چربی رکھنے کی ہنڈیاں۔ ایک دو پانی بھرنے کی ہشکیں
دودھ کے لئے مٹی کے برتن ایک آدھ پوسٹین ان کی جائیداد دکھائی دیتی ہے۔ اس کے
سوا ان کے پاس اور کچھ نظر نہیں آتا۔

ان کی زندگی بسر کرنے کی تصویر یہ ہے کہ عورتیں تھکر چکیوں میں انانج پیس رہی
ہیں بچے۔ بکریاں۔ گتے سب کھیل رہے ہیں۔ اگر کوئی گھوڑا ہے تو بچے اس کی لاتوں سے
ٹھٹ رہے ہیں وہ پرواہ تک نہیں کرتا۔ مرد باتیں کر رہے ہیں۔ قہوہ پی رہے ہیں۔ یا
ٹہل رہے ہیں۔

بدوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے شہروں میں آنے جانے کا مارا نہیں کی
دوستی پر مبنی ہے۔

ظہور اسلام سے پہلے عرب میں زمانہ جاہلیت تھا۔ اس زمانہ کی جہالت اور ضلالت
پر غور کرتے ہوئے عقل حیران ہوتی ہے۔

لوگ عموماً بت پرست تھے۔ لات۔ عز۔ منات۔ وڈ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق
بتوں کی پرستش ان کا ایمان تھا۔ سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ اس کو سقف کعبہ پر رکھا
گوا تھا۔ اس سے جنگ میں مدد مانگتے تھے۔ یہاں کے باشندے بتوں پر آدمیوں کی
قربانی چڑھاتے تھے۔ اہلی ماں چھوڑ کر باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ حقیقی
ہمشیرہ سے عقد جائز تھا۔ انسان مجاز تھا۔ جتنی چاہے عورتیں کر لے۔ قمار بازی۔
جعل سازی۔ سیاہستی۔ اور باوہ پرستی۔ زنا کاری اور دل آزاری کا عام رواج تھا۔ سبیل
کا یہ عالم تھا۔ کہ سب سے بڑے نامور شاعر امراء القیس نے جو شہزادہ بھی تھا۔ اپنے
قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ بدکاری کا قصہ فخر یہ بیان کیا اور یہ قصیدہ
عوام الناس کے مطالعہ کے لئے کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔

ذرا سی بات پر خون کے نالے بہا دینا۔ لڑائیوں میں پرلے درجہ کا ہر حم اور سفاک
بن جانا۔ لوگوں کو زندہ جلا دینا۔ مستورات کے پیٹ چاک کر دینا۔ معصوم بچوں کی کشت
زندگی پر بھلی گرا نا۔ معصوم لڑکیوں کو زندہ دگر کرنا کہ سسر نہ کہلائیں ان کے ہائیں ہاتھ کا

کرتب تھا۔

دن رات گانے بجانے کا مشغلہ رہتا تھا۔ امیر شریف علاؤ الدین کے چھٹی درجہ
خیموں میں اوقات بسر کرتے تھے اور ذرا نہیں ٹہراتے تھے۔ دعویٰ یہ تھا کہ خدا پرست
ہیں۔ مگر ان کا خدا واقعی عجیب تھا۔ کہ عیالدار تھا اور انسانوں سے کشتی لڑتا تھا۔ قحط کے
ایام میں لوگ بول کا گٹھ کاٹ کر گائے کی دُوم میں باندھتے اور اس میں آگ لگا کر ہھاڑ
کے اوپر گائے کو لیجاتے تھے اور پچھان کی طرف سے اُسے بہگاتے تھے۔ تاکہ مینہ
برسے۔ اونٹ کو زخمی کر کے اس کا خون پیتے تھے۔ وہا کے دنوں میں گدھے کی بولی بولتے
تھے۔ اور وہ بازوہ مقام پر خرگوش کی ہڈی لٹکاتے تھے۔

خاوند سفر کے وقت درخت سے تاگا باندھ کر جاتا تھا اگر واپسی پر تاگا بدستور نہ ہو تو کھتا
تھا کہ اس کی بیوی پاک دامن نہیں رہی۔

محبت قائم رکھنے کو عورت مرد کی چادر اور مرد عورت کا ہر قہہ بھاڑ دیتا تھا۔
جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہے۔ وہ کسی شریف انسان کی لاش روندتی تھی۔

خرگوش۔ ہرن۔ چھوہو۔ شتر مرغ۔ گوسے۔ قمری۔ کہوتر اور سانپ کو جنوں کی سواری
سمجھتے تھے۔ جانوروں کے اڑنے اور بولنے سے شگون لیا کرتے تھے۔ وہ اونٹنی جس کے
اوپر تلے کے دو پتے مادہ ہوں اس کو مقدس سمجھتے تھے۔

خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم کی موت رکھی ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں سات پتھر تھے
ہر ایک پتھر پر علامت بنی تھی۔ اُس سے فال ڈھونڈتے تھے۔

افلاس کے ڈر کے مارے بچوں کو مار ڈالتے تھے۔ مسر کہلانا باعث ننگ و عار
تھا۔ اس لئے معصوم لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔

بعض گنہگار کا یہ خیال تھا کہ روح جسم سے جدا ہو کر بدن جاتی ہے۔ مرنے والا
اپنے دشمن کو کہہ جاتا تھا۔ کہ میری روح تجھ کو اگر خوب دق کرے گی۔ پھر ہر ایک اونٹ
باندھ دیتے تھے وہ بھوکھا پیاسا تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا خیال یہ تھا کہ کیشدہ زندگی میں
سواری کے کام آئیگا۔

قمار بازی کے بئے مقامات مخصوص تھے جہاں دُور دُور سے جوق جوق لوگ آتے تھے اور جو اکھیلتے تھے۔ گھوڑ دوڑ اور اس پر بازی لگانا جسے رہان کہتے ہیں اس میں بہت مروج تھا سُود خواری بڑی بے رحمی سے جاری تھی اضعا فامضا عنہ سُود لیتے تھے۔
لوڈیوں کو گانا بجانا سکھا کر حرام کاری کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ عزیزوں کے مرنے پر ایک سال تک سخت ماتم۔ واویلا اور سینہ کو بی ہوتی تھی۔

لوڈی غلاموں سے سخت بد سلوکی کی جاتی تھی۔ غلاموں کے مطلق کوئی حقوق نہ تھے۔ عورتوں کے لئے دودھ دوہنا باعث ذلت تھا۔

مُحرم کو جلتی ہوئی ریت پر ڈالا جاتا تھا۔

متبنی حقیقی بیٹے کو محروم کر دیتا تھا۔

عورتوں میں رسم حجاب نہ تھی۔

طلاق کے معاملے میں مردوں کو مطلق العنانی حاصل تھی۔ عورتیں اصلی بال کتر کر سرو پر مصنوعی بال لٹکاتی تھیں اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتی تھیں۔

عرب پیشک بڑے فصیح اور بلیغ تھے مگر ان کی فصاحت اور بلاغت اور شاعری۔ بد تہذیبی۔ بد اخلاقی۔ فحش مضامین اور عیاشی کے لئے وقف تھی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے اختیار میں ایک جن ہوتا ہے جس قدر بڑا شاعر ہو اسی قدر زبردست جن اُس کے زیر حکومت رہتا ہے۔

شراب خواری اور میگساری ان کا جزو بدن تھی۔ پانچ نمازوں کی طرح مے نوشی کے پانچ وقت مقرر تھے۔ بادہ پرست سیاہ مست ہو کر سب کچھ بھول جاتے تھے جنسرات الارض تک چٹ کر جاتے تھے۔ جنگ و جدل کی یہ حالت تھی کہ ذرا سی بات پر آمادہ پیکار ہو جاتے تھے۔ بات بات پر بگڑ کر کئی پشتوں تک دل میں کینہ رکھتے تھے حرب بسوس اور حرب واحس اسی قسم کی لڑائیاں تھیں۔ حرب بسوس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ ایک عورت کے کھیت میں چلا گیا۔ عورت نے اس کو مارا۔ اونٹ والے نے عورت کو پکڑ کر اُس کی چھاتی قلم کر دی۔ اس بات پر چالیس سال تک برابر

لڑائی رہی۔ اور ستر ہزار آدمی ضائع ہوئے۔
 حرب و احس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ واحس ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں آگے
 بڑھا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے بڑھ کر اسے روک لیا۔ اسی بات پر چونٹھ برس تک لڑائی
 ہوتی رہی۔

مذہب کا یہ حال تھا کہ کافر۔ مشرک۔ بت پرست۔ دہرے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی
 ستارہ پرست یعنی صابئی۔ قایل۔ تناسخ وغیرہ ہر مذہب کے لوگ یہاں موجود تھے۔
 بت پرستی کی یہ حالت تھی کہ ان کے بت کئی سو تھے۔ ان میں سے مشہور تہیل۔ دتو۔
 سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسرمنات۔ لات۔ عزائے۔ نایبہ۔ اساف۔ دوار اور عبعب تھے۔
 خانہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی مورت رکھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں تیرہائے
 ازلام تھے۔ ایک بھینس کا بچہ قریب کھڑا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ کی تصویریں
 خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھچی ہوئی تھیں۔ حضرت مریمؑ کی مورت کی گود میں حضرت عیسیٰؑ تھے۔
 ان کا عقیدہ تھا کہ بت خدا کے وزیر ہیں اور ان کی سفارش سے قرب خدا حاصل ہوتا
 ہے۔

بتوں کی پرستش اس طرح پر ہوتی تھی کہ پہلے بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے پھر ان کے
 گرد پھرتے تھے اور آخر کار نہایت ادب اور تعظیم سے بوسے دیتے تھے۔ بتوں کے
 آگے اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ کئی بار انسانی قربانی سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے۔
 موسیٰوں کا پہلا بچہ بتوں کی نذر ہوا کرتا تھا۔ کھیت کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے
 ارتفاع میں سے ایک مہین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے لئے اٹھا رکھتے
 تھے۔ طرفہ تماشہ یہ تھا کہ عبادت کے وقت کعبہ کے اندر ماورزا دربر ہنہ ہو جاتے تھے۔
 عرب کے دہرے لاندہب تھے وہ خدا کی ہستی اور حشر کے منکر تھے۔ ان کے خیال
 میں جزایا سزا خیالی باتیں تھیں اور انسان کا وجود اس اثنا میں مثل حیوان یا درخت کے
 تھا جو بعد پیدائش پختہ ہوتا ہے اور پھر نازل پڑ کر مرجاتا ہے۔
 صابئی اپنے آپ کو حضرت شیث اور حضرت ادریس کے پیرو اور سامری کے

مذہب

مرید سمجھتے تھے۔ انکے ہاں ایک کتاب صحیفہ شہیت بھی تھی۔ یہ لوگ سات وقت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مہینہ روزہ رکھتے تھے۔ یہ لوگ ستارہ پرست تھے۔ انہوں نے سات ہیکلیں یعنی مجید سبع ستاروں کے لئے بنائے تھے اور جس ستارے کا معبد تھا اسی میں اس کی پرستش بجالاتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ستاروں کا سعد اور نحس اثر انسان کی قسمتوں پر اور دنیاوی کاروبار پر پڑتا ہے۔

یہودیوں کی مقدس کتاب توریت میں اگرچہ توحید کی تعلیم موجود تھی مگر ان میں عمل نہ تھا۔ برائے نام خدا اور خدا کی توحید کے قائل تھے۔ اپنے عالموں اور رویشوں کے احکام کو احکام خدا پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ گمراہ راہیوں نے انہیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ انتظام دنیا خود بخود منضبط ہے اور خدا مختار نہ تصرف سے قاصر اور عاجز ہے۔ عزیر کو ابن اللہ سمجھتے تھے اور اسی طرح خدا کو صاحب اولاد بنا رکھا تھا۔ ان کے خیال میں خدا مجسم تھا۔ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ دیکھو پیدائش باب ۳۲ کہ یعقوب تمام رات خدا سے کشتی لڑتا رہا اور اُس پر غالب نہ ہوا آخر کو اُس کی نس چڑھا کر غائب ہو گیا۔ بعض یہود ہندوؤں کی طرح تناسخ کے قائل تھے۔

عیسائیوں کی اس وقت کی حالت کا فوٹو آریل مسٹر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں اس طرح پر لیا ہے۔

”عیسائیوں نے عرب کو پانچ سو سال تعلیم تلقین کی۔ اس پر یہی کوئی اکاؤنٹ عیسائی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ یعنی نبی حارث بجران میں اور نبی خیف یامہ میں اور کچھ نبی طیمہ میں عیسائی تھے۔ باقی خیریت۔ مذہب عیسوی سے دین موسوی بہ مراتب زیادہ عرب میں قوت رکھتا تھا اور یہ دین اپنے پیشوا ذوالنواہس کی ہدایت سے کبھی کبھی لوگوں کو یہودی بنانے کی کوشش کرتا تھا مگر اس دین سے یہودی بنانے کی قوت زایل ہو چکی تھی۔ بالآخر عرب کو من حیث المذہب دیکھتے تو اُس کی سلح پر عیسائیوں کی ضعیف کوششوں کی کچھ خفیف ہی موج لہراتی نظر آتی تھی۔ مگر بت پرستی اور نبی اسماعیل کے اعتقادات کا دریا ہرمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ سے آکر ٹکراتا تھا جس سے بخوبی

ظاہر ہے کہ جو دین اور جو طریقہ عبادت مکہ میں جاری تھا اُس سے تمام عرب کے قلوب کو جکڑ لیا تھا۔

پادری فائڈر نے اپنی کتاب میزان الحق میں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ دین محمدی کے ظاہر ہونے اور پھیلنے کا دو سبب سے مانع نہ ہوا۔ اولاً یہ کہ اس طریق سے عربستان اور شام اور مصر وغیرہ کے مسیحیوں کو جو محمد کے زمانہ میں انجیل کے طریق سے دُور پڑ گئے تھے تہذیب کی جانے تاکہ اور زیادہ دُور اور مہجور نہ ہوں۔ ثانیاً یہ کہ جہالت میں بُت پرستی کا دین زیادہ مشہور اور زیادہ زور آور نہ ہو جائے۔

اس عبارت سے اس وقت کے عیسائیوں کی حالت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ قدیمی تہذیب اور تمدن کے متعلق اس قدر لکھنا کافی ہو گا کہ عرب کے مختلف حصے مختلف حالت میں تھے مثلاً یمن کسی زمانہ میں ترقی کا آسمان سمجھا جاتا تھا مورخین عرب کا یقین ہے شمر والے یمن نے ایران فتح کر لیا تھا اور شمر قند کو کھدوا کر زمین کے ہموار کر دیا تھا اسلئے اس مقام کو شمر قند کہتے ہیں۔ یمن کے مشہور ایوانوں اور قصروں کا ذکر شعرا کے کلام میں موجود ہے ہماری رائے میں مولانا شبلی کا خیال درست ہے عرب نے کسی زمانہ میں جو ترقی کی تھی اُس پاس کے مالک کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو کر کی تھی اس لئے جو مقامات ان ملک سے دُور تھے وہ اُصلی حالت پر رہے۔ اس خیال کی تصدیق اس طرح پر ہوتی ہے کہ حالانکہ عربی زبان جامع ہے مگر باوصف اس کے جن چیزوں کو تمدن اور اسباب معاشرت سے تعلق ہے اُن کے لئے خاص عربی زبان میں الفاظ نہیں ملتے بلکہ ایران یا روم سے مستعار آئے ہیں مثلاً سکہ کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ درہم۔ دینار انگریزی ڈرام یونانی الفاظ ہیں۔ دراصل درہم ہے چراغ کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ چراغ کو سراج بنایا۔ کوزہ کو کوز کر لیا۔ ابر پر کوز کو ابرین بنالیا۔ نشست کو طشت۔ کاسہ سے کاس بنایا۔ کرتہ کا معرب قرطع ہوا اور پاجامہ کو سروال کہا جو بگڑتے بگڑتے شلوار رائج ہے۔

تہذیب و تمدن

بخاری سے ثابت ہے کہ گھروں میں جائے ضرور نہ تھی مستورات رفع حاجت کیلئے گھروں سے باہر جایا کرتی تھیں چھلنی کو کوئی نہ جانتا تھا۔ بھوسے کو پھونک کر اڑاتے تھے۔

غرض عرب کی یہ حالت تھی اور یہ کیفیت تھی۔ ہزاروں مکروہ رسومات اور بے عقیدے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ بت پرستوں وغیرہ کے دل میں نقش کا لجر بن چکے تھے۔ لوگ جہالت کی دلدل اور ضلالت کی خاردار جھاڑی میں پھنسے ہوئے تھے۔ افعال مذموم اور رسومات باطلہ کے سیاہ بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ بمصداق ظہر الفساد فی البر والبحر شکبیا اور سمندر سب بگڑ رہے تھے۔ آندھی چل رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ ایک عرب کیا تمام دنیا میں تاریکی نے طوفان برپا کر رکھا تھا کہ دفعۃً عرب میں فاران کی چوٹیوں پر تہذیب۔ شائستگی۔ نیکی۔ ثواب اور ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔ اس مہر عالم افروز کی دلپذیر شعاعوں نے طرفتہ العین میں تمام جہان کو متور کر دیا۔ ضلالت گرد تو جہالت مٹ رہی ہوئی۔ ظلمت بطلان کا زہر پلا دھواں کا فور ہو گیا اور عرب تمام جہان میں مشہور ہو گیا۔

باب (۲)

حسب نسب اور ولادت

مورخین نے اقوام عرب کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے۔
 اول۔ قدیم اقوام جن کو عرب بائبہ بھی کہتے ہیں۔ اور جو اسلام بہت پہلے فنا ہو چکے تھے۔
 عرب بائبہ یا خانہ بدوش صحرائی عرب سائت خاندانوں میں تقسیم ہوئے یعنی (۱) بنی کوش
 (۲) بنی عیلام (۳) بنی لود (۴) بنی ارام (۵) بنی حول (۶) بنی جدیس اور (۷) بنی ثمود۔
 یہ لوگ حضرت لوطؑ کے پسر سام کی اولاد میں سے تھے۔
 ان میں سے ثمود اور عا و بہت مشہور ہیں۔
 عا و احقاف میں آباد تھے۔ یہ عا و بن عوح بن ارام بن سام بن نوح کی اولاد
 میں سے ہیں۔ احقاف یمن میں تھا۔

عا و بہت بلند قامت اور قوی ہیکل اور تند خو لوگ تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے اور توجید

سے بیخبر تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا مگر یہ بت پرستی سے باز نہ آئے۔ جب ان کے گناہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو ان پر قحط کا عذاب نازل ہوا۔ ایام قحط میں ایک دن انہیں ابرسیاہ دکھائی دیا انہوں نے سمجھا کہ بارشس ہوگی مگر وہ ابرسیاہ نہ تھا کالی آندھی اور ہولناک طوفان تھا جو آٹھ دن اور سات رات برابر رہا۔ اس سے تمام مکان برباد ہو گئے تمام انسان جانور کی طرح اڑ اڑ کر پتھروں پر گرے اور ہلاک ہو گئے۔ صرف حضرت ہود اور ان کے ہمراہی جو ان پر ایمان لائے تھے اور جو یہاں سے پہلے ہی نکل گئے تھے بچ گئے۔

عرب عاربہ

دوم۔ عرب عاربہ یعنی خالص عرب جو اپنے آپ کو بنی قحطان بیان کرتے ہیں۔ قحطان حضرت نوح کے فرزند سام کی نسل سے تھا۔ قحطان کے کئی ایک لڑکے تھے مگر دو یعرب اور جبرہم بہت مشہور ہیں۔ ان میں یعرب حاکم مین اور جبرہم فرمانروائے حجاز تھا۔ یعرب کی نسل سے بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے۔ ان میں سے ایک ذوالقرنین تھا جس نے مشرق اور مغرب میں فتوحات حاصل کر کے یاجوج اور ماجوج کی روکاؤٹ کے لئے ایک آہنی دیوار بنائی بلکہ بلقیس جو ملک سبا کی ملکہ تھیں اور جن کا نکاح حضرت سلیمان سے یوروشلم میں ہوا اسی نسل سے تھیں۔

قحطان کی نسل سے کئی قومیں پیدا ہوئیں اور پھیلی پھیلیں اور الگ الگ نام سے مشہور ہوئیں مگر ان سب کا مشترک نام مینی رہا۔ یہ قومیں اس کتاب میں خارج از بحث ہیں۔ سوم۔ عرب مستعربہ یعنی مخلوط عرب جو غیر مقامات سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ حضرت نوح کے تین لڑکے سام۔ حام اور یافث تھے۔

سام سے ساتویں پشت میں تاریخ پیدا ہوئے۔ تاریخ کے تین فرزند تھے۔ ابراہیم۔ نوح۔ حاران۔

حضرت ابراہیم کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک جو حضرت اسحاق کی والدہ تھیں اور دوسری باجرہ جو مصر کی شہزادی اور حضرت اسمعیل کی ماں تھیں۔ عرب مستعربہ بنی اسمعیل ہیں۔ ان کا مسکن حجاز تھا۔

عرب مستعربہ

حضرت ابراہیمؑ بابل کے حکمران کے رشتہ دار تھے۔ جب وہ بادشاہ خود پرست ہو گیا تو اُس کی ہدایت کے لئے آپ کو درگاہ خدا سے خلعت پیغمبری عطا ہوا۔ آپ نے اس کو سمجھایا مگر توحید کی آواز اُسے پسند نہ آئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سے ناراض ہو کر وطن چھوڑ دیا۔ سرّہ ان کی اہلیہ اور لوٹ بن فاران ان کے برادر زادہ نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بھیڑ بگری اور مویشی کے گلے لیکر کنعان میں چلے آئے جب کنعان میں قحط نمودار ہوا تو مصر میں گئے۔

ہاجرہ مصر کی شہزادی تھیں۔ ان سے حضرت ابراہیمؑ نے شادی کی اور حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے۔ جب حضرت اسمعیلؑ بڑے ہوئے تو سارا رہنے یہ دیکھ کر کہ وہ حضرت اسحاقؑ سے بدسلوکی کرتے ہیں حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ ہاجرہ اور اُس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ کو روٹی اور ایک مشک پانی دے کر کہا کہ اسمعیلؑ کو یہاں سے لیجاؤ۔ حضرت اسمعیلؑ کو لیکر ہاجرہ عرب میں آئیں اور یہیں آباد ہوئیں۔ یہ وہی مقام تھا جہاں اب شہر مکہ ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت سارا نے انتقال کیا اور حضرت ابراہیمؑ مکہ میں چلے آئے۔

خانہ کعبہ

حضرت اسمعیلؑ جوان ہو چکے تھے۔ دونوں نے ل کر خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک مسجد بنائی یہ مسجد شمسان جگہ میں صرف ایک چار دیواری تھی۔ اس کی چھت نہ تھی۔ زمین سے ملا ہوا بے کواڑ دروازہ تھا دیواریں زمین سے نو ہاتھ اونچی تھیں ایک طرف سے بائیس ہاتھ کا عرض اور طول ایک طرف سے بائیس ہاتھ کا اور دوسری طرف سے ۳۲ ہاتھ کا تھا۔ اس مکان کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمٌ لِّكَ وَارِنَا مِنَّا سَكَنًا وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

سورہ بقرہ

ترجمہ۔ اے ہمارے رب تو ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول کر تحقیق تو سننے والا جاننے والا ہے

اور اے رب ہمارے تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک فرمانبردار جماعت پیدا کر۔ اور ہم کو عبادت اور حج کے طریقے بتا اور ہماری طرف رجوع برحمت ہو۔ پیشک تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اے رب ہمارے تو اپنا رسول انہی میں سے ان میں مبعوث کیجئے جو تیری آیات ان کو سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک و صاف کرے لایب تو غالب اور حکمت والا ہے ۛ

یہ واقعہ حضرت مسیح سے غالباً انیس سو برس پہلے وقوع میں آیا۔

حضرت اسمعیلؑ جب مکہ میں آباد ہوئے تو حوالی مکہ میں بنی جرہم آباد تھے۔ حضرت اسمعیلؑ نے اسی خاندان میں شادی کی۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے جنہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا اور اسقدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر تک جنوب کی طرف یمن تک اور شمال کی طرف شام تک پہنچ گئے۔

خدا کی برکت سے نسل ابراہیمؑ کے علاوہ عرب کے دیگر قبائل نے بھی دین ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کی اور خانہ کعبہ تمام عرب کا معبود بن گیا۔ ہر سال لوگ جوق جوق آنے لگے جو حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے طریقے پر خدائے واحد کی عبادت کر کے لوٹ جاتے تھے۔

عام مقبولیت کے ساتھ ہی کعبے کی خدمات یعنی متولیوں کی ذمہ داریاں بڑھتی گئیں اور ذمہ داریوں کے ساتھ ان کے اقتدارات اور اختیارات بھی بہت بڑھ گئے۔ حضرت اسمعیلؑ کے فرزندوں میں سے قیدار بہت نامور گذرا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور اپنے باپ کی طرح خانہ کعبہ کی جو توحید الہی کی پہلی درسگاہ تھی متولی بنی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد زمانے نے پلٹا کھایا اور بنی اسمعیلؑ کے ہاتھوں سے خانہ خدا کی تولیت نکل کر بنی جرہم کے پاس چلی گئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بنی عمالیق نے بنی جرہم کو مغلوب کر کے خانہ کعبہ کی تولیت سے بے دخل کر دیا۔ بنی جرہم کے زمانہ میں ایک پہاڑی نالہ کعبہ میں گھس آیا تھا جس سے عمارت گر گئی تھی بنی جرہم نے پہلی بنیادوں پر اسی صورت کا مکان دوبارہ کھڑا کر دیا اور اتنی ہی بلندی رکھی۔ قبیلہ عمالیق کے وقت

سچ سے تخمیناً سو سال پیشتر ایک عظیم سیلاب سے کعبہ جگہ جگہ تھکتا شوق ہو گیا تھا۔ عمالین نے مرمت کرادی تھی لیکن کسی طرح کی تجدید نہ کی جب نبی عمالین کعبہ پر قابض ہو گئے تو نبی جرم کو اپنی ناکامی پر بہت سوچ بچا اُنہوں نے نبی اسمعیلؑ کو اپنے ساتھ بلا لیا اور پھر نبی عمالین کو بے دخل کر دیا۔ مگر یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ کیونکہ قبیلہ بنی بکر فوراً نبی جرم کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد نبی جرم ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو گئے۔ اب مقدس گھر کی تولیت نبی بکر اور نبی خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ جب حلیل خزاعی خانہ کعبہ کا متولی تھا تو اُس نے اپنی لڑکی کو نصی کے نکاح میں دیدیا۔ حلیل نے اپنی ولادت کے وقت اپنی بیٹی کو خانہ کعبہ کی تولیت کی حیثیت کی مگر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ وہ نبی اس خدمت کے قابل نہیں ہے اس پر حلیل نے تولیت کعبہ ابو فہشان خزاعی کے حوالہ کر دی اُس نے شراب کی چند مشکیں اور کچھ اونٹ اور کچھ کپڑے لیکر گد کی حکومت اور خانہ کی تولیت نصی کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ نصی نے فوراً تمام قریش اور بنی سنانہ کو مدد کیلئے جمع کیا۔

قریش

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریش کون تھے۔ قریش کا مورث اعلیٰ عدنان اور عدنان حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھا۔ عدنان کی اولاد میں ایک شخص سنانہ تھا اُس کا بیٹا نصر اور نصر کا بیٹا مالک اور مالک کا بیٹا فہر تھا۔ فہر سے پہلے اس قبیلہ کو سنانی کہتے تھے۔ قریش کے اصل معنی جمع کرنے کے ہیں فہر نے تمام قبائل کو جمع کر لیا۔ اس لئے اس کا نام قریش پڑ گیا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ قریش کے لغوی معنی تفتیش کے ہیں فہر کی اولاد اُس کے حکم سے محتاج آدمیوں کی ضروریات کی تفتیش کر کے اپنی ذاتی سرمایہ سے ان کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرتی تھی اس لئے فہر کو قریش کہا جاتا تھا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ قریش مانوڑ ہے قریش سے اور قریش ایک دریائی جانور ہے جو سب پھلیاں کھا جاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھا سکتا چونکہ سنانی قبیلوں میں عنو و غلبے کی صفت دیکھی جاتی تھی اس لئے لوگ انہیں قریش کہنے لگے۔

غرض دونوں ذہنی عین حرم میں اور خاص ایام تشریق میں معرکہ آرا ہوئے کئی دن کی معرکہ آرائی کے بعد عمرو بن عوف کو جو عرب کا مشہور کاہن تھا ثالث مقرر کیا گیا۔

اُس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر فیصلہ سنایا کہ قصتی مکے کی تولیتہ کا مستحق ہے اور یہ عہدہ اسی کے شایاں شان ہے۔ اس طرح خانہ کعبہ کی تولیتہ پھرنی اسماعیل میں آگئی۔ قصتی نہایت روشن دماغ۔ بامروت اور فیاض انسان تھا۔ اسلئے قرار دیا کہ حج کے موقعہ پر جہوں کو تین دن کھانا کھلایا جائے اور تمام قریش اس کے اخراجات کے لئے ٹیکس ادا کریں۔ حرام بھی اسی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ چلاتے ہیں۔

قبائل قریش اگرچہ کئی وجہ سے ممتاز تھے مگر قصتی سے پہلے کئی پشتوں تک ان کے اقتدارات اس لئے محدود ہو گئے تھے کہ خانہ کعبہ کی تولیتہ ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور عرب میں سب سے زیادہ مقتدر اور ممتاز متولی کعبہ سمجھے جاتے تھے۔ قصتی نے وہ اقتدار اور شوکت گذشتہ پھر حاصل کر لی۔

اس وقت خانہ کعبہ کے متعلق چھ بڑی بڑی خدمتیں تھیں جن کی وجہ سے متولی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

- ۱۔ سقایتہ یعنی حجاج کو پانی پلانا۔
- ۲۔ افادۃ یعنی حاجیوں کو کھانا کھلانا اور دینا۔
- ۳۔ حجابتہ یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت۔
- ۴۔ ندوۃ یعنی دارالندوہ میں صدارت۔
- ۵۔ لوا یعنی جنگ میں علمبرداری۔
- ۶۔ قیادۃ یعنی جنگ میں سپہ سالاری۔

قصتی کے کئی فرزند تھے۔ سب سے بڑا بیٹا عبدالدار تھا اور سب کے قابل عبدمناف۔ عبدمناف کو لوگ فیاض کے نام سے پکارتے تھے۔ قصتی نے اپنی زندگی میں عبدالدار کو ولی عہد بنایا مگر ساتھ ہی کہہ دیا کہ تم سے تمہارا بھائی عبدمناف زیادہ قابل ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد عبدالدار نے اپنے بھائی عبدمناف کو اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ جب تک دونوں زندہ رہے خیریت رہی مگر ان کی وفات پر دونوں کی اولاد میں خاندانی نزاع پیدا ہو گئی۔ عبدمناف کے فرزند ہاشم۔ مطلب۔ عبدالمشس اور نوفل نے

اپنے نبی عم کو بالکل بے دخل کرنا چاہا۔ فریقین جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ نبی عبد مناف عطر سے بھرا ہوا ایک طشت لیکر نکلے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر دروازہ کے پاس رکھ دیا اور اعلان کر دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ ہے وہ اس عطر میں ہاتھ ڈبو دے۔ قریش کے ایک جم غفیر نے انگلیاں ڈبودیں۔ دوسری طرف نبی عبد الدار بڑے کروفر سے نکلے فوراً ایک اونٹ ذبح کیا۔ اونٹ کا خون رکاب میں بھرا اور پکار کر کہا کہ جو شخص ہمارا طرف دار ہے وہ اس خون میں ہاتھ ڈبو دے اور کچھ چاٹ لے۔ بہت سے لوگ ان کے حمایتی ہو گئے مگر خیریت گزری آپس میں صلح ہو گئی جس سے افادہ۔ سقیاتہ اور قبادہ کے عہدے نبی عبد مناف کو مل گئے اور حجابتہ اور لوا کے منصب نبی عبد الدار کے قبضہ میں رہے اور دار الندوہ کی صدارت دونوں کی مشترک ہو گئی۔

ہاشم

عبد مناف کے کئی فرزند تھے مگر سب سے بڑھکر سیر چشم اور فیاض ہاشم تھے۔ یہ اور عبد شمس دونوں حقیقی بھائی تھے اور توام بھی تھے۔ اتفاق سے یہ اس طرح پیدا ہوئے کہ ہاشم کے پانوں کا پنجہ عبد شمس کی پیشانی سے چپکا ہوا تھا اور اس طرح چپکا ہوا تھا کہ جب اُسے زور سے چھڑایا گیا تو عبد شمس کی پیشانی سے اسقدر خون بہا کہ وہ سر سے پانوں تک خون میں نہا گیا جب یہ واقعہ اسوقت کے نجومیوں اور کاہنوں نے سنا تو کہا کہ ان دونوں کی اولاد میں اسقدر خون ریزی ہوگی کہ تاریخ کے صفحوں میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی۔ خدا کی قدرت سلسلہ سحری میں ایسا ہی ہوا۔

ہاشم کا اصلی نام عمر و تھا۔ ایک دفعہ ملک میں سخت قحط پڑا۔ قریش بھوکوں مرنے لگے۔ ہاشم سے اُن کی مصیبت دیکھی نہ گئی۔ اپنا تمام روپیہ لیکر شام کے ملک میں گیا اور وہاں سے آٹے اور روٹیوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ خرید کر اونٹوں پر لاد لایا۔ یہاں آکر اُس نے بہت سے اونٹ ذبح کئے اور روٹیاں توڑ کر اور سالن میں بھلگو کر لوگوں کو کھانے کو دیں اسوقت سے وہ ہاشم مشہور ہو گیا۔ ہاشم کے لغوی معنی توڑنے کے ہیں ہاشم نہ صرف دریا دل سیر چشم اور فیاض تھا بلکہ کمال حسین اور صاحب جمال بھی تھا۔ ایک بار بادشاہ روم نے ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی نہایت قبول صورت۔

لطیفہ گو۔ بذریعہ سنج اور خوش بگلو ہے اگر تم یہاں آ جاؤ تو میں اُس کے ساتھ تمہاری شادی کروں
ہاشم نے صاف انکار کیا۔ آپ ایک دفعہ تجارت کے لئے ایک شام میں گئے۔ راہ میں
مدینہ میں قیام کیا وہاں بازاؤں میں خاندان نبی تجار کی ایک حسین اور جمیلہ شریف زادی
سلمیٰ نامی کو دیکھا۔ آپ کا اس خالون سے نکلے ہو گیا۔ نکاح کے بعد آپ ملک شام کو
تشریف لے گئے۔ آپ عترت میں تھے کہ پیمانہ حیات لہریز ہو کر چمک گیا۔

اس وقت ان کا ہونہار بچہ جس کا نام شیبہ تھا ماں کی گود میں دودھ پیتا تھا پتھے
کا نام شیبہ اسلئے رکھا گیا کہ جب یہ پیدا ہوا تو اس کے سر پر سفید بال تھے۔ عربی میں
سپیدی سر کو شیب کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ شیبہ مدینہ میں اپنی ماں کی آغوشِ بخت میں پرورش پاتا رہا یہاں تک
کہ چلنے پھرنے کھیلنے کودنے کے قابل ہو گیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شہر سے باہر میدان
میں یہ اور بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ لڑکے تیروں سے کھیل رہے تھے۔ سب کے
تیرا چٹ گئے شیبہ کا نشانے پر جا لگا۔ شیبہ کی زبان سے پساختہ نکلا انا ابن عبدالمطلب
ایک مسافر کھڑا ہوا بچوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شیبہ سے پوچھا کہ میاں تم کون
ہو۔ شیبہ نے سادگی سے جواب دیا۔ شیبہ بن ہاشم بن عبدمناف۔ یہ سن کر وہ مسافر وہاں
سے روانہ ہو گیا۔ مکہ میں آ کر اُس نے ہاشم کے حقیقی بھائی مطلب بن عبدمناف کو تلاش
کیا اور اس سے ذکر کیا۔ مطلب فوراً مکے سے مدینہ پہنچا اور شیبہ میں خاندانی شبابہت پا کر
پہچان لیا۔ اونٹ سے اتر کر اُس کو گلے سے لگا لیا اور تھوڑی دیر تک گلے سے لگائے
چمکے چمکے روتا رہا۔ پھر کہا کہ پیارے شیبہ میں تیرا چچا ہوں تجھے لینے آیا ہوں۔ شیبہ
سن کر خاموش ہو گیا اور مطلب انہیں اونٹنی پر سوار کر کے گھر لے آیا۔ جب شیبہ کو اللہ
کو خبر ہوئی تو کلیجہ پکڑ کر رہ گئی۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مطلب نے سلمہ سے ملاقات
کی تین دن وہاں رہے اور چوتھے دن بھتیجے کو لیکر مکے میں آئے۔

لوگوں نے جب شیبہ کو دیکھا تو پوچھا کیا یہ تمہارا غلام ہے مطلب نے جواب دیا
نہیں یہ میرے مرحوم بھائی ہاشم کا دلہندا اور میرا عزیز بھتیجا ہے مگر اُس دن سے شیبہ کا

شیبہ

نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ زرقانی کا قول ہے کہ شیبہ کا نام عبدالمطلب اسلئے رکھا گیا کہ وہ یتیم تھا اور مطلب نے اُس کی پرورش کی تھی۔

عبدالمطلب ابتدا سے ہی نیک سیرت اور نیک طبیعت تھے جب جوان ہوئے تو ہمہ صفت موصوف ہو گئے۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچے تو مطلب نے عہدہ رفاہہ آپ کے سپرد کر دیا مگر مطلب کی وفات پر اُس کے بھائی نوفل بن عبدمناف نے نہ صرف یہ عہدہ اپنے بھتیجے سے چھین لیا بلکہ عبدالمطلب کے چند مکان اور کچھ زمین بھی غصب کر لی۔ عبدالمطلب نے ہر چند قوم سے فریاد کی مگر کسی کو نوفل سے شکایت کی مجال نہ ہوئی۔ عبدالمطلب نے مجبور ہو کر اپنے ماموں ابوسعبد بن عدی کو ایک رقت آمیز خط لکھا وہ خط دیکھ کر دہڑا اور فوراً سنی مسلح سوار بیکر مکہ میں آیا اور عبدالمطلب کو اس کا حق دلو اور واپس گیا۔

عبدالمطلب کے بقول بعض دن اور بقیوں بعض تیراں فرزند تھے۔ آپ نے منت مانی تھی کہ اگر خدا اُن کے دسوں بیٹوں کو اُن کے روبرو جوان کر دے تو وہ ایک کو راہِ خدا میں قربان کر دینگے۔ اس کی آرزو پوری ہوئی وہ دسوں بیٹوں کو لیکر کعبہ میں آئے اور دسوں کے نام قرعہ ڈالا۔ ان کے صاحبزادوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور باوقار ابوطالب تھے۔ عبد اللہ سب سے چھوٹے تھے مگر باپ کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ یہ نہایت خوش وضع۔ خوش گفتار اور پاکیزہ اطوار تھے اور جوانان قریش میں امتیاز کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

اتفاق کی بات ہے قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا۔ آپ عبد اللہ کو لیکر قربان گاہ کو چلے۔ عبد اللہ کی بہنیں رونے لگیں۔ بقول ابن اسحاق رؤسائے قریش کی تجویز سے اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ پہلے دس اونٹوں پر ڈالا گیا پھر دس دس بڑھاتے گئے جب ننوا تک نوبت پہنچی تو اونٹوں پر قرعہ آیا۔ اس طرح عبد اللہ کی جان بچ گئی۔

عبدالمطلب کے صاحبزادوں میں سے ابوطالب عبد اللہ حضرت حمزہ اور حضرت عباس نے بہت شہرت حاصل کی۔ یہ برگزیدہ اصحاب میں شمار ہوئے ہیں عبدالمطلب

پسر ابولہب اپنی ضد بہت دھرمی کفر اور شرارت کے لئے مشہور ہے۔ یہ نہایت حسین اور جمیل تھا اس لئے اس کا نام آتشین رخسار یا شعلہ رو رکھا گیا افسوس جس قدر اس کا ظاہر روشن تھا اس سے ذہ چند باطن تاریک تھا۔

عبداللہ سے عبدالمطلب کو بہت پیار تھا اس لئے انہوں نے کوشش کر کے قبیلہ زہرہ میں وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی آمنہ سے جو اس وقت اپنے چچا وہب کے ہاں رہا کرتی تھیں عبد اللہ کا عقد کر دیا۔ اسی موقع پر خود عبدالمطلب نے وہب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔ حضرت حمزہؓ انہی ہالہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جس سال عبد اللہ کی شادی ہوئی ملک عرب پر چاروں طرف سے آفات کی بھرمار تھی۔

ان ایام میں مین کا حاکم ابرہہ اللاتشم ایک متعصب عیسائی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ موسم حج میں لوگ ذوق اور شوق مجسم بن کر زور و دور سے خانہ کعبہ میں جمع ہوئے ہیں تو تعصب کی آگ بھڑک اٹھی اور حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگا اس نے شہر صنعاء میں ایک بڑا بھاری گرجا بنایا۔ اور زوار کعبہ کو کہلا بھیجا کہ یہاں زیارت کے لئے آؤ۔ مگر کسی نے اس کا کہنا نہ مانا یہ حال دیکھ کر ابوہبہ بادل کی طرح گرجا

بجلی کی طرح کڑکا۔ اور ایک خونخوار لشکر ہاتھیوں کا لیکر مکہ معظمہ پر چڑھ آیا۔ اہل مکہ دلاور تھے۔ جاں فروش تھے لیکن انہوں نے یہ کالے کالے پہاڑ کے زندہ ٹکڑے کبھی کاہیکو دیکھے تھے۔ بہم کرا پچی اونچی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ ابرہہ نے کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑنے نہیں آیا۔ بلکہ صرف کعبے کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اگر میری مزاحمت کرو گے تو برباد ہو جاؤ گے پھر اس نے دریافت کیا کہ مجاوروں کا سردار کون ہے سب نے کہا عبدالمطلب۔ ابرہہ نے ان کو بلایا اور سمجھایا۔ عبدالمطلب نے کہا جو اس گھر کا مالک ہے وہی محافظ ہے وہ ہی اپنے گھر کو مخالفوں سے بچالیکا۔ یہ کہہ کر چلے آئے۔

غرض ابرہہ اللاتشم ہاتھیوں کا لشکر لیکر آگے بڑھا اور جب اسے کعبے کی دیواریں نظر آنے لگیں تو یکبارگی دبا کر دینے کا حکم دیدیا۔ خدا کا کرنا مغرب کی طرف سے شکر الہی نمودار ہوا یعنی چھوٹے چھوٹے کنکر پنچوں اور چونچوں میں لئے ہوئے پرند آگے

اصحاب

اور یمن کی فوج پر کنکریاں برسنے لگیں۔ جس پر کنکری گری گولی کا اثر دکھایا۔ تھوڑی دیر میں تمام لشکر غضب الہی میں گرفتار ہو کر فارت ہو گیا۔ حاکم ابرصہ زخمی اور خستہ حال یمن کی طرف بھاگا لیکن راستے میں ہی عقاب موت نے اُس کے مُرغ روح کو تکا بوٹی کر ڈالا۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ پرند کنکریاں لیکر نہیں آئے بلکہ ابرصہ کے لشکر میں وہ بے چچکت پھیل گئی۔ اور اس زور سے پھیلی کہ تمام لشکر تباہ ہو گیا۔ ہماری رائے میں پرندوں کا آنا تحقیق ہے۔

اس عبرتناک واقعہ کے چند دن بعد عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ تجارت کا مال لیکر ملک شام میں گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کچھ روز مدینے ٹھہرے۔ وہیں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

جب عبدالطلب نے یہ خبر سنی تو بڑا صدمہ ہوا اپنے دوسرے فرزند زبیر کو مینے روانہ کیا یہ ابھی راہ میں تھے کہ عبداللہ نے رحلت فرمائی۔ بہر حال تجھیز و تکفین کی وقت زبیر پہنچ گئے اور دارنا بوعہ کی سرائے میں اپنے پیارے بھائی کو پیوند زمین کیا۔ عبداللہ ابوطالب اور زبیر تینوں حقیقی بھائی تھے جو عمر و بن عاص کی بیٹی فاطمہ کے بطن سے تھے۔ عبداللہ کی جائیداد ایک لوٹدی ام مین۔ پانچ اونٹ بکریوں کا ایک مختصر سا ریوڑ ایک تلوار اور تھوڑی سی چاندی اُن کے مرنے کے بعد برآمد ہوئی جو اُن کے وارث کے لئے اٹھا رکھی گئی۔

عبداللہ کے والد ماجد عبدالطلب کے واقعات زندگی میں سب سے مشہور واقعہ چاہ زمزم کا ہے۔

زمزم پہلے ایک چشمہ تھا۔ جب ہاجرہ اپنے نورعین حضرت اسمعیلؑ کو لیکر اس جگہ آئیں جہاں اب خانہ کعبہ ہے تو ان کا پانی ختم ہو گیا۔ اسمعیلؑ پیاس سے بیقرار تھے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگیں۔ اتفاق سے کنکروں اور پتھروں کے نیچے پانی کے نشان دکھائی دئے۔ کنکر پتھر ہٹائے تو چشمہ نمودار ہوا۔ انہوں نے

چشمے کو محفوظ رکھنے کے لئے اُس کے گرد اگر دمنڈیر بنا دی۔ بسوں تک یہ چشمہ جاری رہا۔ جب عمر بن حارث جبرہمی عذاب الہی کے خوف سے یہاں سے بھاگا تو جاتے ہوئے قیمتی مال اور اسباب اس چشمے میں ڈال کر دیواریں توڑ گیا اور تپھروں اور کنکروں سے اس کو پاٹ گیا۔ اُس زمانہ سے مدتوں تک یہ چشمہ پٹا پڑا رہا اور سیکڑوں برس گزر گئے کسی کو اس طرف خیال بھی نہیں ہوا۔

عام الفیل کے سال عبدالمطلب کو عالم رویا میں بشارت ہوئی انہوں نے اپنے بیٹے حارث کو لیکر تین دن تک اس مقام کو کھودا اور چوتھے دن پانی چمکا۔ اس طرح قیمت نے چاہ زمزم کے احداث کا سہرا عبدالمطلب کے سر پر باندھا۔

جب عرب میں طوفان برپا تھا اور تمام دنیا میں وہ تارکی چھا رہی تھی کہ جس سے بوجہ ظلمت اور عالمگیر تیرگی کے چشم ہوش خیرہ تھی۔ نور توحید دکھائی دینے سے رہ چکا تھا۔ قریش نے خدا کے گھر کو بت خانہ بنا رکھا تھا۔ اور فطرت کی چنگاریاں بت پرستی کی راکھ سے پلے ورپے دبائی جا رہی تھیں۔ عبد اللہ کے گھر میں نور قدرت فتنہ نوازی جہان کے لئے بشکل انسان مجسم ہو کر آفتاب عالمتاب کی طرح بطن آمنہ سے مین وسعادت کے ساتھ طلوع ہوا یعنی عبدالمطلب کے ہاں پوتا پیدا ہوا۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دُعائے خلیل اور نوید مہجا

جب اس ضیائے چشم ایمان کا چہرہ نورانی فلک کہن سال نے دیکھا۔ تو صدق دل سے دعائیں دیں ماور گیتی نے جوش مسرت میں بلائیں لیں۔ کفر حیران ہوا۔ اقبال بلاگردان ہوا۔ ایوان کسرے کے چوداں کنگرے گر گئے۔ آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے روشن تھا بجھ گیا۔ چشمہ سا وہ خشک ہو گیا۔

علامہ عبد اللہ ابوری کتاب الانوار میں جناب عبدالمطلب کی زبانی لکھتے ہیں کہ موقع ولادت پر وہ کیسے میں تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بت جو کعبہ کے ارد گرد تھے گر پڑے اور ہبل جو سب سے بڑا بت تھا وہ بھی قائم نہ رہا اور کعبہ پر کئی قندیلیں روشن

ولادت

ہو گئیں ہم کہتے ہیں کہ ایوان کسرے کے کنگرے۔ کیا یہ کہنا چاہئے کہ کفر کے مینار تمام منہدم ہو گئے۔ آتش کدہ فارس کیا دوزخ ضلالت اور آذر کدہ گمراہی سرد ہو گئے۔ پہل کیا گرا بلکہ تمام جہان کے صنم خانے اور بت کدے ویران ہو گئے مجوسیت کے نخل پر بھی بجلی گر گئی نصرانیت کی پشت پر ژالہ باری ہو گئی۔ جہالت کی عالمگیر تاریکی کا فور ہو گئی۔ بدگمانی دود ہو گئی۔ گناہ کے پودے کٹلانے لگے۔ توحید کے باغ لہلہانے لگے اور مکہ سے آفتاب ہدایت نے طلوع ہو کر اخلاق کی مقدس روشنی ہر طرف پھیلا دی۔ جب آپ کشور اجسام میں عالم ارواح سے تشریف لائے تو قدرت نے زبان حال سے پچکار کر کہاں سے گنبد گردوں۔ گردش لیل و نہار۔ چکلتے ہوئے ستاروں اور برستے ہوئے بادوں دیکھتے رہنا یہ تیم عرب یہ جگر گوشہ آمنہ جو آج عالم وجود میں آتا ہے۔ حکمران عرب فرمانروائے عالم۔ شہنشاہ کونین۔ ہادی سالکان۔ رہبر کاملان۔ راہ نمائے عارفان۔ مرشد زراہدان پتھر آخر الزمان اور محبوب خدا ہو گا۔

تاریخ ولادت میں اتفاق رائے نہیں ہے مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محو پاشا فلکی نے بہ دلائل ریاضی ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول روز و ثننبہ مطابق ۲۰ اپریل ۱۷۵۷ء ہوئی تھی۔ سعید نے لکھا ہے کہ آپ بارہویں ربیع الاول کو بوقت صبح پیدا ہوئے۔ شیخ امام شمس الدین محمد بن سالم کتاب جعفر کبیر میں تحریر کرتے ہیں کہ امر صحیح یہ ہے کہ آنحضرت شہر ربیع الاول بنیسان نوشیروان کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ بنیسان کا مہینہ ہمیشہ اپریل کے مطابق ہوتا ہے۔ مروج الذهب سعودی سے سال ظہور قدسی ۱۷۵۷ء معلوم ہوتا ہے۔

مختصر التواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم کی عمر تقریباً آٹھ سال کی تھی۔ جسوقت نوشیروان کا انتقال ہوا۔

ربیع الاول اہل عرب کے رو سے خریف کا پہلا مہینہ ہے اس مہینے میں گھاس لگتی ہے۔ درختوں میں پھول لگتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے۔ اہل اسلام اس ماہ کو شہر مولد النبی کہتے ہیں اسے بہت تبرک سمجھتے ہیں اور علمائے عربین شریفین بڑے اہتمام سے شہر

دوازدهم کو مجلس مولود کرتے ہیں۔

شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد مرحوم تاریخ و ماہ و یوم و سن ولادت باسعادت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ آپ عام الفیل میں دو شنبہ کے دن بارھویں ربیع الاول ۵۷۰ کسریٰ کو دنیا میں ظہور فرما ہوئے ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک چھ ہزار ایک سو تیرہ برس کا فاصلہ ہے۔

جناب کا نسب حضرت آدم تک اس طرح بیان ہوتا ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرثد بن کعب بن لؤس بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اؤد بن ہمیج بن سلمان بن ثابت بن حل بن قینار بن اسمعیل بن ابراہیم بن آذر بن ناخور بن شاردوخ بن ارغوب بن فالخ بن غابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لاکٹ بن مثنو شالخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیش بن آدم علیہ السلام۔

نسب نامہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عدنان تک تو متفق علیہ ہے پھر مختلف قیادار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق اس کے بعد پھر مختلف قیادار پھر نوح علیہ السلام سے آدم تک متفق علیہ۔ جناب سرور کائنات اپنے آپ کو عدنان تک منسوب فرماتے تھے۔

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد زندہ تھے یا وفات پا چکے تھے۔ ایسا سوال ہے کہ اس میں علماء کو بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے بعض کم و بیش بعض کہتے ہیں کہ آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیل مہینے کے بعض کہتے ہیں چھ سال کے مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد دنیا سے فانی سے رحلت گزریں ہوئے۔ بہر حال آپ درویشی کے لذت چشیدہ ضرور تھے۔ اقبال کہتا ہے

ہے تیری کچھ نزل سے آشنا سلام کی پہلے رکھی تھی تیریوں نے بنا سلام کی

باب (۳)

رضاعت اور عہدگی طفلیؐ

آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی عمر چودہ پندرہ سال کی تھی آپ اس وقت اپنے مرحوم شوہر کے مکان میں تھیں جو مکہ معظمہ کے محلہ قریش بطاح میں واقع تھا۔ یہ وہی مکان تھا جو بعد ازاں عقیل بن ابوطالب نے حجاج بن یوسف کے پاس فروخت کر دیا تھا اور اس سے اُس کے بھائی محمدؐ نے خریدا اور آخر کار خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں مسجد میں شامل ہو گیا۔

جب عبدالمطلب نے حضرت کی ولادت کی خوشخبری سنی تو فوراً تشریف لائے اور آپؐ کو گود میں اٹھا کر لے گئے اور کعبہ کا طواف کر کے خدا کا شکر کیا۔ ولادت کے ساتویں دن جناب عبدالمطلب نے ایک مینڈھا ذبح کر کے آپؐ کا عقیقہ کیا۔ آپؐ مختون پیدا ہوئے تھے اسلئے رسم ختنہ عمل میں نہیں آئی۔ عبدالمطلب نے آپؐ کا نام قثم رکھا تھا مگر اپنی نیک نہاد بہو کے اصرار سے وہ نام بدل کر محمدؐ نام رکھ دیا۔

کہتے ہیں کہ جناب آمنہؓ کے خواب میں ایک فرشتہ آیا۔ اور اُس نے کہا کہ تیرے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور خدا کا حکم ہے کہ تو اس کا نام احمدؐ رکھیو۔ حضرت دونوں ناموں یعنی محمدؐ اور احمدؐ سے پکارے جاتے تھے۔ لوگوں نے عبدالمطلب سے پوچھا کہ یہ نام نہ تو تمہارا خاندانی نام ہے نہ قومی یہ نام کیوں رکھا عبدالمطلب نے کہا۔ اسلئے کہ میرا لڑکا خدا کرے ایسا ہو کہ آسمان پر فرشتے اور زمین پر لوگ اس کی تعریف کریں۔

آپؐ کو آپؐ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ جناب آمنہؓ حضورؐ کی والدہ ماجدہ۔

۲۔ ثویبہ کنیز ابولہب۔ جب ثویبہ نے آپؐ کو دودھ پلایا تو اُس کی گود میں جو لڑکا تھا

اس کا نام مسروح تھا جو گویا آپ کا رضاعی بھائی ہو گیا۔ ثویبہ نے اور لوگوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔ آپ سے پشتروہ آپ کے چچا حضرت حمزہ اور ابوسفیان بن حرت آپ کے چچا زاد بھائی کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ ابولہب کو مزوہ ولادت آنحضرتؐ سب سے پہلے ثویبہ نے ہی سنایا۔ ابولہب اس وقت اسقدر خوش ہوا کہ ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ خدا کی شان یہ وہی ابولہب تھا جو بعد ازاں آنحضرتؐ کا اسقدر سخت دشمن ہو گیا۔

(۳) خولہ بنت منذر۔ (۴) آپ کی لونڈی ام ایمن۔ تین اور عورتیں جن کا نام عامکہ تھا (۸) حلیمہ سعدیہ۔

حلیمہ سعدیہ قبیلہ سعد بن بکر سے اور نسل ہوازن سے تھیں۔ ان کے باپ کا نام ابو ذؤب تھا۔ عرب کے قدیم دستور کے بموجب حلیمہ سعدیہ اور ان کی برادری کی اور عورتیں رضاعت کے لئے جب بچے تلاش کرنے لگتے ہیں آئیں سب کو تو بچے مل گئے مگر حلیمہ کو نہ ملا۔ انہوں نے خالی ہاتھ جانا پسند نہ کیا عالم مجبوری میں اس دُرّ تھیم کو گود میں لے لیا اپنے فرود گاہ پر لے آئیں اور دودھ دیا۔ آنحضرتؐ کے آتے ہی حلیمہ کے گھر میں سعادت کے ساتھ برکت آگئی۔ فراخی کے دروازہ کھل گئے۔ اونٹنی چوشکستہ حال اور کمزور تھی تازہ دم ہو گئی۔ دودھ اتر آیا اور حلیمہ کا بھی اسقدر دودھ ہونے لگا کہ آنحضرتؐ اور اس کا اپنا بچہ دونوں سیر ہو جاتے تھے اور وہ رات کو اطمینان سے سو جاتی تھیں ان ایام میں مکہ کے گرد و نواح میں قحط تھا لوگ فاقہ کر رہے تھے۔ مویشی سوکھ سوکھ کر مر جاتے تھے۔ حلیمہ کے گلہ پر خدا نے اسقدر مہربانی کی کہ اس کے جانور موٹے تازے ہو گئے۔

آنحضرتؐ کو والدہ نے دودھ سات دن دیا۔ ثویبہ نے آٹھ دن دیا۔ بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپ کو لیگی تو آپ کی عمر کم و بیش ایک ماہ کی تھی جب عمر شریف دو برس کی ہوئی تو حلیمہ آپ کو مکے میں لائیں اور جناب آمنہ سے کہا کہ اگر آپ چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو ان کے قویٰ خوب مضبوط ہو جائینگے دوسرا یہ کہ مکہ میں آجکل وبا ہے۔ اگر میرے پاس رہینگے۔ تو وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں وبا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جناب آمنہ نے یہ بات منظور فرمائی اور

حلیمہ آپ کو واپس لے گئیں۔

آنحضرتؐ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا جو بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہوا۔ آپ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن حارث تھا۔ آپ کی رضاعی بہنیں انیسہ۔ خدیفہ تھیں اور جذامہ جو شیاء کے لقب سے مشہور تھیں اکثر شیاء ہی آپ کو گود میں لئے پھرا کرتی تھیں اور لوریاں دیا کرتی تھیں۔

آپ کو قدرت نے غیر معمولی قوت نشوونما عطا کی تھی۔ ابھی آپ آٹھویں مہینے میں تھے کہ آواز سے باتیں کرنے لگے نو دن ماہ کی عمر میں اظہار مطلب کرنے لگے۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ آپ گیارہ مہینے کے تھے اور دائی کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اس کا گنہ بھیتروں کا ادھر سے گذرا۔ اس گنہ میں سے ایک بھیترا آئی اور آپ کے سر مبارک سے منہ لگا کر چلی گئی۔

جب آپ دو برس کے ہوئے تو آپ کی امان نے آپ کا درد بڑھا دیا۔ چونکہ امان کو آپ سے اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار تھا اس لئے آمنہ خاتون کی اجازت سے آنحضرتؐ کو اپنے پاس ہی رکھا۔

جب آپ چار سال کے ہوئے تو اپنے رضاعی بھائی اور بہنوں کے ساتھ جو بکریاں چراتے تھے جنگل میں کھیلنے چلے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا رضاعی بھائی بدحواس روتا ہوا گھرا آیا۔ اور کہنے لگا امان بھائی محمد کا پیٹ ایک اجنبی نے چاک کر ڈالا۔ یہ بہ ہوش رہا خبر سن کر میاں بیوی دیوانہ وار دوڑے ہوئے وہاں گئے جہاں آپ بیٹھے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ حلیمہ نے نہایت پتہابی سے دوڑ کر گلے سے لگا لیا۔ منہ چوما اور کہا بیٹا خیریت تو ہے۔ آپ نے کہا امان خیریت ہے۔ میں وہاں کھڑا تھا کہ تین شخص آئے ایک ہاتھ میں چاندی کی صراحی اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز طشت زمرود کا تھا۔ وہ مجھے آہستہ اٹھا کر ہاٹکی چوٹی پر لے گئے۔ مجھے آہستہ سے لٹا کر میرا سینہ چاک کر ڈالا اور میرے سینے میں سے کوئی کالی کالی چیز نکال کر پھر اسی طرح سینہ کر دیا مگر مجھے نہ تو درد ہوا نہ زخم ہوا۔ اب میں بالکل تندرست ہوں۔ ان دنوں عرب کے لوگوں کو بھوت اور

پریت کا بہت یقین تھا۔ حلیمہ یہ حال سن کر ڈر گئی۔ اور مناسب یہی سمجھا کہ آپ کو آپ کے دادا اور اماں جان کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ناچار اتانے سنگ مفارقت سینے پر رکھ لیا اور آپ کو لیکر کتے کی طرف روانہ ہوئی۔ جب گھر کے قریب پہنچی تو آپ کھوئے گئے۔ حلیمہ نے بہت ڈھونڈا کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر روتی ہوئی عبدالمطلب کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اس بندی پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے مجھ کہیں کھویا گیا۔ یہ خبر سن کر عبدالمطلب بھی پریشان ہوئے اور آنحضرت کی تلاش میں نکلے۔ تلاش کرتے ہوئے وادئی تہامہ میں جانکے۔ وہاں آپ کو ایک درخت کی شاخ پکڑے ہوئے کھڑا دیکھا۔ عبدالمطلب نے اور ورقہ بن نوفل نے جو راستہ میں ان کے ساتھ ہو لیا تھا پوچھا کہ صاحبزادے تم کون ہو۔ تو اپنے کہا۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا کہ میں عبدالمطلب ہوں۔ یہ کہا اور آپ کو گلے سے لگالیا۔ اور اونٹ پر بٹھا کر گھر لے آئے۔ اس وقت جوشِ محبت اور سرت سے آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جب حلیمہ نے آپ کو دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اٹھ کر گلے سے لگالیا۔ اور پیار کیا۔ آمنہ خاتون نے کہا کہ تمہیں تو میرا بچہ رکھنے کی بڑی تمنا تھی اب تم آپ سے آپ کیوں لے آئیں۔ اتا نے کہا کہ میں تو اس کو سر آنکھوں سے رکھتی مگر مجھے ڈر ہے اسے آسیب نہ ہو جائے پھر سینہ مبارک چاک ہونے کا تمام واقعہ سنایا۔ آمنہ خاتون نے کہا کہ جب یہ پیدا ہوا تھا تو میں نے دیکھا تھا۔ کہ میرا گھر خوبصورت عورتوں سے بھر گیا ہے۔ پہلے مجھے گمان ہوا کہ عبدمناف کے گھرانے کی لڑکیاں ہیں مگر یہ عورتیں وہ نہ تھیں۔

اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفا شیرخوار بچوں کو اطراف کے قصبات اور دیہات میں بھیج دیتے تھے اس میں مصلحت اور حکمت یہ تھی کہ ان کے بچے بدوؤں میں رہ کر فصاحت کا جوہر پیدا کر لیں۔ اور ماں باپ کے ناجائز لاڈ اور پیار سے ان کی عادتیں خراب نہ ہو جائیں۔ ہوازن کا قبیلہ بلاغت اور فصاحت کے لئے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ سرور کائنات فرمایا کرتے تھے کہ میری فصاحت کی وجہ یہ ہے کہ میں قریش کے خاندان سے ہوں۔ اور میری زبان ہوازن یعنی بنی سعد کی زبان ہے

آنحضرت چار سال انا کے ساتھ رہے اور پورے دو سال اپنی پیاری اماں جان کے پاس رہے۔ جب جناب کی عمر چھ سال کی ہوئی تو جناب آمنہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لیکر مدینے تشریف لی گئیں۔ اور وہاں جا کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر دیکھی۔ وہاں آپ پورا ایک مہینہ قیام فرما رہیں۔ واپسی پر جب آپ کا گزر مقام البواہ میں ہوا جو جحفہ سے ۲۳ میل پر ایک گاؤں ہے تو آپ کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کی گئیں۔ حسن اتفاق سے آپ کی دائہ ام امین ساتھ تھی۔ وہ آپ کو لیکر مکہ میں آئیں اور عبدالمطلب کے پاس لے گئیں۔ وہ اپنے معصوم پوتے کی بیکسی سے بہت مغموم ہوئے اُس کو اپنے پاس رکھ لیا اور نہایت شفقت سے پرورش کرنے لگے۔ اور ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ عبدالمطلب کے گھرام امین آپ کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عبدالمطلب آپ کو تمام بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ عبدالمطلب کیلئے مقام حجر میں خاص فرش بچھایا جاتا تھا جس پر صرف وہی بیٹھا کرتے تھے۔ اور تمام بیٹے گرد کسی کی مجال نہ تھی کہ اس فرش پر قدم رکھے۔ آپ عہد طفلی کی سادگی سے بے تکلف اس فرش پر چلے جاتے تھے یہ دیکھ کر آپ کے بعض چچا آپ کا ہاتھ پکڑ کر چاہتے تھے کہ فرش سے نیچے اُتار لیں۔ مگر عبدالمطلب ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے آنے دو۔ میرے اس بیٹے کی خاص شان ہوگی۔

ایک دن اسی فرش پر آپ عبدالمطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ نجران کا نصرانی راہب اُن سے ملنے آیا۔ اُس نے آنحضرت کو بغور دیکھا اور کہا ہماری کتابوں میں جس پیغمبر کے آنے کا ذکر ہے۔ وہ یہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کون ہے۔ عبدالمطلب نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا کہ اس آئیوالے پیغمبر کا باپ زندہ نہیں ہو چاہئے تب عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہاں یہ میرا پوتا ہے۔ راہب کے جانے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ سنئے ہو راہب نے کیا کہا جہانت تک ہو سکے اس اپنے بھتیجے کی حفاظت کرو۔

جب آپ سات برس کے ہوئے تو آپ کی آنکھیں دکھنے آئیں۔ بہت علاج

کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کسی نے کہا کہ عکاظ میں لیجاؤ وہاں ایک کاہن آنکھوں کے علاج میں کامل ہے۔ عبدالمطلب آنحضرتؐ کو اس کاہن کے پاس لے گئے۔ کاہن اپنی خانقاہ میں دروازہ بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ ہر چند دستک دی اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ ناگاہ زلزلہ آیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ خانقاہ گرنے کو ہے۔ کاہن گھبرایا اور فوراً باہر آیا اور آنحضرتؐ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ عبدالمطلب یہ لڑکا پیغمبر ہوگا۔ پھر اُس نے آپ کی آنکھوں میں دوائی لگائی اور تھوڑی سی ساتھ دیدی کہ اگر پھر ضرورت ہو تو لگا دینا (سیرۃ الحلیۃ صفحہ ۱۲۱)

افسوس کہ جد امجد کا سائے بھی صرف دو سال آپ کے سر مبارک پر رہا۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس کی تھی تو جناب عبدالمطلب نے بیاسی سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا اور حجوں میں دفن کئے گئے جب جد امجد کا جنازہ اُٹھا تو آپ ساتھ تھے۔ فرط محبت سے زار زار رو رہے تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عبدالمطلب کی چھ بیٹیاں تھیں۔ صفیہ بڑھ۔ عاتکہ بیٹھا۔ اُمیثمہ اور اردی جب عبدالمطلب کا آخری وقت آیا تو ان کو بلوایا اور کہا کہ تم نے جو مرثیہ کہنا ہے وہ اس وقت کہو تاکہ میں بھی سن لوں۔ باپ کی خواہش کے بموجب سب نے ایک مرثیہ تیار کر کے سنایا۔ باپ نے سنا اور سر کے اشارہ سے کہا کہ اچھا ہے۔ پھر عبدالمطلب پر اُس نیند نے غلبہ کر لیا کہ جس سے قیامت سے پہلے کوئی نہیں جاگ سکتا۔ عبدالمطلب نے مرتے وقت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا۔ عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے عبد اللہ اور ابوطالب حقیقی بھائی ایک ہی والدہ کے بطن سے تھے۔ اسلئے جناب عبدالمطلب نے ازراہ دُور اندیشی ابوطالب کو کفالت کے لئے منتخب کیا۔ ابوطالب کی جناب سرور عالم سے کمال محبت تھی انہیں اپنے بچوں سے بڑھ کر چاہتے تھے۔ آپ کو ساتھ لیکر سویا کرتے تھے اور جب باہر سے جاتے تھے تو ساتھ لیکر جاتے تھے۔ جب دسترخوان پر کھانا آتا تھا تو جب تک آنحضرتؐ نہ آجائیں کسی بچے کو کھانا کھانے کی اجازت یا مجال

نہ تھی۔

عبدالطلب کی وفات کے بعد مکہ کی امارت بنی ہاشم کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اور بنی امیہ کا خاندان بنی ہاشم پر غالب آگیا۔ بنی ہاشم سخاوت اور مہمانی کے لئے مشہور تھے۔ سقایہ اور رفاہیہ ایسے کام تھے جن پر خرچ آمدن سے زیادہ تھا۔ رفتہ رفتہ حضرت ابوطالب کو تنگی نے آگھیرا مگر عسرت کے زمانہ میں ہی آپ اپنے نیک نہاد بھتیجے کی ویسی ہی تواضع اور دلجوئی کرتے رہتے تھے۔ اس وقت عہدہ دار حسب ذیل تھے۔

رفادہ۔ اس کام پر ابوطالب مامور تھے۔

سقایہ۔ چاہ زمزم کی تولیت حضرت عباس کے اختیار میں تھی۔

اموال یعنی ہتھم خزائنہ حرث بن قیس تھے۔

دیت۔ یعنی خون بہا کی خدمت حضرت ابو بکرؓ کے سپرد تھی۔

لوا۔ یعنی علمبرداری کے کام پر ابوسفیان تھا۔

سفارت یعنی اندرون اور بیرون قضیوں کا فیصلہ حضرت عمرؓ کے سپرد تھا۔

حجاب یعنی خانہ کعبہ کی وارڈنگی حضرت عثمانؓ کے دست قدرت میں تھی۔

قبۃ یعنی سواروں کی انفری ولید بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ازلام یعنی ہبل بت کا نام لیکر تیروں سے فال نکالنا بنی امیہ کے سپرد تھا۔ فال نکالنے

کی فیس سو درہم تھی۔

جب جناب کی عمر دس برس کی ہوئی تو آپ نے بکریاں چرائیں۔ عرب میں بکریاں

چرانا معیوب نہ تھا۔ اس زمانہ کو بعد ازاں جناب یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ

چند اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے۔ اصحاب پر توڑ کر کھانے لگے اپنے

فرمایا کہ جو پر سیاہ ہو جاتے ہیں خوب مزے کے ہوتے ہیں یہ میرا اس زمانہ کا تجربہ ہے

جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا (دیکھو طبقات ابن سعد صفحہ ۸۰)۔ خدا کی شان

اس نوجوان چرواہے نے انسانوں کا گلہ بان ہونا تھا۔

مسٹر مارگولوس اور اس کے ہم خیال مورخوں کا خیال ہے کہ عبدالطلب کی اولاد

آنحضرتؐ کو اچھا نہ سمجھتی تھی۔ اس خیال کی تائید میں وہ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایک دفعہ چند اونٹ خریدے جو کہیں چر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت حمزہؓ کا وہاں گذر ہوا۔ اس وقت وہ نشے میں سرشار تھے ایک اونٹ کو پکڑ کر اسے ذبح کیا اور اُس کے دل اور جگر کے کباب بنائے۔ اس وقت آنحضرتؐ بھی وہاں آگئے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت کی۔ حضرت حمزہؓ نے بگڑ کر آپؐ کو اپنے باپ کا غلام کہا۔

یہ خیال ان مورخوں کا بالکل غلط ہے۔ انہوں نے بوجہ تعصب بات کا تنگروہ بنا لیا ہے۔ اگر کسی کی زبان سے نشے میں کوئی ناشائستہ کلمہ نکل جائے تو اس سے کچھ کا کچھ نتیجہ نکال لینا دانشمندی سے بعید ہے۔ دراصل عبدالمطلب اور ان کی اولاد آپؐ کو سمجھ کا تارا سمجھتی تھی۔

گلہ بانی کے ایام میں آپؐ نے ایک دن صحت سمر یعنی بزم قصہ خوانی میں جانے کا ارادہ کیا۔ اہل عرب قصوں اور کہانیوں کے عاشق تھے اور قصہ گوئی کی محفلیں اکثر رات کو مرتب ہوا کرتی تھیں۔ جس دن آپؐ نے شامل ہونا چاہا راہ میں آپؐ ایک جگہ ٹھہرے کہ بے اختیار نیند آگئی اور جب آنکھ کھلی تو تڑپ کا ہوجکا تھا۔ دوسرے دن پھر اسی نیت سے روانہ ہوئے پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر آپؐ کبھی نہ گئے۔ بچپن سے آپؐ کو بتوں سے اس قدر نفرت تھی کہ جو چیز ان پر چڑھائی جاتی تھی وہ نہ کھاتے تھے۔

اب جناب رسالت مآب کی عمر تیراں سال کی ہو گئی۔ لکھا ہے کہ آپؐ عہد طفلی میں نہایت خداترس۔ جم۔ شجاع۔ متین۔ صادق القول۔ باجیا۔ امین اور بہمہ صفات محمودہ متصف تھے اور جمیع خصائل رؤیہ اور افعال مذمومہ سے متنفر آپؐ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔

ایک دفعہ قریش مرمت کعبہ کر رہے تھے آپؐ بھی پتھر بڑھو رہے تھے۔ پتھر دس آپؐ کا کندھا چھل گیا۔ عباسؓ جناب کے چچا نے کہا۔ ازار کندھے پر رکھ لو۔ آپؐ نہ مانتے تھے۔ انہوں نے زبردستی رکھی دی اور آپؐ برہنہ رہ گئے۔ برہنگی کی وجہ سے

آپ اسی وقت یہوش ہو گئے۔

آپ کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کی یہاں تک شہرت ہوئی۔ کہ لوگ کہنے لگے کہ اگر کسی نے کوئی جوان صلح دیکھنا ہے تو وہ ابن عبد اللہ کو دیکھے۔

آپ کی عمر تیراں سال کی تھی کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا جب وہ گھر سے نکلے تو حضرت اُن سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے اُنکے اونٹ کی نکیل تھام لی۔ اور فرمایا چچا مجھے اکیلا کیوں چھوڑے جاتے ہونہ میری ماں ہے نہ باپ۔ ابو طالب کا دل بھرا آیا۔ اور سفر میں ساتھ لے گئے۔ عام مورخین لکھتے ہیں۔ کہ جب ابو طالب بصری میں پہنچے۔ تو بچرا راہب اپنے گرجا میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے آپ کو دیکھا اور علامت نبوت سے تاڑ گیا۔ ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور درختوں کی ٹہنیاں آپ پر جھکی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھ کر بچرا نے ابو طالب اور اُن کے ساتھیوں کے لئے کھانا پکوا یا۔ اور آپ کی دعوت کی اور حضرت کو اپنی گود میں بٹھا کر اُن کے بدن کو اچھی طرح سے دیکھا۔ پھر ابو طالب سے اُن کے حالات دریافت کئے۔ ابو طالب نے جو حالات بیان کئے۔ وہ بالکل اُس کے موافق تھے جو اُن کی کتابوں میں لکھا تھا۔ بچرا نے آپ کی نہر نبوت کو بھی دیکھا۔ جو آپ کی پشت پر تھی اور ابو طالب سے کہا کہ ان کو مکہ لیجاؤ۔ یہ لڑکا نبی ہونے والا ہے۔ کہیں یہودی اس کو مار نہ ڈالیں۔

سر ولیم میور۔ ڈریسپر اور مرگولوس اس قصہ کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب کے حقائق اور دقائق اسی راہب سے سیکھے۔ ہماری رائے میں یہ قصہ نر افسانہ ہے اور اُن لوگوں کا طبع زاوہ ہے جو جھوٹی احادیث گھڑنے کے عادی تھے۔ وجوہات یہ ہیں۔

- (۱)۔ تعجب ہے کہ ایک ۱۳ سالہ بچہ نے راہب سے سب کچھ سیکھ لیا۔
- (۲)۔ اگر اس بچے میں فوق العادت طاقت تھی۔ تو اُسے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔
- (۳)۔ بخاری اور مسلم میں اس قصہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

(۴) ترمذی اس قصہ کو بیان کرتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے اعتبار پر جو سخت بے اعتبار ہیں اور جن میں سے کوئی بھی عینی شہادت نہیں دے سکتا۔
 (۵) بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ بھی شریک تھے۔ حالانکہ اس وقت حضرت بلالؓ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ چپے تھے۔ ان ایام میں ہر چند کہ تجارت ملک میں محدود تھی لیکن چار بڑے بازار تھے یعنی راءعکاظ (۲) ذوالحجاز (۳) مجنہ (۴) حباشہ۔

ان سب میں زیادہ تر مشہور سوق عکاظ تھا۔ جو نخلہ اور طائف کے درمیان فتنق کے لوق و دوق میدان میں ذیقعدہ کی پہلی سے پینسویں تاریخ تک لگاتا تھا۔ اسے قدیم یونان کے سالانہ میلہ کی طرح عرب کا المپیا کہنا چاہئے۔ اس میلے میں شعرا قصیدے سناتے تھے۔ کاہن امید و بیم کا مرقع دکھاتے تھے۔ گویے تان سین کو انگلی پر سچاتے تھے۔ ارباب نشاط لوگوں کو قیس اور فرہاد بناتے تھے۔ میلہ کیا تھا۔ بدستی اور بادہ پرستی کا طوفان تھا۔ طرح طرح کی سیہ کاریاں اور خوشخواریاں اس میلے میں ہو گزرتی تھیں۔ فجار کی چار خوشخوار لڑائیاں اسی بازار عکاظ میں ہوئیں۔

پہلی لڑائی کے وقت آنحضرتؐ کی عمر دس سال کی تھی۔ یہ اس بات پر ہوئی کہ بدر بن معشر غفاری نے جو ایک مشہور شہسوار تھا۔ خود پرستی کے جوش میں کہا کہ اگر کسی کو میری برابری کا دعویٰ ہے تو آؤ میری ٹانگ پر وار کرے یہ کہا اور ٹانگ آگے بڑھا دیا اس نے یہ کہا ہی تھا۔ کہ کسی شخص نے مجمع سے نکل کر تلوار کا ایک بھر پورا ہاتھ مارا۔ بدر کے ہمراہیوں کو تاب نہ رہی حملہ آور کو قتل کر ڈالا۔ اس پر فضول کی قوم اور غفاریوں میں وہ تلوار چلی۔ کہ تمام بازار لالہ زار ہو گیا۔

فجار ثانی کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک عورت نبی عامر سے ایک قریشی جوان نے دل لگی گی۔ اس پہ نبی عامر اور نبی کنانہ میں وہ تلوار چلی کہ ہزاروں کا کھیت رہا۔ تیسری لڑائی کی یہ وجہ ہوئی کہ نبی کنانہ میں سے کسی نے نبی عامر میں سے کسی کا قرض دینا تھا۔ قرض خواہ نے تقاضا کیا۔ اس پر آتش فساد بھڑک اٹھی اور خوب ہی

عکاظ

فجار کی پہلی لڑائی

فجار کی دوسری لڑائی

فجار کی تیسری لڑائی

فجاری کی جو تھی
لڑائی

خون ریزی ہوئی آخر کار عبداللہ بن جردعان نے قرض اپنے ذمہ لیا اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔
فجاری کی جو تھی لڑائی سب سے سخت تھی۔ اس میں آنحضرتؐ بھی شریک تھے۔
اس وقت آپؐ کی عمر تخمیناً چودہ سال کے قریب تھی۔ اس معرکے نے چھ دن خاص مکے
میں میدان جنگ گرم رکھا۔ یہ لڑائی اس طرح سے ہوئی نعمان والے حیرہ ہر سال تجارت
کے لئے ایک قافلہ کاظ بھیجا کرتا تھا۔ ایک سال جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو اُس کے
دو بار میں براض اور عروۃ الرجال موجود تھے۔ براض کنانہ کی قوم سے اور آخر الذکر
ہوازن کے قبیلے سے تھا۔ براض نے کہا کہ میں بنی کنانہ کی طرف سے ذمہ دار ہوں
وہ اس قافلہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا دیکھا۔ نعمان نے کہا مجھے ایسا آدمی چاہئے
جو اہل نجد اور باشندگان تہامہ دونوں کا ذمہ دار ہو۔ عروہ بول اٹھا کہ میں دونوں
کا ذمہ دار ہوں۔ براض نے خفا ہو کر کہا۔ کیا تو میری قوم کا بھی ذمہ لیتا ہے۔ عروہ
نے کہا ہاں۔ براض خفا ہو گیا اور کارواں کے ساتھ اس غرض سے ہولیا کہ راہ میں عروہ
کو ذلیل کرے۔ ایک مقام پر عروہ نے بہت سی شراب پی اور سو گیا۔ براض اسی وقت
کا منتظر تھا تو اس وقت کے آپہنچا عروہ کی آنکھ کھلی تو سر پر قضا کو موجود پایا اور معافی کا
طالب ہوا۔ مگر براض نے نہ مانا اور بے دریغ اس کا سر قلم کر دیا۔ جب یہ خبر عکاظ میں
پہنچی۔ تو ہوازن کو سخت اشتعال آیا اور بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے۔ بنی کنانہ نے
بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ چھ دن تک لڑائی جاری رہی۔ اور ہزاروں جانیں تلف
ہو گئیں۔ اس لڑائی میں قریش کا رئیس اور سپہ سالار حرب بن امیہ تھا۔ جو اوسفیان
کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ جناب رسالتؐ اس جنگ میں موجود تھے۔
امام سہیلی نے لکھا ہے۔ کہ آپؐ نے کسی پر ہاتھ اسلئے نہیں اٹھایا۔ کہ لڑائی ایام الحرام
میں پیش آئی تھی جن ایام میں لڑائی منع ہے اور خدا نے صرف خدا کے نام پر لڑنے کا
حکم دیا ہے۔

ان لڑائیوں کو فجاری کی لڑائیاں اسلئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ان ایام میں ہوئیں
جن میں لڑنا ناجائز تھا۔

جب جنگ فجار سے لوگ تھکے ماندے گھروں کو واپس آئے تو ایک اور واقعہ پیش آیا۔ زبید کا ایک سوداگر کچھ اسباب لے کے مکے میں آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے بہت سا اسباب خریدا۔ اور جب اُس نے قیمت مانگی تو اُسے نکال باہر کیا۔ عاص نے مقتدر لوگوں سے فریاد کی۔ مگر عاص کے برخلاف آواز بلند کرنے کی کسی کو یہی جرأت نہ ہوئی۔ ہار کے وہ سوداگر کوہ البقیس پر چڑھ گیا۔ اور چیخ چیخ کر اپنی بیسی کا اظہار کیا۔ اس پر زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول پاک کے چچا تھے۔ اس قسم کی بداعتدالیاں روکنے کے لئے ایک محفل قائم کی۔ اور لوگوں کو جمع کیا۔ خاندان ہاشم زہرہ اور تیمم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے۔ اور وہاں یہ معاہدہ ہوا کہ معاہدین میں سے ہر ایک مظلوم کی حمایت کرے۔ اور ظالموں کو مکہ سے بدر کیا جائے۔ معاہدے کے بعد یہ لوگ عاص کے گھر گئے اور اُسے مجبور کر کے سوداگر کا مال واپس کرا دیا۔ اس معاہدہ کو مورخ حلف الفضول اسلئے کہتے ہیں کہ اول اول اس کا خیال فضیل بن حرث فضیل بن وداعت اور مفضل کو آیا اور اُن کے نام میں لفظ فضول کا مادہ داخل تھا۔ امام سہیلی کا یہ خیال ہے کہ یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ اس معاہدے میں یہ الفاظ تھے۔

تَرَوُا الْفُضُولَ عَلٰی اٰہِلِہَا

یہ معاہدہ اس وقت فضول ہی گیا اور کسی کو یاد بھی نہ رہا۔ لیکن آنحضرتؐ جو اس معاہدے میں شریک تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدے کے مقابلہ میں مجھے کوئی سُرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا۔ تو بھی میں نہ بدلتا اور ایسے معاہدے کے لئے آج بھی تیار ہوں۔

باب (۴)

سن رشد سے نبوت تک

حضرت سرور کائنات کا جدِ اعلیٰ ہاشم تاجر تھا۔ آپ کے پیارے چچا ابو طالب بھی سوداگر تھے۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے تو آپ نے بھی تجارت کو پسند فرمایا۔ آپ کے پکتے اور معاملہ کے کھرے تھے۔ ہر چند کہ آپ اُمّی محض تھے مگر طبیعت خدا نے معاملہ فہم عطا کی تھی۔ عالم الغیب نے کتابِ عالم آنکھوں کے سامنے کھول دی تھی قلیب سلیم مطالعہ میں مصروف تھا اور سینہ بے کینہ برآیتہ علم لدنی سے معمور تھا۔

عبد اللہ بن ابی اسحٰب سے روایت ہے کہ اُس نے ایک بار آپ سے کچھ معاملہ کیا۔ کچھ پورا ہو گیا اور کچھ باقی رہا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاقاً تین دن اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ تیسرے دن جب جائے وعدہ پر پہنچا تو آپ وہاں موجود تھے۔ آپ کے چہرے پر مطلق ناراضگی کے آثار نمودار نہ ہوئے صرف اتنا کہا کہ تم نے مجھے تکلیف دی میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔

اب سن شریف ۲۵ برس کو پہنچا۔ اس وقت آپ کی خوش معاملگی۔ راست بازی۔ سلامت روی۔ پاکیزگی خیالات۔ نیک نیتی اور دیانت کی ہر جگہ دھوم تھی۔ لوگ آپ کو امین کہتے تھے یہ اعلیٰ خطاب قوم کے ہر فرد بشر نے ہم آواز ہو کر آپ کی نذر کیا تھا۔ "الامین" وہ خطاب تھا جو آج تک کسی کو نہ ملا تھا۔ مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے آپ کی شہرت سنی تو آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لیکر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں۔ آپ کو اس سے دو چند دونگی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور مال تجارت لیکر بصرے تشریف لے گئے۔ دوسری کتابوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ابو طالب نے آپ سے کہا میری مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ خدیجہ ہر ایک

شخص کو اپنا مال تجارت دے کر بھیجتی ہے۔ تم اُس سے اپنے واسطے کہو گے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ وہ بہت جلد منظور کر لیگی۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے ذکر کیا انہوں نے جھٹ منظور کر لیا۔ اور اپنے غلام میسرہ کو آپ کی خدمت کیلئے ہمراہ کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ ایک خاندانی خاتون تھیں۔ ان کا خاندان پانچویں پشت میں جناب رسالت مآبؐ کے خاندان سے ملتا تھا۔ اور رشتہ کے لحاظ سے وہ آپ کی چچیری بہن تھیں۔ آپ کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ اسوقت یہ وہ تھیں۔ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ بہت مالدار تھیں۔

رسولؐ پاک نے مال تجارت شام میں فروخت کیا۔ اور بہت نفع کمایا۔ اور جلد واپس آگئے۔ واپسی کے وقت دوپہر کو مکے میں داخل ہوئے۔ اسوقت حضرت خدیجہؓ اپنے بالاخانہ پر جلوہ افروز تھیں۔ اسی تجارت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ناگاہ رسولؐ پاک کا ناقہ دکھائی دیا۔ آپ نے حضرت کو دیکھا اور بہت خوش ہوئیں۔ پھر جب میسرہ کی زبانی کامیابی سفر اور نفع کثیر کا حال سنا۔ تو آپ کے دل میں رسولؐ پاک کی محبت ہو گئی۔ آپ نے نفیسہ بنت مینہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ نفیسہ بنت مینہ نے کہا۔ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں بے سرو سامان ہوں۔ نفیسہ نے کہا اگر کوئی تشریف حسین عورت جو بڑی دولت مند اور شاندار ہے۔ اپنی جان اور مال آپ کے مندر کرنا چاہے۔ تو آپ کی کیا مرضی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا کون ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر آپ کو عذر نہ ہو۔ تو خدیجہؓ کو میں رضی کرتی ہوں۔ آپ نے منظور کیا۔ غرض واپسی کے تقریباً تین مہینے کے بعد نکاح ہو گیا۔ وقت نکاح ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے مکان پر موجود تھے۔ ابوطالب نے نکاح پڑھا اور پانسو طلائی درہم مہر مقرر ہوا۔

شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور رسولؐ پاک کی پچیس سال کی تھی اور آپ کے پہلے دو شوہروں سے آپ کے ہاں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

طبری لکھتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے رہنے کا مکان آخر کار امیر معاویہ نے خریدا۔ اور اُسے مسجد بنا دیا جو اب تک موجود ہے۔ آنحضرتؐ کو نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ سے کمال محبت تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ توجان و دل سے فریفتہ اور گرویدہ تھیں۔ نکاح کے بعد اپنے اپنا سارا مال نقد اور جنس آپ کے سامنے حاضر کر دیا۔ اور سرداران قریش کو بلا کر کہا کہ گواہ رہنا اب اس سب مال و اسباب کے آنحضرتؐ مالک و مختار ہیں۔ جیسے چاہیں صرف کریں۔ شادی کا حال سن کر آپ کی انا حلیمہ ہی آئیں۔ اور حضرت خدیجہؓ نے ان کو چالیس بھیریں دیں۔

ان ایام میں قحط سالی سے ساکنان مکہ سخت گھبرائے قحط کیا تھا۔ ایک قہر خدا تھا۔ ہزاروں ذی روح فاقوں کی زحمت سے ہلاک ہوئے۔ ایسے نازک وقت میں جب کہ ہر ایک شخص اپنی مصیبت میں گرفتار تھا۔ آپ نے اور حضرت خدیجہؓ نے کمال فیاضی دکھائی۔ جس سے پشمار بھوکھوں کی جانیں بچ گئیں۔ جناب ابوطالب انہیں ایام میں خرچ کی طرف سے بہت تنگ تھے۔ اسلئے جناب رسولؐ نے حضرت علیؑ ابن ابوطالب کو جو اس وقت صغیر سن تھے اپنی کفالت میں لے لیا۔ اور اپنے چچا حضرت عباسؓ کو کہہ سنکر حضرت ابوطالب کے دوسرے فرزند حضرت جعفرؓ کو ان کی کفالت میں دیدیا۔

حضرت زید بن حارثہ گردش زمانہ سے غلام بن کر عکاظ کے بازار میں چار سو درہم کو بکے۔ اور حکیم بن جزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے ان کو خریدا۔ حضرت زید اس وقت نو عمر تھے۔ حکیم نے ان کو ہونہار دیکھ کر اپنی چچی جان کے نذر کیا۔ انہوں نے اپنے شوہر عالی وقار کے پیش کیا۔ آپ نے ان کی مثل فرزند ان عزیز پرورش کی۔ جب حارثہ نے سنا کہ ظالموں نے اُس کے لخت جگر پر یہ ستم ڈھایا ہے۔ تو وہ لگے میں آیا اور آپ سے ملا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ اور اپنا فرزند سمجھتے ہیں۔ تو نہایت مشکور ہوا۔ اور حضرت زید سے کہا کہ اب گھر چلو۔ لیکن حضرت زید کا دل اس ضیاء چشم اخلاق کا پروانہ ہو چکا تھا۔ وہ کب آپ سے جدا ہوتا تھا اُس نے جناب کی مفارقت گوارا نہ کی۔ اور حارثہ تنہا واپس گیا۔

یورپ کے بعض مؤرخ لکھتے ہیں آپ کے عقیدہ میں نبوت کے وقت تغیر پیدا ہوا۔ پہلے آپ قدیمی رواج و رسوم کے پابند تھے۔ اور اپنے اپنے پہلے صاحبزادہ کا نام عبدالعزیز رکھا تھا۔ لیکن یہ روایت اسمعیل بن ابی اویس سے ہے جس کی بات کا بہت کم اعتبار ہے۔ صلیت یہ ہے کہ آنحضرت جاہلانہ رسموں اور باطل معبودوں سے بالطبع نفور اور بیزار تھے۔

خانہ کعبہ کے مقدس نام سے تو سب مسلمان واقف ہیں۔ ہر روز اس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن بہت کم مسلمان ایسے ہیں۔ جنہیں خانہ کعبہ کی تاریخ سے واقفیت ہے۔ پہلے ہم مختصر طور پر لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور اسمعیلؑ کو لیکر مکہ میں آئے۔ تو باپ اور بیٹے نے مل کر ایک چھوٹے سے چوکھوٹے مکان کی بنیاد ڈالی۔ بقول علامہ ازرقی اس گھر کی بلندی زمین سے چھت تک نوگز تھی۔ طول حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز تھا۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز تھا۔ جب بیت اللہ تیار ہوا۔ تو نہ چھت تھی نہ کواڑ نہ چوکھٹ نہ بازو۔ جب گھر تعمیر ہو چکا تھا تو وحی نازل ہوئی

وَلَطِّمْنَا بَنَاتِنَا لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تُوكَ رَبَّ جَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

ترجمہ: ہمارا گھر طواف کرنے والوں۔ رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر۔ تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں۔ پیدل ہی اور اپنی اونٹنیوں پر بھی۔ ہر دور دراز گوشہ سے آئیں گے۔

جب قصی بن کلاب کا زمانہ آیا تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سر سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ اور تمام قبائل پر محصول لگایا۔ جس سے پردہ تیار ہو کر حرم کعبہ پر ڈالا جاتا تھا۔ دیواریں صرف قد آدم اونچی تھیں۔ کھجور کی چھت پائیدار نہ تھی۔ عمارت نشیب میں تھی۔ اسلئے شہر کا پانی حرم میں آجاتا تھا بند جو بنوایا گیا تھا۔ اکثر ٹوٹ جاتا تھا۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ عمارت کو گرا کر از سر نو بنایا جائے۔ خدا کی شانِ جدہ کی بندگی پر ایک جہاز ان ایام میں ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ جدہ گیا اور جہاز کے تختے بول لئے اسی جہاز میں ایک رومی معمار باقوم نامی تھا۔ ولید اس کو ہمراہ لایا۔ تمام قریش نے

تعمیر شروع کی تمام قبائل نے مختلف حصہ عمارت کے تعمیر کے لئے تقسیم کر لئے۔ لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو تنازعہ پیش آیا اور قریب تھا کہ سیکڑوں تلوار کے گھاٹ اتر جائیں۔ کئی دعویداروں نے خون سے پیالے بھر کر ان میں انگلیاں ڈبو لیں گو یا جان دینے کی حسب دستور وقت قسم کھائی۔ اس موقع پر ابو امیہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ بڑھا تھا۔ کہا کہ۔ ناحق خون کے نالے نہ بہاؤ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے وہ ثالث مقرر ہو۔ دوسرے دن سب سے پہلے آپ وہاں تشریف لائے اور حسب قرار واد ثالث مقرر ہوئے آپ نے کھڑے ہو کر اپنی چادر پھیلا دی اور حجر اسود کو اس میں ڈال کر ہر قبیلے کے سردار سے فرمایا۔ کہ چادر کے کنارے تمام لو پھر خود حجر اسود کو دست مبارک سے نصب کر دیا۔ اس طرح پر آپ کے حسن تدبیر سے خوفناک خونریزی رفع دفع ہو گئی۔ کعبہ کی عمارت اب مسقف ہو گئی۔ سامان کافی نہ تھا۔ اسلئے کچھ حصہ زمین کا جس کو اب حطیم کہتے ہیں خالی رہا۔ اس کے گرد صرف چار دیواری کھینچ دی گئی۔

علامہ ازرقی نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے حرم کعبہ پر بعد ازاں مینی پردہ جسے برویمانی کہتے ہیں چڑھایا تھا حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں مصری قباطی کا پردہ چڑھایا۔ نبی امیہ نے دیبا کا پردہ چڑھایا۔ مامون الرشید ہر سال تین پردے چڑھاتا تھا۔ حج کے زمانہ میں دیبائے حمرا۔ رجب میں قباطی کا عید الفطر کو دیبائے سفید کا سلطان صلح مصری نے دو گاؤں پردہ کے مصارف کے لئے وقف کر دئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت میں کعبہ کے ستونوں پر سونے کے پتر چڑھا دئے۔ عبدالملک نے اپنے عہد میں چھتیس ہزار شرفیاں اس کام کے لئے بھجیں۔ امین الرشید نے اٹھارہ ہزار شرفی کے خرچ سے چوکھٹ وغیرہ طلائی بنا دی۔

علمائے اسلام کا یقین ہے کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ قرآن ام لکتاب ہے۔ اسلام ام الادیان ہے اور رسول کریمؐ خاتم النبیین ہیں۔ وہ مکہ میں اسلئے پیدا ہوئے کہ مکہ ام القری ہے۔ مکہ ام القری اسلئے ہے کہ یہ تمام مرکزوں میں بطور مرکز کے واقعہ ہے۔ اور زمین کا پھیلاؤ اس سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت تک جتنے نبی آچکے تھے۔ وہ خاص خاص قوم

کی مذاہب کے لئے آئے تھے۔ اب خداوند تعالیٰ کو ایسا نبی پیدا کرنا تھا جو تمام عالم کے لئے رحمت ثابت ہو اس لئے اُس کی جائے پیدائش ہی ناف زمین ضروری تھی۔ ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب اور اُس کے باشندوں کی خاصیت تمام جہان سے زوالی ہے۔ عرب دُنیا کے ہر حصہ میں گئے اور اُن ایام میں گئے جب کوئی اور قوم اس طرح دُور و دراز مسافت طے نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے مرکز کو کبھی فراموش نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ یہی لوگ ہر ایک زمانہ میں عرب میں نظر آتے ہیں۔ خدا جانے یہاں کی کھجوروں کے جھنڈ اور خار مکیلاں میں کیا کشتی ہے۔ دُنیا بٹناک گرگٹ کی طرح رنگ بدلے۔ لیکن عرب ہزار ہا سال پیشتر ہی ایسا ہی تھا جیسا آج ہے۔ ان لوگوں نے اتنا بھی پس نہیں کیا کہ جس تمدن کی تعلیم تمام دُنیا کو دیتے رہے اس کا نمونہ اپنے گھر میں قائم رکھتے۔ بات یہ ہے کہ یہ کچھ ان کے اختیار کی بات نہ تھی قدرت نے عرب کو ایک خاص خصوصیت عطا کی ہے اور قومیں بنتی رہیں، اور بگڑتی رہیں، درخت کی طرح پیدا ہوئیں سرسبز ہوئیں پھولی پھلیں آخر پُرانی ہو کر اور سوکھ کر پامال ہو گئیں۔ ایک وقت میں انہوں نے ترقی کا معراج حاصل کیا۔ اور پھر ایسی معدوم ہوئیں کہ جیسے دُنیا میں کبھی نہ آئی تھیں۔ لیکن عرب عرب ہی تھا اور عرب ہی رہا۔ تاریخ شاہد ہے ہر ایک قوم نے عروج حاصل کیا اور بہ تقاضائے وقت کمال پہنچی۔ یہ اُس میں زوال شروع ہوا اور آخر کار وہ ضرور برباد ہو گئی۔ پھر اُس کے بعد اُسکی جانشین قوم نمودار ہوئی۔ اور اُس کا ہی یہی حشر ہوا۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا گویا قدرت نے قوموں کے لئے عروج اور عروج کے بعد زوال اور زوال کے بعد تباہی جلی حروف میں لکھ دی ہے۔ ہمیں ایک بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ کسی قوم نے زوال کے بعد پھر ترقی کی ہو۔ وہ طاقت جوانی جو بچپن کے بعد جسم میں پیدا ہوتی ہے۔ بڑھاپے کے بعد عظام ریم میں کسی طرح نہیں آسکتی۔ لیکن عرب اس کلیہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہے وجہ یہ ہے کہ عرب بالکل فقیر ہے۔ اسے مسئلہ جدوجہد مہنتی کی تلخی کو محسوس کیا ہے۔ یہ اسباب نعیش کا شیدا نہیں ہے۔ جسے شجاع قوموں کو بڑول بنا دیا یہ نفسانیت کا غلام

نہیں ہے۔ یہ ضروریات زندگی سے غافل نہیں ہے۔ عرب ابھی سو داگر۔ ابھی جرنیل۔ اب معلم، اور ابھی وہی چرواہا ہے جو اپنا گلہ چرارہا ہے۔ اس میں خاصیت سرزمین سے وہ صفت ہے جو ربڑ میں ہوتی ہے کہ کھینچو تو لمبا ہو جاتا ہے اور چھوڑو تو پھر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کو چونکہ مطلوب تھا کہ اسلام کبھی معدوم نہ ہو۔ اسلئے اُس کے بانی کو عرب میں اس خاصیت کی سرزمین میں اور عرب کے دارالخلافہ مکہ میں جس میں خاندانہ تھا پیدا کیا۔

اسوقت اس شہر مکہ میں دس محلے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ حصارۃ البہاب۔ یہاں ترک۔ عرب اور عینی لوگ آباد ہیں۔
۲۔ محلہ شیبسی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کریم نے مقابر کے لئے جگہ خرید کر وقف فرمائی۔

۳۔ محلہ جبل ہندی۔ اس محلہ میں ہندوستانی آباد ہیں۔ یہاں چار ہوٹل (رباط) ہیں۔

۴۔ محلہ جبرول شیخ محمود بن ابراہیم ادہم کا اسی محلہ میں مزار ہے۔ یہاں وہ کنواں ہے جہاں جناب رسول پاک نے فتح مکہ کے وقت غسل فرمایا تھا۔ یہاں زیادہ تر ہندوستانی اور بنگالی لوگ آباد ہیں۔

۵۔ محلہ جبل عمر۔ یہ محلہ حضرت عمرؓ کے نام سے مشہور ہے یہاں کئی ہوٹل ہیں۔

۶۔ محلہ جملا۔ اس محلہ میں حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ پیدا ہوئے۔

۷۔ محلہ شامیہ۔ اس محلہ میں کئی ہوٹل ہیں۔

۸۔ محلہ بوقیس۔

۹۔ محلہ زیاد۔

۱۰۔ محلہ قریش بطاح یا وسابہ۔ اس محلہ میں حضرت عمرؓ ایمان لائے تھے اور جائے

پیدائش رسول پاک اور حضرت علیؓ کا گھر اسی محلہ میں تھا۔

مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر ہے جس کا نام حرا ہے اس میں

ایک تنگ و تاریک غار ہے آپ مہینوں وہاں تشریف لیا کر قیام فرماتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لیا جاتے تھے۔ وہ ختم ہو جاتا تھا تو واپس گھر تشریف لاتے۔ اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے تھے۔ آپ کی عبادت اس وقت غور فکر اور عبرت پذیری تھی۔ کثرت غور و فکر سے اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ کہ آپ غیب سے آوازیں سنا کرتے تھے۔ روپائے صادقہ دیکھا کرتے تھے۔ جو خواب میں دیکھا کرتے تھے وہی پیش آتا تھا۔ آخر جب سن شریف چالیس سال کا ہوا تو آپ حسب معمول غار حرا میں مراقبہ میں تھے کہ فرشتہ غیب کھائی دیا۔ اور پکارا کہ پڑھ اپنے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تب فرشتہ نے کہا۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

پڑھ اُس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا کریم ہے وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اس کو معلوم نہ تھی۔

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ گھبرائے غار حرا سے نکل کر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اس وقت آپ کی عجیب حالت تھی۔ جلال الہی کا اثر ابھی تک غالب تھا۔ حکم ناپ رہا تھا۔ وہ مقدس دل جسے فرشتوں نے آب نور سے اُجلا کیا تھا۔ بیوں اُچھل رہا تھا۔ آپ گھر میں تشریف لائے۔ اور بے طاقت ہو کر چادر اوڑھ لی۔ اور لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب روحانیت کا غلبہ کم ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے یہ حالت بیان کی انہوں نے تسلی دی۔ اور کہا کہ آپ پیغمبرِ برحق ہیں۔ اور میں آپ پر ایمان لاتی ہوں اسی دن سے بُت پرستی چھوڑ دی۔

ورقہ جو حضرت خدیجہؓ کا برادرِ عم زاد تھا تو ریت اور انجیل کا عالم تھا وہ نصرانی ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کو اطلاع دی اُس نے کہا کہ تمہارا نیک شوہر کا ذب نہیں ہے۔ اُن کو میرے پاس لاؤ۔ وہ حضرت کو اس کے پاس لیکٹیں جب اُس نے یہ حال سنا

تو اٹھ کھڑا ہوا اور جوش میں آکر آپ کے فرق مبارک کو چوما اور حضرت خدیجہ سے کہا کہ مبارک ہو آپ کا شوہر پیغمبر ہوا۔ خدا کا مقرب فرشتہ جبریل جس طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ پر نازل ہوا کرتا تھا اب ان پر بھی نازل ہوا ہے۔ خدا نے ان کو نبوت عطا کی ہے۔ انسوس جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے لوگ ان کو ستائینگے کاش میں جو ان اور تو انا ہوتا۔ اور آپ کی حمایت کرتا اور آپ کے سچے حواریوں میں شامل ہوتا۔

آنحضرت نے ورقہ کی گفتگو سے متاثر ہو کر اس کے حق میں دعا کی۔ اس واقعے کے چند دن بعد ورقہ نے رحلت کی۔

چند مؤرخ بحوالہ صحیح بخاری رقم طراز ہیں کہ چند روز تک جب پھر وحی نازل ہوئی تو آنحضرت پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور اپنے آپ کو گرا کر ضلوع کر دینے کا ارادہ کیا اس وقت حضرت جبریل نمودار ہوئے۔ اور تسلی فرمائی اور ایسا کئی بار ہوا۔

ہمیں یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ یقین نہیں کہ جہاں پناہ نے ایسا کیا ہو۔ جب ترمذی اور صحیح مسلم سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کو معلوم تھا کہ جس درخت کے نیچے آپ بصرے میں بیٹھے تو اس کی شاخیں جھک آئیں۔ جب حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ جب آپ کا سینہ فرشتے چاک کر کے جہانی الائیش کو دور کر چکے تھے تو آپ کو اپنی نبوت میں شک ہونا ناممکن تھا۔ اور حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت نہ تھی وحی رُک رُک کر اس لئے آتی تھی کہ وحی جیسے بارگراں کا متحمل یکبارگی ہونا ناممکن تھا منشاء ابزدی یہ تھا کہ آپ رفتہ رفتہ اس بارگراں کے اٹھانے کے عادی ہو جائیں۔

مکہ جیسے صنم خانے میں اسلام کو فروغ دینا منہ کا نوالہ نہ تھا یہاں مصلحت درکار تھی۔ اس لئے اپنے مصلحت سے کام لیا۔

سورہ اقرآ کے نازل ہونے کے چھ ماہ بعد دوسری وحی نازل ہوئی آپ گھر جا رہے تھے کہ راہ میں حالت متغیر ہونے لگی آپ قدم برداشتہ گھر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ ”مجھے کچھ اڑھا دو۔ حضرت خدیجہ نے آپ کے اوپر

چادر ڈال دی۔ یکایک وحی نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ. وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ. وَثِيَابِكَ فَطَهِّرْ. وَالرُّشْدَ فَانْهَهِرْ.

اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ اور خدا کے عذاب سے ڈر اور اپنے پروردگار کی بڑایاں بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک اور صاف رکھ اور نجاست سے پرے رہ۔

یہ وحی تبلیغ اسلام کا حکم تھا۔ اپنے نہایت تدبیر اور تدریج سے اس کام کو شروع کیا۔ سب سے پہلے آپ کی ہمد و ہمز از حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ ان کے بعد حضرت علیؓ جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے مسلمان ہوئے۔ پھر آپ کے آزاد شدہ غلام اور بندہ خاص زید جن کی آپ کی پھوپھی زاوہ بن زینب سے جو حسینہ اور عالی خاندان تھیں شادی ہوئی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جو آپ سے کچھ چھوٹے اور قدیمی دوست تھے دعوت اسلام دی وہ آپ کی شان سے بخوبی آگاہ تھے فوراً بخوشی تمام مسلمان ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ متمول اور بارخ بندے خدا کے تھے اور آپ کی ہی ترغیب سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ کے مبارک زمرہ میں شمار ہوتے ہیں راہ راست پر آئے۔ پھر رفتہ رفتہ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح، حضرت بلالؓ، حضرت اسمانت ابو بکرؓ اور حضرت جعفرؓ ابن ابوطالب نے اسلام قبول کیا۔ لیکن اس وقت تک جو کچھ ہوتا تھا پوشیدہ پوشیدہ ہوتا تھا۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو لوگوں سے مخفی پہاڑ کی گھاٹیوں میں ادا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ اور حضرت علیؓ درہ کوہ میں مشغول نماز تھے کہ ابوطالب آگئے۔ ان کو اٹھتے بیٹھتے دیکھ کر ان کو حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ یہ کیا مذہب ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ یہ مذہب خدا کا اس کے فرشتوں کا اور ہمارے دادا حضرت ابراہیمؑ کا ہے۔ چچا جان آپ ہی اس کو قبول فرمائیں۔ ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم کو اجازت ہے تم اسی پر چلو اور کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ سے پوچھا انہوں نے یہی یہی جواب دیا تو کہا کہ تم ان کے ساتھ رہو۔ یہ تم کو

ہمیشہ نیک راستہ دکھائیگا۔

تین سال تک یعنی تینتالیس سال کی عمر تک سول مقبول پوشیدہ پوشیدہ فرض تبلیغ ادا کرتے رہے اور اس عرصہ میں ایک مختصر گروہ جس میں زن و مرد ملا کر کل تعداد تیس سے زیادہ نہ تھی فیضیاب اسلام ہوا اور بت پرستی کو ترک کر کے راہ راست پر آیا۔ نبوت کے چوتھے سال میں یکایک حکم صادر ہوا۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ.

پس جو تجھے حکم ہوا ہے اس کو کھول کر سنا دے اور مشرکین کی مطلق پرواہ نہ کر۔

پھر حکم آیا۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ.

اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا۔

ان احکام کے صادر ہوتے ہی آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ یا معشر قریش اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تو کیا تم کو یقین آئیگا۔ سب نے کہا کہ ہاں کیونکہ تم کو ہمیشہ راست گفتار پایا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم خداوند تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب سخت نازل ہوگا۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو سب لوگ جن میں آپ کا چچا ابو لہب بھی تھا خفا ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ سب سے زیادہ اظہار ناراضگی ابو لہب نے کیا اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ دعوت کا سامان کرو اس دعوت میں آپ نے تمام خاندان عبدالمطلب کو مدعو کیا۔ حضرت حمزہؑ۔ ابوطالبؑ۔ عباسؑ سب شامل تھے۔ بعد فراغت طعام آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے اہل بزم میں وہ شے لایا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے اس بارگراں کے اٹھانے میں کون میرا رفیق ہوگا۔

تمام محفل پر خاموشی چھا گئی۔ آخر حضرت علیؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور کہا کہ گو میں نوعمر ہوں اور میری آنکھیں دکھتی ہیں اور میری ٹانگیں ڈبلی ہیں تاہم یہی میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ سن کر حاضرین مجلس منہس پڑے انہیں کیا خبر تھی کہ حضرت علیؑ کا کلام ہاتفت غیبی

ارشاد ہے۔

اب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہوگئی آپ نے اب حرم کعبہ میں جا کر توحید کا وعظ شروع کر دیا۔ کفار اس سے آگ بھوکا ہو گئے اور ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے حالت بن ابی ہالہ اس ہنگامہ میں حضرت کی امداد کو آیا اور شہید ہوا۔ اسلام کی راہ میں یہ شخص پہلا شہید ہے۔

جب جناب رسول نے علانیہ وعظ شروع کیا تو مخالفین سے بتوں کی مذمت سنی نہ گئی۔ چند معززین جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور شکایت کی ابوطالب نے ٹال دیا اور کہا کہ میں سمجھا دوں گا۔ مگر وہ ہستی جو بادۂ توحید سے مخمور تھی جس کے سینہ بے کینہ میں نور وحدت جلوہ فگن تھا۔ جس کی آنکھوں کے روبرو جبروت کا نظارہ پیش تھا۔ اُسے مشرکین کی گیدڑ بھبکیوں اور کفار کے طنز و استہزا کی کیا پرواہ تھی۔ جب آپ علانیہ دعوت اسلام سے باز نہ آئے۔ تو عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ۔ ابوسفیان۔ عاص بن ہشام۔ ولید بن مغیرہ۔ ابو جہل وغیرہ اکٹھے ہو کر ابوطالب کے پاس پھر آئے کہ آپ کا بھتیجا باز نہیں آتا۔ ہم سے اپنے معبودوں کی توہین سنی نہیں جاتی اس لئے یا تو آپ ایک طرف ہو جاؤ یا میدان میں نکلو۔ ابوطالب نے دیکھا کہ اب معاملہ نازک ہے حضرت کو سمجھایا کہ دیکھو میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو مجھ سے اٹھنے سکے۔ آپ نے جواب دیا کہ چچا جان اگر مجھے چاند اور سورج بھی لادیں تو بھی میں باز نہ آؤں گا یا اسلام پھیلاؤں گا یا اس پر نثار ہو جاؤں گا۔ اس استقلال کو دیکھ کر ابوطالب عیش عیش کرنے لگے اور کہا کہ کوئی تیرا بال بھی بیزگاہ نہیں کر سکتا۔

قریش نے برہم ہو کر آپ کو ایسی ایسی ازیتیں پہنچائیں اور وہ وہ تکلیفیں دیں کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی آپ کو طنزاً ساجہ کہتا تھا کوئی ازراہ تمسخر کاہن پکارتا تھا۔ گالیاں دیتے تھے۔ ڈھیلے مارتے تھے۔ جسم مبارک پر خاک اور نجاست پھینکتے تھے۔ ابو لہب کی عورت ام جمیل جہاں سے اپنے گزرنا ہوتا تھا وہاں کانٹے چن دیتی تھی تاکہ آپ کے پائے مبارک زخمی ہو جائیں۔ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کافر نے آپ کے اوپر نجاست ڈالی۔ ایک دن آپ سجے

میں تھے کہ ایک زندیق نے اپنی پگڑی آپ کے گلوٹے مبارک میں ڈال دی اور گلا گھوٹنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُس کے شر کو رفع کیا۔ ایک سیہ قلب نے اونٹ کی اوجھڑی آپ کی پشت مبارک پر رکھی اور اُس کے ہتھیال ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بن گئے یہ سب کچھ ہوا مگر آپ کا تحمل دیکھتے جناب کی پیشانی پر بل تک نہ آیا غصہ اور عتاب کس شے کا نام ہے۔

ایک دن آپ کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے۔ ابو جہل وہاں آیا اور آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ پھر ایک پتھر اٹھا کر آپ کے سر پر مارا جس سے آپ زخمی ہوئے اور خون جاری ہو گیا۔ آپ نے صبر کیا خاموش اُٹھے۔ اور گھر چلے آئے ایک کنیز یہ حال دیکھ رہی تھی جب حضرت حمزہؓ سے واپس آئے تو اُس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ کو آپ سے کمال محبت تھی وہ آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ جب جناب رسولؐ پاک کا زخمی ہونا سنا۔ تو سخت برہم ہوئے۔ تیرکمان ہاتھ میں لئے ہوئے حرم میں آئے اور ابو جہل کے سر پر ضرب رسید کی جس سے اس کا سر پھوٹ گیا۔ ابو جہل کے رشتہ داروں نے بدلہ لینا چاہا مگر ابو جہل نے روکا اور کہا ایسا نہ ہو یہ خفا ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ایک بہادری ہم میں سے کم ہو جائے۔ مگر حضرت حمزہؓ انتقام لے کر حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ اے بھتیجے تو غم نہ کھائیں نے اس ملعون کا سر توڑ دیا ہے۔ اب مجھے خوش ہونا چاہئے۔ حضرت رسولؐ نے جواب دیا کہ خوش تو میں اُس وقت ہوں گا جب تم کو مسلمان دیکھوں گا۔ حضرت حمزہؓ نے کہا اسی نیت سے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ جو شمس سترت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چچا جان کا سر چوم لیا۔

جب کفار کا ظلم اور ستم حد سے زیادہ گذر گیا۔ تو ابو طالب نے بنی ہاشم کو جمع کر کے آپ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ اس طرح پر کچھ عرصہ کے لئے سختی کسی قدر کم ہو گئی۔ مگر اب کفار نے آزار رسانی کا ایک اور طریقہ نکالا۔ ان لوگوں نے یہ عہد کر لیا کہ ان کے متعلقین یا لونڈی غلاموں میں سے اگر کوئی مسلمان ہو جائے تو اُسے سخت اذیت دی جائے۔ اس عہد پر انہوں نے سختی سے عمل کرنا شروع کیا۔ جب دوپہر ہو جاتی تھی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑ کر تیز دھوپ

میں زمین پر لٹا دیتے تھے۔ زمین اُس وقت لوہے کے ٹوکے کی طرح گرم ہوتی تھی۔ اور تمام جسم جلا دیتی تھی۔ پھر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے تاکہ روٹ نہ بدل سکیں۔ گرم ریت بدن پر بچھا دیتے تھے۔ لوہا آگ پر سُرخ کر کے اس سے مسلمانوں کے جسم داغ دیتے تھے۔ پانی میں غوطے دے دے کر بے حال کر دیتے تھے۔

خُبَّاب بن الارت جب غلام بنا کر بکے تو اُم انمار نے خرید لیا جب آپ اسلام لائے تو ظالموں نے آپ کو لجا کر چت زمین پر گرم کوٹیلے بچھا کر لٹا دیا۔ اس وقت ایک آدمی آپ کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس وقت چھوڑا کہ جب کوٹیلے سرد ہو گئے۔ ان کو ٹیونکے داغ برص کے داغوں کی طرح تمام عمر آپ کی پیٹھ پر رہے۔

حضرت بلالؓ جو مؤذن اسلام کے لقب سے مشہور ہیں حبشی نسل تھے۔ آپ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اُمیہ ایک بڑا دولت مند تاجر تھا۔ یہ حضرت بلالؓ کو بالو پر ہر روز ننگی پیٹھ لٹا دیتا تھا اور پھر سینے پر ایک وزنی پتھر رکھ کر کہتا تھا۔ کہ جب تک دین محمدی سے باز نہ آئیگا یہ ہی حالت رہیگی۔ حضرت بلالؓ کی حالت نزع کی حالت ہو جاتی تھی۔ مگر اعداد کا کلمہ برابر جاری رہتا تھا۔ دن کو تو یہ تکلیف دی جاتی تھی اور رات کو ایک تنگ تاریک مکان میں بند کر کے صبح تک کوڑے پڑتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اس طرف گذر ہوا۔ حضرت بلالؓ کی آہ وزاری سُن کر بیتاب ہو گئے۔ اور اُمیہ کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک رومی غلام دے کر خرید لیا۔ اور رسولؐ پاک کی خدمت میں پیش کر کے آزاد کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے اسی طرح چھ لوٹدی غلام خرید کر آزاد کئے۔

زئیرہ حضرت عمرؓ کے کنبہ کی لونڈی تھیں۔ ابو جہل نے اس کو اس قدر مارا کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ گناہ صرف یہ تھا کہ مسلمان کیوں ہوئیں۔ انہیں یہی حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کیا۔

لبنیۃ غریب کنیز کو حضرت عمرؓ سخت مارا کرتے تھے جب مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔ تو ٹھہر جاتے تھے پھر تازہ دم ہو کر مارا کرتے تھے ان کو یہی حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر

آزاد کیا۔

نہدیتہ اور ام عبیس کنیزوں کو مسلمان ہونے کے جرم میں سخت عذاب دیا گیا۔ آخر ان کو بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کیا۔

ابو فکیہہ غلام اُمیہ تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو اُمیہ نے اس کے بالوں میں رسی باندھ کر آدمیوں سے کہا کہ گھیٹتے ہوئے لیجاؤ ایک دفعہ ان کے سینے پر اس قدر بھاری پتھر رکھ دیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔

سمیتہ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔ عمارؓ پر بھی ظالموں نے بہت ستم کئے جب سمیتہ مسلمان ہوئیں تو ابو جہل نے برچھی مار کر مار ڈالا۔ یا سر حضرت عمارؓ کے والد کو بھی مشرف بہ اسلام ہونے پر عذاب دے دے کر ہلاک کر دیا۔

حضرت عثمانؓ جب اسلام لائے تو ان کے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر مارا۔ سعید بن زید جو حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی تھے جب مسلمان ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں رسیوں سے باندھ دیا۔

حضرت زبیر بن العوام کے مشرف بہ اسلام ہونے پر ان کے چچا نے ان کو چٹائی میں لپیٹ دیا۔ اور ان کے ناک میں دھوئیں کی دھوئی دی۔

حضرت رسالت مآبؐ کے پیرو تکیلیفیں اٹھاتے تھے۔ مگر دامن استقلال کو نہ چھوڑتے تھے وہ نشہ وحدت سے سرشار دل و جان سے ایمان کے خریدار تھے۔ یہ ہولناک سفاکیاں سہنے تھے۔ اور زبان حال سے کہتے تھے

یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اُنا روے

جب کفار نے تُرشی رو ہو کر آنحضرتؐ کو کعبہ شریف میں نماز پڑھنے سے روک دیا تو آپ نے دگر ہو کر جناب باری میں بوعالی کہ اے کارساز اپنے دین کو عمر یا ابو جہل کے ایمان لانے سے قوی کر دے۔ یہ مشرف حضرت عمرؓ کی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ جب سعید بن زید آپ کے بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر آپ کو پہنچی تو غضبناک ہو کر اپنی بہن کے گھر گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ اور اندر سے پڑھنے کی آواز آتی ہے۔ آپ نے پکارا بہن

ڈر گئی اور وہ صحیفہ جس پر آیات قرآن تحریر تھیں چھپا دیا۔ اپنے اپنی بہن کو خوب مارا یہاں تک کہ خون جاری ہو گیا۔ آپ کی ہمشیرہ نے جن کا نام فاطمہ تھا رو کر کہا کہ اگر تم مجھے مار بھی ڈالو تو بھی میں اسلام سے منہ نہیں موڑوں گی۔ یہ سن کر آپ نے کہا اچھا مجھے دکھاؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے وہ صحیفہ آگے رکھ دیا۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ

زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا کی تسبیح خواں ہے اور خدا ہی قادر اور حکمت والا ہے۔

جب اس آیت پڑھنے لگے۔ آمینو باللہ ورسولہ۔ خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو

آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ اس وقت شمشیر بکف تھے۔ گھر سے رسول پاک کی ہلاکت کے

ارادہ سے نکلے تھے راہ میں یہ سن کر کہ بہن بھی مسلمان ہو گئی ہے۔ اس طرف چلے گئے جس وقت

کلام الہی کی تاثیر سے ان کا دل جو فولاد کی طرح سخت اور سنگ فلاخن کی طرح کرجت تھا موم

ہو گیا تو آپ وہاں سے ارقم میں پہنچے۔ جہاں اس وقت رسول خدا دروازہ بند کئے پناہ گزین

تھے۔ جب صحابہ نے جو اس وقت موجود تھے حضرت عمر کی آواز سنی تو گھبرائے۔ حضرت حمزہ بھی

موجود تھے۔ انہوں نے کہا دروازہ کھولو و اگر اس کی نیت فاسد ہے۔ تو اسی کی تلوار سے

اُس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب حضرت عمر اندر آئے تو رسول خدا نے فرمایا۔ اے عمر کس راہ

سے آیا ہے۔ نبوت کی بارعب آواز سے حضرت عمر کی زبان پر بے ساختہ کلمہ شہادت جاری

ہوا۔ یہ سن کر آنحضرت نے اللہ اکبر کہا اور تمام صحابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ

مارا کہ اس نعرہ کی آواز خانہ کعبہ تک سنائی دی۔

اگرچہ حضرت حمزہ جیسے شجاع اور بہادر لیگانہ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے مگر

حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے سے تاریخ اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت

عمر کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں نے علانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔

قریش نے رسول مقبول کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کے لئے نہ صرف جو رجفانہ ظلم و

ستم۔ جلاوی اور سفاکی سے کام لیا بلکہ اور یہی طرح طرح کے جتن کئے۔ عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی

خدمت میں اس لئے بھیجا کہ وہ آپ کو طمع دیکر منحرف کر دے۔ عتبہ نے حاضر ہو کر کہا کہ

محمد تم کو کیا درکار ہے۔ اگر ملک کی ریاست مطلوب ہے تو موجود ہے۔ اگر کسی خاندانی عورت سے شادی کی خواہش ہے تو انتظام ہو سکتا ہے۔ دولت کا سامان تیار ہے۔ تمام مکہ تمہارا تابع فرمان ہونے کو آمادہ ہے بشرطیکہ تم ان باتوں سے باز آؤ۔ آپ نے جو اب میں قرآن شریف کی آیات اُسے سنائیں۔ جب عقبہ واپس گیا تو اُس کی قلب ماہیت ہو چکی تھی۔ اُس نے واپس جا کر کہا کہ محمد کا کلام شاعری نہیں ہے کوئی اور چیز ہے اُس کو اُس کے حال میں رہنے دو۔

گفار کا اس قدر زور تھا۔ کہ کسی کو مجال نہ تھی کہ قرآن شریف حرم کعبہ میں بند آواز سے پڑھے۔ عبداللہ بن مسعود جب اسلام لائے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ فرض ادا کرتا ہوں۔ لوگوں نے ہر چند منع کیا وہ نہ رُکے اور مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ الرحمن پڑھنا شروع کی۔ گفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اُن کا منہ تھپڑ مار مار کر زخمی کر دیا۔ اللہ غنی وود کس قدر باحوصلہ انسان تھے۔ مار کھائی۔ منہ سُرخ ہو گیا۔ چہرے پر نشان پڑ گئے۔ مگر جہانتک پڑھنا تھا وہاں تک پڑھ کر ہی چھوڑا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ شہنہ بنوئی میں رسول اللہ کے ایما سے غریب مسلمانوں نے گفار کے ظلم سے تنگ آ کر ہجرت کی۔ میں کہتا ہوں کہ جن گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی وہ سب سقیم الحال یا کم حیثیت نہ تھے ان میں حضرت عثمانؓ، زبیر اور عبدالرحمن جیسے بارسوخ اور بااقتدار اصحاب ہی تھے۔ اصل مطلب ہجرت کا کچھ اور تھا۔ مصلحت یہ تھی کہ ہاجرین جائیں اور نورا سلام کی شعلیں ساتھ لیجائیں اور اس کی روشنی پھیلائیں۔ ان مہاجرین میں حضرت رسالت مآب کی صاحبزادی رقیہؓ بھی تھیں جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ تھیں اور ابوسلمہؓ بمعہ اپنی زوجہ ام سلمہؓ ہی تھے۔ ام سلمہؓ بیوہ ہو کر رسول پاک کے عقد میں آئیں۔

ان ایام میں حبش کا بادشاہ نجاشی اصحمہ تھا جس طرح مصر کے بادشاہ کو خدیو اور روم کے بادشاہ کو سلطان کہتے ہیں اس زمانہ میں حبش کے فرمانروا کو نجاشی کہتے تھے۔ ماہ رجب میں ان مہاجرین نے حبش کی جانب سفر کیا۔ بندرگاہ پر انہیں نی کس پانچ درہم دینے پڑے اور بخیریت تمام حبش میں پہنچ گئے۔ چند دن حبش میں رہ کر پھر وطن کو واپس

آئے یہاں کفار کو پھر برسرِ پُرخاشس اور آماوہ فساد دیکھ کر پھر وطن سے رخصت ہوئے اس دفعہ ہاجرین کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی ان میں حضرت جعفر بن ابیطالب برادر حضرت علیؑ ہی تھے۔ جب قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو جل کر کوئلہ ہو گئے فوراً دو سفیر چٹڑہ بطور تحفہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجے جنہوں نے جنس پہنچ کر درباری پادریوں کو رشوت دیکر اپنے ساتھ ملا لیا اور درخواست کی کہ مفروضاً ان کے حوالہ کر دیئے جائیں نجاشی نے ہاجرین کو اپنے ردبر و بلایا اور کہا کہ وہ کلام جو تمہارا پیغمبر کلام الہی بیان کرتا ہے مجھے سناؤ۔ حضرت جعفرؑ نے پہلے مسلمانوں کی طرف سے تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم جاہل تھے بت پرست تھے۔ مردار خوار تھے۔ ہمسائیوں کو ستاتے تھے۔ خدا نے ہم میں سے محمدؐ کو پیغمبر بنایا اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اُس کی تعلیم یہ ہے کہ شرک سے باز آؤ۔ بتوں کو نہ پوجو۔ سیچ بولو۔ اپنے وعدے وفا کرو۔ انصاف کرو۔ رحم سے کام لو۔ ہمسایوں کے حقوق پہنچاؤ۔ عورتوں پر بہتان نہ لگاؤ۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ گناہوں سے بھاگو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ روزے رکھو۔ اے بادشاہ ہم اُس کے پیرو ہیں۔ ہم نے خدا کو ایک جان کر اُس کی پرستش شروع کی ہے۔ شرک سے بیزار ہیں اسلئے ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی ہے اور درپے آزار ہے۔ ہم تیرے ملک میں اُن کے ظلم سے بچنے کے لئے آئے ہیں۔ اس تقریر کے بعد جعفرؑ نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں جس سے اہل دربار اور نجاشی پر رقت طاری ہوئی اور وہ رونے لگے۔ نجاشی نے وجہ کی حالت میں کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰؑ پر اترا ہے ایک ہی چراغ کا پرتو ہے اور جس نبی کی حضرت مسیحؑ نے بشارت دی ہے وہ یہ ہی محمد رسول اللہ ہیں یہ کہا اور قریش کے سفیروں کو دربار سے نکلوا دیا۔ قریش کے سفیر دوسرے دن اور چال چلے انہوں نے پھر دربار تک رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا کہ جہاں پناہ ان کو حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے قطعی انکار ہے۔ نجاشی نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ ہاجرین حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ حضرت جعفرؑ نے کہا جو ہونا ہے ہو ہم سچ بولینگے۔ جب نجاشی نے پوچھا کہ تمہارا پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا کہتا ہے تو جعفرؑ نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کا

بندہ اور پیغمبر ہے۔ نجاشی نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ یہ سن کر سفیر اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔
طبری اور چند دیگر تاریخوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک دن رسول خدا سورہ نجم
کی تلاوت فرما رہے تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَنَاةُ الثَّلَاثَةِ الْأَخْرَىٰ تَوَشَّىٰ طِبْلَانَ
آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے۔

تِلْكَ الْغُرَائِقُ الْعُلَىٰ وَإِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَتَرْجَىٰ

یعنی یہ بہت واجب التحظیم ہیں ان کی شفاعت قبول ہے۔

یہ قصہ سراسر یہودہ اور ناقابل اعتبار ہے اور علامہ عینی۔ علامہ نووی نے اس کو

باطل قرار دیا ہے۔

اصل معاملہ یوں ہے۔ آپ قرآن شریف ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے
تھے جب آپ وَمَنَاةُ الثَّلَاثَةِ الْأَخْرَىٰ پر پہنچے تو کسی شیطان کا فر نے یہ خیال کر کے کہ آگے
بتوں کی ہجو ہوگی غل مچانا شروع کیا اور یہ کہنا شروع کیا۔

تِلْكَ الْغُرَائِقُ الْعُلَىٰ وَإِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَتَرْجَىٰ

آپ تلاوت میں مشغول تھے اس کا رد نہ فرمایا سب نے یہ سمجھا کہ رسول خدا کا بھی یہ
ہی مطلب تھا۔ جو وقت آپ کو یہ حال معلوم ہوا تو نہایت جوش کے ساتھ اس فاسد
خیال کی تردید کی۔

حضرت ابو بکرؓ نہایت فیاض اور بارسوخ انسان تھے یہ بھی کفار کی شرارتوں سے
تنگ آگئے اور انہوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ ابن الدغنے نے ان کو روکا اور سرداران
قریش سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی ایسے ہمان نواز کو مکتے سے نکالتے ہو۔ قریش نے
کہا ان کو کہ دو۔ بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے چند دن تک ایسا کیا
پھر اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی اور بلند آواز سے تلاوت شروع کر دی۔ قریش نے
ابن الدغنے سے شکایت کی اُس نے ان کو کہا کہ اب مجھ سے تمہاری حفاظت نہیں ہوتی
آپ نے جواب دیا مجھے صرف خدا کی حفاظت درکار ہے اور بس۔

نبوت کے ساتویں سال میں جبکہ محرم کا مہینہ تھا مسلمانوں کو تنگ اور رسول پاک کو

دق کرنے کے لئے قریش نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ جب تک نبی ہاشمؑ کو قتل کے لئے اُن کے حوالہ نہ کر دیں کوئی شخص اُن سے نہ ملے نہ اُن سے خرید و فروخت کرے نہ اُن سے رشتہ کرے۔ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور در کعبہ پر لٹکایا گیا۔

ابوطالب حالت مجبوری میں اپنے تمام خاندان ہاشم کو لیکر پہاڑ کے ایک درہ میں جو اُن کے خاندان کا موردِ وثی تھا اور جس کو شعب ابوطالب کہتے تھے پناہ گزین ہوئے۔ یہاں تین سال اُس نے نہایت مصیبت کے کاٹے۔ صحابہ نے پتے کھا کھا کر دن گزارے۔ سعد وقاص نے ایک دفعہ چمڑے کا ٹکڑہ دھو کر بھون کر کھایا۔ حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا آپ کو کچھ گہیوں ایک غلام کے ہاتھ بھیجے۔ ابو جہل نے دیکھ لیا۔ غلام کو دھمکایا اور گہیوں چھین لئے۔ آخر مطعم۔ ہشام۔ عدی بن قیس وغیرہ کی کوشش سے جس کا ابو جہل نے سخت مقابلہ کیا یہ معاہدہ چاک کیا گیا اور نبی ہاشمؑ اس درہ کی مصیبت سے آزاد ہوئے۔

نبوت کے دسویں سال کو عام الحزن کہتے ہیں یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ اس سال میں پیمبرؐ آنحضرت کو دو صدمے ہوئے۔ پہلا صدمہ یہ تھا کہ شعب ابوطالب سے نکلنے کے چند ماہ بعد ابوطالب نے، ۸ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب ابوطالب کا آخری وقت تھا تو ابو جہل اور عبد اللہ بن امیتہ موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ چچا جان دم واپس ہے کلمہ پڑھ لیجئے۔ ابو جہل اور عبد اللہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا باپ دادا کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے۔ ابوطالب نے کہا کہ میں عبد المطلب کے دین پر مرتا ہوں۔ پھر رسول خدا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں کلمہ پڑھتا مگر قریش کہیں گے کہ یہ موت سے ڈر گیا۔ صحیح بخاری کی یہ روایت ہے کہ ابوطالب کا فرہی اس جہان سے گئے۔ ابن اسحاق راوی ہے کہ دم نزع ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے کان دھر کے سنا تو وہ کلمہ پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب کے انتقال کی وقت رسول خدا نے فرمایا کہ میں انکی مغفرت کی دعا کروں گا۔ رسول خدا کی دعا خالی نہ جائیگی۔ ابوطالب جس نے رسول پاک کی خاطر تمام قریش کو دشمن بنا لیا۔ مصیبتیں

سہیں۔ آفتیں جھیلیں مگر ان کی رفاقت نہ چھوڑی۔ اپنی اولاد سے زیادہ آنحضرت کو عزیز سمجھا ضرور بخشا جائیگا اور وہ جنتی ہوگا۔

ابھی ابوطالب کی وفات کا غم تازہ ہی تھا کہ جناب حضرت خدیجہؓ نے رمضان کے مہینے میں اس دارفانی سے رحلت کی اسوقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ مقبرہ حجّون واقعہ مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت اُمّ المؤمنین خدیجہؓ پچیس سال تک آپ کی مونس و ہمد م رہیں۔ آپ نے اپنا تمام مال آپ پر قربان کر دیا اور سب سے پہلے رسول پاک کی نبوت کی تصدیق کی۔ جناب رسول کو بھی آپ سے عشق تھا۔ آپ کی موجودگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور ان کی وفات کے بعد جب کبھی ان کا ذکر آتا تھا تو آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ آپ کی محبت کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جنگ بدر میں آپ کے داماد ابولعاص جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے جمعہ دوسرے کافروں کے قید ہو کر آئے۔ جب قریش نے فدیہ بھیج کر قیدیوں کو چھڑایا تو ابولعاص کی بی بی اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے بھی فدیہ بھیجا۔ اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ جب رسول خدا نے وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں اور اسقدر رقت طاری ہوئی کہ آنسو جاری ہو گئے۔

ایک دن آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کہ خدیجہؓ کی بہن آئی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اب تک آپ کو ضعیفہ خدیجہؓ نہیں بھولتی حالانکہ آپ کو خدا نے اس سے بہتر بی بی دی ہے۔ رسول خدا نے رو کر فرمایا کہ قسم سے خدا کی مجھے خدیجہؓ سے بہتر بی بی نہیں ملی۔ خدیجہؓ نے سب سے پہلے میری نبوت کی تصدیق کی اور جب میں تنگ دست اور بے زر تھا اپنا تمام مال مجھے دیدیا۔

حضرت خدیجہؓ سے رسول خدا کے ہاں دو بیٹے قائم اور عبداللہ اور چار بیٹیاں زینبؓ، رقیہؓ، کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں دونوں بیٹیوں کا بچپن میں ہی انتقال

ہو گیا۔ بیٹیوں میں سے حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص سے ہوا حضرت رقیہؓ اور حضرت کلثومؓ دونوں حضرت عثمانؓ سے بیاہی گئیں اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ خاتون جنت حضرت علیؓ کے جہالہ عقد میں آئیں۔

نبوت کے دسویں سال میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول خداؐ نے جناب حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال کی تھی۔ اس نکاح کی کیفیت اس طرح سے ہے۔ کہ ایک دن کفار نے آنحضرتؐ کو بہت دق کیا۔ آپؐ جب گھر تشریف لائے تو نہایت کشیدہ خاطر تھے اس وقت آپؐ کو جناب حضرت خدیجہؓ کی غمخواری یاد آئی اور زیادہ افسردہ ہوئے۔ اتفاق سے حکیم بن ابیہاشم کی بیٹی اور عثمان بن مظعون مشہور اصحابی کی بیوی خولہ آپکے پاس آئیں اور کہا کہ آپؐ نکاح کیوں نہیں کر لیتے پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا کہ کیا کروں اور کس سے کروں اُس نے کہا کہ اگر آپؐ کواری عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ سے اگر بیوہ چاہتے ہیں تو زمرہ کی بیٹی سوودہ سے۔ حضرت نے کہا کہ اچھا تم ابوبکرؓ اور زمرہ کے پاس جاؤ۔ خولہ خوشی خوشی ابوبکرؓ کے گھر گئی اور اُن کی زوجہ اُم رومان کو پیغام دیا انہوں نے کہا کہ عائشہؓ کا باپ اور رسول خداؐ بھائی بنے ہوئے ہیں اس حساب سے وہ عائشہؓ کے چچا ہوئے یہ نکاح کس طرح ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ گھر آئے اور حضرت عائشہؓ کی والدہ نے اُن سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی یہی اعتراض پیش کیا۔ خولہ پیغمبر صاحبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ عذر پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ابوبکرؓ دینی بھائی ہیں قرابتی بھائی نہیں ہیں ایک دینی بھائی کی لڑکی سے دوسرے دینی بھائی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبر صاحبؐ کا جواب سنا تو اسی وقت آپؐ کو بلا کر حضرت عائشہؓ کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی اس لئے آپؐ رخصت نہیں کی گئیں۔ ہجرت مدینے کے ایک برس بعد جبکہ ان کی عمر نو برس کی تھی دواع کی گئیں پیغمبر صاحبؐ کے ازدواج میں صرف ایک یہی کنواری تھیں باقی سب دہاجنیں۔ آپؐ چھٹی پشت میں باپ کی طرف سے رسول پاکؐ سے ملتی ہیں۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہ کے اٹھ جانے سے قریش اور یہی زیادہ بے باک۔ بے لگام اور فتنہ پرداز ہو گئے اور رسول خدا کو نہایت سنگت لی سے ستانا شروع کیا۔ ایک دن آپ رستہ میں جا رہے تھے کہ ایک جہنمی نے آپ کے فرق مبارک پر مٹی ڈالی آپ ہی حالت میں گھر تشریف لائے۔ آپ کی صاحبزادی جناب فاطمہؑ جب یہ حال دیکھا تو پانی لیکر آپس آپ پانی ڈالتی تھیں اور روتی جاتی تھیں حضرت نے پیار کیا اور تسلی دی۔

جب کفار کی شرارت بہت بڑھ گئی تو آپ نے طائف کی طرف توجہ کی جو مکہ کے جنوب میں ایک سرسبز اور شاداب جگہ ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ طائف جا کر نبی ثقیف کو دعوت اسلام دیں۔ روانگی سے پہلے آپ نے جناب سودہ سے نکاح کر لیا۔ یہ بیس بیوہ تھیں اور عمر میں غالباً آپ سے بڑی تھیں اس کی حالت زار دیکھ کر بہ نظر ترحم نکاح کر لیا۔ یہ نکاح آپ نے مستورات کی دستگیری کی نظیر قائم کرنے کو کیا۔ اس سے پہلے آپ کا نکاح حضرت عائشہ بنت ابوبکر سے ہو چکا تھا مگر وہ صغیر سن تھیں اور رسول خدا کو خانہ داری کے انتظام کے لئے ایک مدبر اور معتمد اور سلیقہ شعار عورت کی ضرورت تھی۔ رسول پاکؐ پا پیادہ مکہ معظمہ سے طائف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ صرف زید بن حارثہ تھا۔ اہل طائف میں آپ ایک ماہ تک رہے مگر آپ کی پسند سود مند کی طرف کسی نے توجہ نہ کی بلکہ آپ کی ہنسی اڑائی۔ یہ لوگ غرور کے گھوڑے پر سوار تھے۔ انانیت مجسم تھے۔ اپنے آپ کو فرعون سمجھتے تھے۔ طنز اگنے لگے اگر خدا نے کسی رسول کو بھیجا تھا تو کسی معزز سردار کو خلعت پہنمبری عطا کرتا۔ ایک بے نوا مسافر کو ہماری ہدایت کا کیا حوصلہ؟ آخر انہوں نے بازاری لوٹدوں اور شہر کے اوباشوں کو بھڑکا دیا وہ آپ کے پیچھے ہوئے آوازے کسے۔ تالیاں بجائیں اور آپ پر پتھر پھینکے حتیٰ کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ آپ نے زخموں سے چور ہو کر ایک بلغ میں پناہ لی۔ اس باغ کا مالک عتبہ بن ربیعہ اگرچہ کافر تھا مگر رحمدل تھا اس نے آپ کو ایک رکابی میں انگوڑی بھیجی۔ ابن ہشام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔

پنڈلیوں سے خون صاف کر رہے تھے اور کہتے تھے۔

”اے خدا میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور جو ذلت میری لوگوں میں ہوئی ہے اسکی شکایت کرتا ہوں تو ارحم الراحمین ہے تو کمزور اور عاجز بندوں کا پالنے والا اور مجھ جیسے در ماندہ کی ڈھارس بندھانے والا ہے۔ تو مجھے کس کے قبضہ میں دیتا ہے کیا ایسے بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر بد مزہ ہوتا ہے یا ایسے دشمن کے حوالہ کرتا ہے جو میرے کام مالک بنائے اگر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ تیرا میدان عافیت میرے واسطے گشتا ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کی جس سے اندھیرے میں اُجالا ہو جاتا ہے اور دین کے کام درست ہو جاتے ہیں پناہ پکڑ کر عرض کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر تیرا عذاب نازل ہو اور تو مجھ سے ناراض ہو جائے۔ بدیوں سے بچنا اور نیکی کی قوت تیری مہربانی پر موقوف ہے“

طائف سے ناکام واپسی کی خبر مکہ میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ گفار اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ اگر رسول خدا مکہ میں واپس آئیں تو شہر میں گھسنے کی اجازت نہ دی جائے اسلئے واپسی پر آپ نے چند دن نخلہ میں قیام کیا پھر حراء میں تشریف لائے آخر مطعم بن عدی کی حمایت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مطعم مسلمان نہ تھا مگر نیک طینت تھا وہ اونٹ پر سوار ہو کر ساتھ ہو لیا اس کے بیٹے ننگی تلواریں لئے ہوئے ساتھ تھے جب حرم کے پاس آیا تو پکارا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔ اُس دن تو کچھ نہ ہوا لیکن جب پھر رسول خدا وعظ کے لئے نکلے تو گفار نے مطعم کو بہی بہت بُرا بھلا کہا۔ آپ کی شان نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کے لئے مطعم بھی مطعونِ خلافت ہو اپنے لوگوں کو بہ آواز بلند کہہ دیا کہ اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں۔ اُسے کوئی نہ چھیڑے۔ میری جائے پناہ میرا پیدا کرنے والا ہے۔

ایک دن آپ حرم میں مشغول نماز تھے۔ قریش کے کئی سردار بھی موجود تھے۔ ابوہل نے کہا کون ہے جو اس وقت جائے اور اونٹ کا اوجھ نجاست سمیت کہیں سے لے آئے جب یہ سجدے میں جائینگے تو میں ان کی گردن پر ڈال دوں گا۔ عقبہ نے کہا کہ یہ کام میرا ہے۔ وہ گیا اور اوجھ لے آیا اور آپ کی گردن پر ڈال دی۔ قریش خوشی سے دلچسپے لگے۔

حضرت فاطمہؑ کی عمر اس وقت پانچ چھ سال کی تھی دوڑی آئیں اور جھکو ہٹا کر جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے عقبہ کو بدو عائیں دیں۔

اے خاک پاک مکہ تجھ میں خدا کا گھر ہو اور تیرے فرزند خدا کے رسولؐ کی یہ گستاخیاں کریں۔ کیوں نہ تیری ریتلی زمین پھٹ گئی اور یہی شقی اُس میں سما گئے کیوں نہ عرب کی بلا تیز بادِ سموم نے آندھی بن کر اُن کو اندھا کر دیا۔ کیوں نہ ان کے بے ادب ہاتھ ٹوٹ گئے کیوں نہ ان کی گستاخ آنکھیں پھوٹ گئیں اور کیوں نہ ان کے حسد سے لبریز دل لہو ہو کے بہ گئے۔ لیکن ایسا کیوں ہوتا۔ خدائے پاک نے عالم کو دکھانا تھا کہ میرا جیب تختل۔ استقلال اور بڑد باری کا آسمان سے۔ تلوار کی جھنکار اور خنجر کی دہار۔ قنہ و شمر کی آگ اور سیاہ قلب گفار اُس کے حوصلے کو ہرگز پست نہیں کر سکتے۔ ہاں خالق بلندی پستی نے دکھانا تھا کہ میرا جیب کوہ و قارہ سے سازشوں اور شرارتوں کی لہریں اُسکے مستحکم قدموں سے اپنا سر ٹکرائیں گی اور پاشش پاشش ہو جائیں گی اور اس کے استحکام میں سر جو جنبش نہ آئیگی۔



باب (۵)

معراج اور ہجرت

نبوت کا دسواں سال اسلئے مشہور ہے کہ اس سال میں آپ کو رتبہ معراج عطا ہوا۔ سبحان الذی اسرے میں اس کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے جیب کو اپنی قدرت اپنی عظمت اپنی رحمت کا نظارہ آنکھوں سے دکھا کر ایقان کا اُس کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا اور خلعتِ اصطفیٰ سے سرفراز کر کے تحفہ نماز پنجگانہ عطا فرمایا۔ اس وقت سے پانچ وقت کی نماز فرض ہو گئی۔ یہ تحفہ نورانی بارگاہِ صمدیت سے آپ لیکر آئے

اور دریا دلی سے اُمت کو بانٹ دیا۔

شب معراج کی کیفیت بعض مروج اسلامی کتابوں میں اس طرح درج ہے۔
 ماہِ رجب کی ستائیسویں تاریخ تھی اور رسول خدا عالم خواب میں تھے کہ یکایک حضرت
 جبرئیل تشریف لائے اُن کے ساتھ اسرافیل اور میکائیل بھی تھے۔ جبرائیل براق
 لیکر آئے تھے۔ تینوں فرشتوں نے مل کر آپ کو براق پر سوار کیا اور براق آسمان
 کی طرف بلند ہوا۔ سعدی شیرازی طاب اللہ ثراہ جعل الجنة مشواد نے ہی مضمون
 کو نظم کیا ہے۔

سوارِ جہانگیر یگراں براق
 کہ بگذشت از قصر نیلی رواق

اس وقت حضرت کو آسمان وزمین کی نشانیاں نظر آرہی تھیں۔ ناگاہ کسی نے آپ کا نام
 لیکر آپ کو جانبِ راست سے پکارا۔ پھر کسی نے جانبِ چپ سے آواز دی مگر آپ نے
 توجہ نہ فرمائی۔ پھر سامنے سے ایک عورت نازنین پری چہرہ بناؤ سنگھار کئے ہوئے
 دکھائی دی اور آپ کو مخاطب کرنا چاہا مگر آپ نے اُس کی طرف ہی نہ دیکھا بعد اس کے
 آپ نے تھوڑی راہ طے کی تھی کہ آپ کے کان میں خوفناک دھماکے کی آواز آئی
 جس کو سُن کر آپ کو یک گونہ اضطراب لاحق ہوا کچھ عرصہ کے بعد جبرئیل نے آپ کو
 ایک مقام پر اتارا اور کہا کہ یہاں آپ نماز ادا کریں پھر کہا کہ آپ نے اس مقام کو
 پہچانا یہ آپ کا مقامِ ہجرت ہے۔ نماز پڑھ کر آپ پھر سوار ہوئے اور بیت المقدس
 میں پہنچے۔ یہاں اتر کر اپنے مسجد اقصا میں سابق نبیوں سے ملاقات کی اور آپ نے
 امام بن کرب کو نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نمازِ غیب سے ایک طبق آیا جس میں تین
 پیالے تھے۔ ایک میں دودھ تھا۔ ایک میں پانی اور ایک میں شراب۔ آپ نے دودھ
 کا پیالہ اٹھایا اور تھوڑا سا پیا۔ جبرئیل نے کہا کہ دودھ نوش کرنے سے آپ کی
 اُمت راہِ راست پر آگئی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ اگر آپ راہ میں صدائے دستِ راست
 سے التفات فرماتے تو آپ کی اُمت یہود ہو جاتی۔ اگر آپ جانبِ چپ رجوع کرتے

تو آپ کی اُمت نصاریٰ ہو جاتی اور اگر آپ اس کی طرف توجہ فرماتے جو سامنے سے آئی تھی تو آپ کی اُمت دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی وہ عورت دنیا تھی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا کہ وہ آواز ہولناک جو اپنے سنی اُس کا ماجرا یہ ہے۔ کہ ستر ہزار برس ہوئے ایک پتھر دوزخ کے کنارے سے سُک کر دوزخ میں گرا تھا اس وقت وہ زمین جہنم پر پہنچا ہے اور یہ آواز اُس کے گرنے کی تھی۔ رفتہ رفتہ رسول خداؐ آسمانِ اول پر پہنچے۔ یہاں اپنے ایک بلند قامت کریم المنظر فرشتہ دیکھا جس کی صورت نہایت دہشت ناک تھی آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ مالک محافظ دوزخ ہے اپنے اس سلام علیک کی اُس نے جواب دیا پھر مالک دوزخ نے آپ کو دوزخ دکھانے کے لئے ایک دروازہ کھولا۔ زباناۃ جہنم نے جوش مارا اور آسمان کی طرف بلند ہوا۔ اپنے خوف زدہ ہو کر کہا کہ اس کو کہدے دروازہ بند کر دے یہ ہولناک منظر دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ اُس مقام سے آگے بڑھ کر اپنے ایک فرشتہ دیکھا کہ اس کے دونوں زانوؤں کے درمیان تمام دُنیا تھی اُس کے ہاتھ میں ایک لوح نور تھی اور وہ اس لوح کی طرف نگاتار دیکھ رہا تھا جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ملک الموت ہے جو ہمیشہ قبض ارواح خلق میں مشغول رہتا ہے۔ ملک الموت نے بعد سلام علیک کہا کہ تمام دُنیا میرے آگے ایک درہم کے برابر ہے جس طرح چاہوں گردش دوں اور حق سبحانہ تعالیٰ نے دُنیا کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر آپ ایسے مقام پر آئے جہاں ایک جماعت کے روبرو چند خوان گوشت پاکیزہ اور چند خوان گوشت مُردار کے رکھے ہوئے تھے مگر اہل جماعت مُردار گوشت کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو نہیں کھاتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ آپ کی اُمت سے ہیں جو دُنیا میں حلال ترک کر کے حرام کھایا کرتے ہیں۔ اسکے بعد اپنے ایک ایسا فرشتہ دیکھا جس کا نصف بدن آگ کا اور نصف برف کا تھا پھر اپنے ایک گروہ دیکھا کہ اُن کے ہونٹ مثل لب ہائے شتر تھے۔ فرشتے اُس کے ہونٹوں کو قینچی سے کترتے تھے اور اُن کے مُنہ میں ڈالتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ چشمک زن اور عیب ہیں ہیں۔ آگے بڑھ کر اپنے دیکھا کہ ایک گروہ کے سر فرشتے

پتھروں سے کچل رہے تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیند کو نماز پر ترجیح دی۔ آگے جا کر اپنے ایک گروہ دیکھا کہ جن کے منہ میں فرشتے آگ ڈال رہے تھے جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کر کے تقیم کا مال کھاتے ہیں۔ وہاں سے آگے آپکا گذر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو سنگینی جسم و شکم کے باعث اٹھ نہ سکتے تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ سو دو خوار ہیں۔ وہاں سے آگے اپنے دیکھا کہ چند عورتیں پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ عورتیں ہیں کہ جنہوں نے زنا کیا اپنے خاوندوں کے مکان میں اور فرزند ان زنا کو طرف شوہروں کے منسوب کیا۔ آسمان پنجم پر اپنے ایک پیر مرد دراز چشم سے ملاقات کی جبرئیلؑ نے کہا یہ ہاروں پسر عمران ہے۔ چھٹے آسمان پر اپنے ایک مرد بلند بالا کو کہ رنگ اُس کا گندم گوں تھا دیکھا اُسکے بدن پر بڑے بڑے بال تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ موسیٰ بن عمران ہیں۔ ساتویں آسمان پر ایک فرشتے نے کہا کہ جناب خود حجامت کیجئے اور اپنی اُمت کو حجامت کا حکم دیجئے۔ یہاں آپ نے حضرت ابراہیم سے ملاقات کی۔ وہاں سے آپ بیت المعمور میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھی جب آپ بیت المعمور سے باہر آئے تو اپنے دونہریں پھینکے نہر کوثر سے اپنے قدرے پانی پیا اور نہر رحمت میں غسل فرمایا۔ پھر آپ بہشت میں داخل ہوئے اور دونوں جانب ان نہروں کے اپنے گھروں اور اپنے اہلبیت کے گھروں اور اپنی زنان طاہرہ کے قصروں کو دیکھا۔ آپ نے خاک بہشت کو مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ اپنے دیکھا کہ ایک لڑکی نہر ہائے بہشت میں شناوری کر رہی تھی آپ کو دیکھ کر کہنے لگی میں زید بن حارثہ کی اولاد سے ہوں۔ بہشت کے مرغ اونٹ کے برابر اور بہشت کے باغ کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ بہشت میں اپنے ایک بڑا تناور درخت دیکھا کہ اگر کسی پرند کو سبکی جڑھ سے چھوڑ دیں اور سات سو برس تک پرواز کرے تو اُس کے گرد نہ پھر سکے۔ بہشت کے محلوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس میں اس درخت کی شاخ نہ ہو۔ جبرئیلؑ نے اس درخت کا نام طویلے بتایا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے طویلے لہم حسن ماپ۔

وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے جہاں ہر برگ درخت طوبیٰ ایک امت
عظیم پر ساء کئے تھا۔ اس کے بعد آپ کو تنہا قرب معنوی بارگاہ ایزدی میں میسر آیا
مقام قاب قوسین اواد نے تک پہنچے۔ یہاں جبرئیلؑ کو مجال رفاقت نہ تھی یہودی
علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

بدوگفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام

جبرئیلؑ نے عرض کی

اگر یک سروئے برتر روم

فروع تجلے بسوزد پر م

اس خلوت میں نماز نیجگانہ کا تحفہ نور آپ کو عطا ہوا۔ آپ نے اذان سنی اور جس طرح
بیت المقدس میں نبیوں کے ساتھ نماز پڑھی تھی یہاں فرشتوں کے ساتھ امام بنکر
نماز ادا کی۔ حکم پچاس نمازوں کا ہوا تھا مگر حضرت موسیٰؑ کی تحریک پر آپ نے خالق سے
پینتالیس نمازیں معاف کرائیں۔ گویا پنج رہ گئیں۔

جناب مولوی پروفیسر سید نواب علی صاحب رضوی۔ ایم۔ اے۔ اپنی لاجواب
کتاب تذکرۃ المصطفیٰ میں جس کو میں نے نہایت ذوق اور شوق سے پڑھا معراج کے
متعلق فرماتے ہیں:-

”معراج کے واقعہ کو ہمارے شعرا کی رنگینیوں اور داعین کی کن ترانیوں نے فسانہ
بنا دیا ہے۔ جس طرح یہود نے معراج یعقوب اور جبرئیلؑ کو عیسائیوں نے مکاشفات
یوحنا کو عجیب و غریب داستان بنا کر ظاہر پرستوں کو مسخر کر لیا اسی طرح بہت سے مسلمانوں
نے معراج کو اس طور پر بیان کیا کہ حقیقت پر پردہ پڑ گیا۔ متقدمین علما میں بعض معراج
جسمانی کے قائل تھے بعض روحانی کے صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ مگر علمائے متاخرین
نے ایک طرف ڈگری دیدی اور معراج جسمانی کے قائل ہو گئے۔ متقدمین کا اختلاف رحمت
تھا مگر متاخرین کا اختلاف فتنہ و فساد اور کفر کے فتوؤں کی بھرمار ہے

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا

خداوند کریم ہم پر رحم فرمائے اور کتاب اللہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“
غیر مذہب کے مؤرخ بعض تو معراج کے واقعہ سے منکر ہیں اور بعض اس کو خواب بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بہشت ووزخ کی سیر عالم اجرام اور افلاک کا دوسے خدائے بزرگ سے راز و نیاز کے لئے وقت در کا تھا اور رسول پاک جب اُپس آئے تو بستر تک گرم تھا۔ دم زردن میں یہ تمام باتیں کیسے ہو سکتی تھیں۔ پھر سورہ نبی اسرائیل کی آیت ۶۲ ”وَمَا جَعَلْنَا الزُّبْيَا الَّتِي آذَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلَكُوتَ فِي الْقُرْآنِ كَا حَوَالِهِ دِيَا جَاتَا هِيَ يَعْنِي اَوْر خَوَابِ جُو هِم نِي تَم كُو دُكْهَا يَا تُو بَسِ اس كُو لُو كُو كِي اِيْمَانِ كِي اَز مَائِشِ كَا ذَرِيْعَه طُهْر اِيَا۔ اور اسی طرح تھوہر کے درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کو صاف خواب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علمائے متاخرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں جس خواب سے مطلب ہے وہ معراج نہیں ہے۔ پیغمبر آخر الزمان ہمیشہ خواب دیکھا کرتے تھے جو بعد ازاں سچے ثابت ہوتے تھے۔ یہ کسی ایک خواب کی طرف اشارہ ہے وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ معراج کے متعلق آیت صاف ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

سُبْحٰنَ الَّذِي سُرِّيْٓ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ الْغَنِيْمِ
اَلَا قَصَّةَ الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِيُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ
”پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لیگیا جس کے گرد اگر وہم نے برکتیں دے رکھی ہیں تاکہ دکھائیں چند نشانیاں قدرت کی وہی خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“
اس آیت سے صاف ہے کہ معراج جسمانی تھا۔

مولانا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ البانگہ میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام امور جسم کے ساتھ بیداری میں ہوئے لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں بزخ کی طرح واقع ہے سب کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری تھے۔

ہمارا اتفاق پروفیسر نواب علی صاحب سے ہے۔ امراتہم ^{شوق} طلب یہ ہے کہ آیا
عزت معراج رسول خدا کو نصیب ہوئی۔ ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے اور تاریخ شاہد
ہے کہ اس کا جواب اثبات میں دیا جائے۔ رہا یہ سوال کہ آیا معراج جسمانی تھا کہ روحانی
یہ چنداں ضروری نہیں۔ اگر جسمانی تھا تو روح جسم کے ساتھ تھی۔ اگر صرف روحانی تھا
تو جسم کی ضرورت نہ تھی۔ خواہ روحانی ملاقات تھی خواہ جسمانی۔ ملاقات ضرور تھی۔ رسول خدا
نے جسمانی آنکھوں سے یا روحانی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھیں جو کسی کو آج تک
دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھیں نہ آئندہ ہونگی۔ جیب کبریا وہاں تک گئے جہاں تک
آج تک نہ کوئی گیا نہ جاسکیگا۔ محمد مصطفیٰ کو وہ قرب نصیب ہوا جو آج تک نہ کسی کو
ہوا تھا نہ آئندہ ہوگا۔

قرب رسول حضرت موسیٰ سے پوچھے

کتنا خدا کے گھر سے پرے کوہ طور تھا

عزت ملاقات میں نوعیت سے فرق نہیں آتا پھر ناحق نوعیت پر جھگڑنا اور کج بحثی کرنا
ہماری رائے ناقص میں دانشمندی سے بعید ہے۔

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ رسول خدا نے عرش پر جا کر کیا دیکھا اور وہاں کیا باتیں
کیں تو ہم اس کا جواب یہ ہی دیکھتے ہیں کہ وہاں وہ دیکھا اور وہ سنا اور وہ سمجھا اور وہ
سیکھا جو آپ نے ہم کو قرآن پاک میں سکھایا پڑھایا اور بتایا ہے۔ اس سے زیادہ جو
کچھ دیکھا وہ ہماری ناقص سمجھ سے باہر ہے۔ اور ہمارا مذہب اور ادب ہم کو اجازت
نہیں دیتا کہ ہم خیالی گھوڑے دوڑائیں۔ ہماری عقل خام ہے یہ وہ راستہ ہے کہ جہاں عقل
کے سبک رفتار رہو اور قدم قدم پر سکندری کہاتے ہیں اگر ان کو ایک قدم آگے بڑھایا
جائے تو دس قدم پس پا ہوتے ہیں۔

تو اں در بلاغت بہ سبحان رسید

نہ در کنج تو جید سبحان رسید

اس قادر مطلق کے آگے جو

زیر افگند فطرۃ سوئے یم

ز صلب آورد نطفہ در شکم

جو اجسام فلکی کے بھاری اجسام خلد میں معلق رکھتا ہے جو ہوائی جہاز آسمان پر اڑاتا ہے اپنے خاص خاصان کو خلوت خاص میں جسم کے ساتھ بلانا کیا مشکل تھا۔ یہی ملاقات کا نتیجہ تھا کہ

قیمے کہ ناکردہ قرآن درست

کتب خانہ چند ملت پشت

ہمیں اپنا رتبہ پہچانا چاہئے۔ ہمیں معاملات قضا و قدر میں اپنی ناقص عقل کو مکمل نہیں سمجھنا چاہئے۔

برو اے عالم خود بین کہ ز چشم من و تو

رازاں پر وہ نہاں ست و نہاں خواہد بود

سائنس پیشک سمندروں میں جال پھیلائے۔ ہوا پر غبارے اڑائے۔ برق و خشاں سے خط کینزی لکھائے۔ پہاڑوں کو حلقہ ہائے غلامی پہنائے۔ پیشک ہاتھ بڑھائے۔

پانوں پھیلائے مگر یاد رہے کہ بقول پروفیسر نواب الدین اسرار قدرت کا غیبی لفاظہ سرزمین رہیگا اور اس کی ٹہر اسی دن ٹوٹیگی جب ہمارا نقش بر آب خاکی کرہ گردش کرتے کرتے کسی دُمدار ستارے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیگا اور سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ معراج کے ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے۔

(۱)۔ اب براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسو پر جس میں کمال حیوانیت ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہو گیا براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے۔ یعنی ناطقہ کے احکام بہمیت پر مسلط ہو گئے۔

(۲)۔ مسجد قصبی کی طرف سیر کرنا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعیب اللہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے ملائعہ اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور ان سے مفاخرت کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ خطیر القدر

ارتباط و تعلق سے سب کا اجماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی ہے۔

(۴) آسمانوں پر بالترتیب صعود کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خاص قرار گاہ جلالت اور الوہیت تک اپنے منزل بہ منزل ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقرر ہیں نیز ان بزرگ روحانیوں سے جو آدمیوں میں سے فرشتوں تک منسلک ہو گئے ہیں۔ اب ان تدابیر کا علم حاصل ہوا جو مقام مذکور میں وحی سے پائی جاتی ہیں۔

(۵) حضرت موسیٰ کا لقا کرنا حسد سے نہ تھا بلکہ وہ اس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے ان کو پیش آئی۔ اور جس کمال کے وہ خواستگار تھے اُس کے پورا ہونے میں ایک حصہ کی کمی رہ گئی۔

(۶) سدرۃ المنتہی سے درخت وجود مراد ہے جس کے حصص میں ترتیب ہوتی ہے اور اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں۔

(۷) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم الملکوت میں موجود ہے نیز جنات اور نمونہ بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔

(۸) اور جو انوار و درخت کو لعشیہ کئے ہوئے ہیں وہ الہی انتظامات اور رحمانی تدابیر ہیں۔

(۹) بیت المعمور تجلے الہی کا نام ہے اُس کی جانب آدمیوں کے سجدے اور سجدے کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں۔

(۱۰) آپنے دودھ کا پیالہ اسلٹے پیا کہ آپنے فطرت پسند ہونا تھا اور لذات دُنیا کو ترک کرنا تھا۔

(۱۱) نماز پنجگانہ کا حکم ہوا اگر ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں آہستہ آہستہ خداوند کریم نے اس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت ہی کامل ہو گئی اور تنگی ہی رفع ہو گئی اور اس معنی کو حضرت موسیٰ کی جانب اس واسطے منسوب کیا کہ تمام انبیاء میں وہ اُمت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ واقف تھے۔

ہمارے ایک فاضل دوست کی جس نے ہمیں نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی

یہ رائے ہے کہ جس طرح بادشاہ اپنے برگزیدہ ملازم کو خطاب اور خلعت سے ممتاز کرتا ہے اسی طرح خالق نے تمام نبیوں میں سے رسول پاک کو مقرب خاص بنایا تھا اس لئے آپ کو اسراء وحی کے ذریعہ جس میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے وہ قرب بنحشا جو آج تک کسی بشر کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اس قرب کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنجناب کو علم لدنی حاصل ہو گیا۔ اس عزت افزائی کا نام معراج ہے اور یہ بڑی بات اور عظیم شرف ہے۔

انہیں ایام میں طفیل بن عمر مکہ میں آیا یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور شاعر بھی تھا کفار نے اس کو کہا کہ مجھ سے بچتے رہنا یہ ساحر ہے جاؤ و کے زور سے اسے باپ بیٹے بھائی بھائی۔ میاں بیوی میں جدائی ڈال دی ہے اور ہمارے تمام کام ابتر کر دیئے ہیں۔ طفیل کو یقین آ گیا جب وہ کعبہ میں جاتا تھا تو کانوں میں روٹی بھر لیتا تھا۔ ایک دن رسول پاک قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کی آواز اس کے کان میں پڑی اور چونکا ہوا۔ خاموش ایک طرف کھڑا رہا جب آپ گھر کی طرف چلے تو ساتھ ہولیا اور مکان پر پہنچ کر آپ کی زبان مبارک سے چند آیات قرآنی سنیں۔ قرآن کا سننا تھا کہ اور کا او ہو گیا۔ قدرت حق کا یہ عجیب نظارہ تھا۔ ایک عظیم الشان قوم کا سردار جسے قریش مخدوم کہتے تھے ایک غریب بے سروسامان عربی نوجوان کے قدم لے رہا تھا اور اپنے آپ کو اُس کا غلام کہہ رہا تھا۔

قریش کو ایسے ممتاز انسان کا اسلام لانا نہایت شاق گذرا۔ انہیں نوں میں ابوذر غفاری پا پیادہ مکتے میں آئے اور حضرت علیؑ کے ہمراہ خدمت عالی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تم ابھی اپنا ایمان لانا چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ جب تم کو اطلاع دی جائیگی تب آ جاؤ۔ ابوذر نے کہا کہ بخدا میں دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا یہ کہہ کر ابوذر کعبہ کی طرف گئے وہاں قریش جمع تھے اپنے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا۔ لوگ ان کو مارنے لگے اتنے میں عباسؓ آ گئے۔ اور ان کی جان بچائی۔ روایت ہے کہ ابوذر ایک ماہ کامل آب زمزم پر رہے اور پھر اپنے وطن کو چلے آئے۔

مدینہ منورہ

مدینہ کا اصلی نام شہرب ہے۔ جب رسول خدا وہاں جا کر آباد ہوئے اُسکا نام مدینۃ النبی پڑ گیا پھر رفتہ رفتہ مدینہ مشہور ہو گیا۔ ابتدا میں یہاں یہودی آباد تھے جب میں میں سیلاب آیا تو روم کے دو بھائیوں ریوس اور اموس کی طرح قحطان کے خاندان کے دو بھائی اوس اور خزرج یہاں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد انصار کہلانے لگی۔ بہت مدت تک انصار یہودیوں کے دست نگر رہے مگر رفتہ رفتہ ان کا اقتدار ان کی تعداد کے ساتھ بڑھتا گیا۔ فطیون کے زمانہ میں قریب قریب خود مختار بن گئے۔ فطیون یہودی بڑا ظالم اور ساتھ ہی عیاش تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جو لڑکی بیاہی جائے پہلے اس کے بیت اللطف میں آئے۔ جب مالک بن عجلان کی بہن بیاہی گئی تو وہ اپنی بہن کے ساتھ زنانہ لباس میں فطیون کی خلوت گاہ میں پہنچا اور فطیون کو قتل کر کے ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے امداد لیکر آیا اور یہودیوں کو دھوکا دے کر ان کی دعوت کی اور سب سرداروں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔

پہلے تو قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج دونوں میں اتفاق رہا مگر آخر کار خانہ جنگی کے ہاتھوں دونوں خاندانوں کے نامور راہین معرکہ بعاث میں قتل ہوئے۔ انصار بیت پرست تھے مگر توریت کی بشارت سے جو پیغمبر آخر الزمان کے متعلق تھی آشنا تھے اور بہت سے انصار دعائیں مانگتے تھے کہ الہی جلد وہ نبی مبعوث ہو کہ اُس کی برکت سے ہمیں اپنا گدشتہ جاہ و جلال میسر آئے۔

ایک دن نبوت کے گیارہویں سال میں رسول خدا نے عقبہ کے قریب دیکھا کہ سرزمین شہرب کے چٹھ نو وارد آپس میں باتیں کر رہے ہیں آپ ٹھہر گئے اُن سے گفتگو کی انہیں دعوت اسلام دی اور قرآن کی چند آیات سنائیں۔ آپ کے پُر تاثیر کلام سے متاثر ہو کر یہ چٹھ مسافر صدق دل سے مسلمان ہوئے ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) ابوالہشیم (۲) اسعد (۳) عوف (۴) رافع (۵) قطبہ (۶) جابر۔

دوسرے سال یعنی نبوت کے بارہویں سال اُن سابق الایمان مسلمانوں کے ساتھ چٹھ اور انصار آئے اور بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ بیعت

بیعت عقبہ
اولیٰ

کی شرطیں یہ تھیں۔

(۱)۔ ہم خداے واحد کی عبادت کریں گے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۲)۔ ہم چوری اور زنا کاری کبھی نہیں کریں گے۔

(۳)۔ ہم اپنی لڑکیوں کو کبھی قتل نہیں کریں گے۔

(۴)۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی جُنگلی کیا کریں گے۔

(۵)۔ ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کریں گے۔

وقتِ نخصت رسولِ پاک نے اس جماعت کی درخواست پر ایک صحابی مصعبؓ

بن عمیر کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔ شرب پہنچ کر اس جماعت نے سرگرمی سے اسلام کی اشاعت

شرع کر دی یہ وہ ہی مصعبؓ تھا جسے غزوہ بدر میں شکر کی علمبرداری کا منصب ملا

تھا مصعبؓ کی کوشش سے گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زرارہ

کے گھر جا کر اترے تھے اور مدینے والے آپ کو المقریعے اُستاد کہا کرتے تھے۔

مصعبؓ کی تعلیم سے نبی بعد الاشہل تمام ایک ہی دن مسلمان ہو گئے۔

نبوت کے تیرھویں سال بہتر شخص حج کے زمانے میں آئے اور اپنے بُت پرست

ہمراہیوں سے چھپ کر رسولِ خدا کے پاس آئے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس

بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ اس وقت حضرت عباسؓ بھی رسولِ خدا کے ساتھ تھے۔

آپ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن اپنے بھتیجے پر جان دیتے تھے اور ہمیشہ لکھے

معین و مددگار تھے۔ سب سے پہلے اُنہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ انصاف

تم جانتے ہو محمد صلعم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہے اب قریش بوجہ تبدیلِ مذہب

تمہارے دشمن ہو گئے ہیں پیشتر اس کے کہ تم رفاقت کا اقرار کرو اچھی طرح سوچ لو اس

معاملہ میں اگر سینہ سپر نہیں ہوتا تو ابھی سے جواب دیدو۔ سب نے کہا کہ ہم نے سُننا لے

رسولِ پاک آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے پہلے چند آیات قرآن تلاوت فرمائیں

پھر کہا کہ خدا وحدہ لا شریک ہے مجھ سے وعدہ کرو کہ جب میں تمہارے شہر میں آؤں

تو میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔ سب نے پوچھا کہ ہم کو اس کا مواضعہ

بیعت عقبہ
ثانیہ

کیا طیکاً پینغمبر خدا نے کہا کہ اس کا صلہ بہشت ہے۔ سب خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ جیب پروردگار آپ کو قوت اور اقتدار دیکھا اسوقت ہمیں تو نہ چھوڑو گے اور ہم سے منہ تو نہ موڑو گے اس ہادی برحق نے مسکرا کر جواب دیا کہ نہیں تمہارا خون میرا خون ہے میرا مرنا جینا تمہارا ساتھ ہے۔ سب نے مسرور ہو کر آپ کے ہاتھوں کو بوسے دئے۔ اسوقت آپ نے بارہ نقیب مقرر فرمائیں تاکہ شرب میں جا کر دین حق پھیلائیں۔ ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) اسعد (۲) رافع (۳) عبادہ (۴) سعد بن ریح (۵) ثعلبہ (۶) عبداللہ بن زحام (۷) براؤ (۸) عبداللہ بن عمر (۹) سعد بن عبادہ (۱۰) سید (۱۱) سعد بن خثیمہ (۱۲) رفاع۔
جسوقت یہ باتیں ہو رہی تھیں کفار قریش کا کوئی جاسوس چھپا ہوا سن رہا تھا وہ بھاگا ہوا قریش کے پاس آیا وہ بہت بگڑے اور فوراً قافلہ شرب میں آئے ان کو ڈرایا اور دھمکایا مگر یہ راز ظاہر نہ ہوا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

یونہی تو تمام کفار رسول خدا کے دشمن تھے مگر اہل مکہ میں سے جن کو رسول پاک سے سخت عناد تھا ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) ابو جہل (۲) ابولہب (۳) حارث بن قیس (۴) ولید بن المغیرہ (۵) ایتہ ابی (۶) عاص بن وائل (۷) نصر بن حارث (۸) عاص بن ہاشم وغیرہ۔

ان لوگوں کی دست درازی سے تنگ آ کر رسول خدا نے صحابہ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی چنانچہ چند ہی روز میں ایک ایک دو دو کر کے قریباً آدھی جمع اپنے رشتہ داروں کے چلے گئے اور صرف تین مسلمان یعنی حضرت رسول خدا۔ علیؑ اور ابو بکرؓ جمع اپنے اہل و عیال کے رہ گئے اسوقت کفار نے طیش میں آ کر دارالندوہ میں جو دارالشوریٰ تھا اجلاس عام کیا۔ اس جلسہ میں قریش اور اس پاس کے کل سردار جمع تھے طرح طرح کی بولیاں بولتے تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی رائے پیش کرتا تھا۔ ایک نے کہا نہیں مسلسل بے زنجیر مکان میں قید کیا جائے۔ ایک نے کہا کہ انہیں جلا وطن کر دو۔ ابو جہل نے یہ رائے دی کہ بہت سے آدمی مل کر محمد کو ایک ہی دفعہ قتل کر دو تاکہ قتل کا الزام کسی خاص شخص پر نہ آئے یہ تجویز سب نے پسند کی اور وہاں سے اٹھ کر آستانہ مبارک کا محاصرہ

کر لیا۔ مطلب یہ تھا کہ جسوقت آپ گھر سے باہر تشریف لائیں کام تمام کر دیا جائے۔ کسی جان نثار نے رسول خدا کو خبردار کر دیا تھا آپ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم آ گیا ہے۔ گفار میرے خون کے پیاسے گھات لگائے بیٹھے ہیں تم میرے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ رہو تاکہ قاتلوں کی آنکھوں میں خاک پڑ جائے اللہ پاک تمہارا محافظ اور مددگار ہے تم کسی قسم کا فکر نہ کرنا۔ جناب علیؓ کو جان شیریں ارشاد نبویؐ سے ٹھھی نہ تھی۔ اٹھے اور بستر نبویؐ پر لیٹ گئے جس طرح حضرت خلیلؑ پر آگ گلزار ہو گئی تھی شیر خدا کے لئے بستر قتل حصار آہنی ہو گیا۔

رسول اللہؐ کی دیانتداری اسقدر مشہور تھی کہ قریش باوصف اسقدر عداوت کے جو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ کے پاس ہی رکھا کرتے تھے آپ نے جب قدر ایمانیتیں آپ کے پاس تھیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں کہ ان کے مالکوں کو پہنچا دینا بعدہ توکل بر خدا اور پیچہ سے نکلے اور حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے دستور کے موافق دست دیا اور اجازت لیکر اندر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ کچھ غلیظہ کہنا ہے سب کو ہٹا دو انہوں نے کہا آپ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم آ گیا ہے حضرت ابوبکرؓ نے بیتاب ہو کر پوچھا کہ مجھے ہمراہی کا شرف عطا ہوگا۔ آپ نے ارشاد کیا ہاں۔

گفار خوفناک درندوں کی طرح بقیہ فیض کے گرد محاصرہ کئے ہوئے تھے دل آتش حسد سے پھجکا جاتا تھا۔ گھڑیاں گن رہے تھے کہ کب صبح ہو اور آپ برآمد ہوں اور یہ کام تمام کریں بار بار دروازے کے سوراخوں سے جھانکتے تھے اور حضرت علیؓ کو پلنگ پر دراز دیکھ کر سمجھتے تھے کہ آپ استراحت میں ہیں مگر حافظ حقیقی نے ان کی عقل پر ان کے ہوش پر ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تھے جسوقت منظر نور خدا کھر طرکی سے نکل گئے اسوقت یہ سب غافل ہو گئے اور ان کو سروپا کا ہوش نہ رہا۔ آخر تڑپ کا ہوا مگر رسول خداؐ صاحب محمول خانہ اقدس سے برآمد نہ ہوئے۔ قاتلوں نے دیر تک انتظار کیا آخر ان سے رہا نہ گیا۔ گھر میں گھس گئے اور رسول خداؐ کی جگہ شیر خدا کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی بیان کی۔ جھوٹیل میں آکر ان بے دروہوں نے

حضرت علیؑ کو طرح طرح کی اذیت دی مگر آپ نے جن کے نام پر انسان تمام جہان کے بہادریوں کو تصدق کر دے کچھ بھی پتہ نہ دیا۔ پھر آپ کو کافر حرم میں لے گئے تھوڑی دیر زیر حراست رکھ کر آخر چھوڑ دیا۔

رسول اللہؐ نے دن بھر جناب ابو بکرؓ کے مکان میں قیام کیا۔ ابو بکرؓ کے پاس دو صبا رشتا اور ٹنیاں تھیں جو آپ نے بول کی پتیاں کھلا کھلا کر پالیں تھیں۔ ان میں سے ایک آپ نے پسند فرمائی اور قیمت دیکر قبول فرمائی۔ رات کو آپ اور آپ کے یار غار مستعد سفر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن نے جس کا نام اسماء تھا ایک برتن میں دو تین دن کا کھانا رکھا اور اس برتن کا منہ اپنا نطق پھاڑ کر باندھا۔ اس خدمت کے صلہ میں بقائے دوام کے دربار سے آپ کو فوات النطاقین کا لقب عطا ہوا۔

حضرت جسوقت مکان سے نکلے تو کعبہ کی طرف نگاہ کی اور فرمایا:-

مکہ! تو مجھے تمام جہان سے پیارا ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے!!

باب (۷)

مدینہ میں اخلہ و رہین الاقوامی معاہدہ

مکہ میں تین میل جانب راست ایک غار ہے جس کو غار ثور کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔ اس غار میں رسول خدا اور ان کے یار غار ابو بکرؓ پناہ گزین ہوئے۔

یہ غار اب بھی موجود ہے اور ہر سال حاجی اس کو جا کر دیکھتے ہیں حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبداللہ رات کو باپ کے پاس غار میں رہا کرتے تھے۔ منہ اندھیرے وہاں سے نکل کر شہر میں آجاتے تھے۔ جو خبر ملتی تھی شام کو جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض

کر دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کا غلام کچھ رات گئی بکریاں چرا کرتا اور آپ کو دودھ دیکھ دیا کرتا تھا۔ اسامہؓ بھی گھر سے کھانا پکا کر بھیجا کرتی تھی۔

رسول اللہؐ کے جانے کے بعد کفار اور ابو جہل حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئے۔ ابو جہل نے اسامہؓ سے پوچھا کہ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے جب اُس نے کچھ جواب نہ دیا تو ظالم نے ایسا تھپڑ اس کے رخسارہ پر مارا کہ اُس کی بالی کان سے نکل کر زمین پر گر گئی۔

اسی طرح تین دن تک اس غار میں رہے۔

قاعدہ ہے کہ جب صیاد کے ہاتھ سے شکار نکل جائے تو وہ غصتہ میں اندھا ہو کر نہیائے بکنے لگتا ہے۔ جب کافروں کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی تو وہ از خود رفتہ ہو گئے۔ غصتہ میں دیوانے بن گئے۔ شہر میں منادی کر دی کہ جو آپ کو ڈھونڈھ لائے انعام پائے اور جو آپ کو شہید کر دے مال مال ہو جائے۔ طمع بڑی شے ہے کافر ہر طرف دوڑے۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار تو تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب اُن کے قدموں کی آہٹ سنی تو مضطرب ہوئے اور کہا کہ یا حضرت کفار اُن پہونچے اب ہمارا آخری وقت آ گیا۔ حضرت نے فرمایا:-

لَا تَحْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پروردگار نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا۔ مگر پی نے غار کے منہ پر جالاتن دیا۔ جنگلی کبوتر کے ایک جوڑے نے وہیں پر اپنا گھونسلہ بنا لیا اور اٹدے دیئے۔ کفار جب غار پر آئے تو کبوتر کا گھونسلہ اور مگر پی کا جالا دیکھ کر واپس چلے گئے۔

چوتھے دن آپؐ فارسی سے برآمد ہوئے۔ عامر بن قہیرہ حضرت ابو بکرؓ کا غلام دودھ اور اٹنیاں لیکر آ گیا۔ عبد اللہ بن اریقظ اُجرت پر رہ رہ مقرر ہوا اور یہ مختصر قافلہ شرب کی طرف روانہ ہوا۔ ایک رات دن برابر چلے گئے دوسرے دن دوپہر کے وقت ایک چٹان کے سایہ میں اتر کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پیغمبر صاحب کے لئے زمین پر اپنی چادر بچھا دی۔ ایک چرواہا وہاں بکریاں چرا رہا تھا اس سے دودھ لیا اور پانی لاکر رسول اللہؐ کے

پیش کیا۔ اپنے پیادوں کو روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ غار سے نکل کر پہلے دن اس مبارک قافلہ کا گزرنے پر امم معبد پر ہوا اپنے اس ضعیفہ سے پوچھا مائی تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے اُس نے کہا نہیں خیمہ کے گوشہ میں ایک بیمار اور کمزور بکری کھڑی تھی جس کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا وہ دودھ سے بھر گیا یہ دودھ اپنے اور ہمراہیوں نے پیادوں سے دفعہ پھر بکری کو دوا لگایا یہ دودھ بھی ہمراہیوں نے پیاتیری دفعہ پھر برتن بھر گیا یہ دودھ امم معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو ابو بکرؓ یا رسول خدا کو پکڑ لائیں گا اس کو تنوا و نط انعام دیا جائیگا۔ اس انعام کی خبر سن کر سراقہ بن خشم کے وہاں آ زمین پانی بھر آیا۔ ایک سبک فرار گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے تعاقب میں روانہ ہوا اور سرپٹ گھوڑا دوڑا یا رسول کریم کے قریب آ گیا۔ جس کا نگہبان محافظ حقیقی ہو اس کا بال تک کون بینکا کر سکتا ہے۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ لالچ بڑی بلا ہوتی ہے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا اس دفعہ گھوڑے کے پانوں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ یہ حال دیکھ کر سراقہ بہت نادوم ہوا اور معافی مانگی۔ واپسی پر ان لوگوں کو بھی لوٹا لیا گیا جو انعام کی امید پر تعاقب میں نکلے تھے۔ یہ وہی سراقہ ہے جو بعد ازاں مسلمان ہوا اور فتح ایران کے بعد حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے مال غنیمت میں سے اُس کو حصہ دیا۔

جب پیغمبر صاحب مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راہ میں حضرت زبیرؓ جو مال تجارت لیکر گھر کو واپس آ رہے تھے آپ سے دوچار ہوئے اور مال تجارت میں سے چند کپڑے آپ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو دیئے۔

ماہ ربیع الاول کے آغاز میں دو شنبہ کے دن رسول خداؐ خیریت تمام شہر کے قریب پہنچ گئے اور شہر سے باہر موضع قبا میں کاشم بن الہدم کے ہمان ہوئے۔ لوگ آپ کے کئی دن سے منتظر تھے۔ ہر روز استقبال کے لئے آتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر غینوں کی طرح کھل گئے۔ دمزدن میں میل لگ گیا اور اللہ اکبر کے نعروں سے میدان گونج اٹھا۔

جناب رسالت مآب نے چوداں دن یہاں قیام فرمایا۔ حضرت علیؓ جو آپ کی روانگی سے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی یہیں آئے۔

سب سے پہلے یہاں جو کام آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ کثوم کی سفید زمین پر جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں اپنے دست مبارک سے اُس مسجد کی بنیاد ڈالی جسکی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے۔

”لَسَجِدُ أُسُسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ
فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يَحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ“

”وہ مسجد جو پہلے دن سے ہی نیکی پر قائم ہوئی وہ زیادہ مستحق ہے اس بات کی کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائی پسند ہیں اور خدا پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

تعمیر کے وقت آپ خود دست مبارک سے بڑے بڑے پتھر اٹھاتے تھے اور جائے مسجد تک پہنچاتے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کی طرح کام کرتا تھا اور شعر موزوں کرتا جاتا تھا اور جب شعر موزوں ہو جاتا تھا تو بلند آواز سے گاتا تھا۔ رسول کریمؐ بھی مزدوروں کا دل خوش کرنے کو ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے۔

غرض جمعہ کے دن سولہویں تاریخ نماز سے فارغ ہو کر آپ شہر کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت آپ سوار تھے۔ یہ نظارہ عجیب و غریب تھا۔ انصار یہاں عمدہ کپڑے پہن کر دوڑیہ کھڑے تھے۔ زیارت جمال کے شوق میں آدمی پر آدمی گریبا تھا۔ آپ کے نہالی رشتہ دار بنی نجار ہتھیار سجائے ہوئے تھے۔ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر کھڑی تھیں اور گارہی تھیں کہ کوہ وداع کی گھاٹیوں سے خدا کا شکر ہے چاند نکل آیا۔ انصار پیش قدمی کر کے التجائیں کرتے تھے کہ حضور ہمارے مہمان ہوں۔ قبیلہ نجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گارہی تھیں۔ جب آپ ان لڑکیوں کے قریب آئے تو ٹھہر کر پوچھا کہ کیا تم مجھے چاہتی ہو وہ بولیں کہ ہاں آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں ہی تم کو چاہتا ہوں۔

جب آپ کی مہمانی پر تکرار ہونے لگا تو آپ نے فرمایا مجھے کسی کی دشمنی گوارا نہیں ہے جہاں میرا ناؤ ٹھہر جائے وہی میری جائے قیام ہے۔ حضرت کاناقہ حضرت ابو ایوبؓ

تعمیر مسجد

مدینہ میں اخلہ

انصاری کے مکان کے قریب ٹھہرا اور انہوں نے وہاں خدا کو اپنا مہمان بنایا۔
حضرت ایوبؑ کا مکان دو منزلہ تھا۔ اپنے چاہا کہ رسول کریمؐ بالائی منزل میں قیام
فرمائیں مگر اپنے قبول نہ فرمایا اور نیچے کا حصہ پسند کیا۔ ابو ایوبؑ کی عقیدت کا یہ حال تھا
کہ جو کھانا گھر میں پکتا تھا پہلے رسولؐ پاک کے پاس لیجاتا تھا۔ جو پکتا تھا وہ اہل خانہ
کھاتے تھے۔ جہاں رسولؐ پاک کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے اُس جگہ سے
ابو ایوبؑ کھاتے تھے۔ ایک دفعہ پانی کا برتن بالائی منزل میں ٹوٹ گیا۔ ابو ایوبؑ نے
اس ٹرے سے کہیں پانی پیچھے کے حصے میں نہ چلا جائے۔ گھر میں جو ایک ہی لحاف تھا
اس پانی پر ڈال دیا جس میں پانی جذب ہو گیا۔ رسول کریمؐ سات ماہ تک ابو ایوبؑ
کے مکان میں مقیم رہے۔

مسجد نبوی

شیرب میں پہنچ کر اپنے مسجد نبوی تعمیر کرنی شروع کی اس سے پہلے لوگ آپؐ کے
ساتھ موشی خانہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابو ایوبؑ کے مکان کے قریب ایک قطعہ زمین تھا جس میں چند قبریں اور ٹھہرنے
درخت تھے۔ یہ وہی زمین تھی جہاں شہر میں داخل ہونے کے وقت آپؐ کا ناقہ ٹھہرا
تھا۔ لوگ خانہ خدا کے لئے یہ جگہ مفت دیتے تھے مگر اُس کے مالک دو تئیم سہل اور سہیل
تھے۔ آپؐ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ تئیموں کو اُن کے حق سے محروم کیا جائے۔ آپؐ نے
حضرت ابو بکرؓ سے دن اِشقال زر سرخ دلو اور یہ زمین خرید لی اور تعمیر شروع ہوئی قبریں
جو اس زمین پہ تھیں اکھڑوا دی گئیں اور زمین کو ہموار کر دیا گیا۔ اللہ اکبر حبیب خدا
مزدوروں کے لباس میں کام کرتے تھے صحابہؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ سب کی
زبان پر یہ الفاظ تھے کہ اے خدا مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔ یہ خانہ خدا سادگی
کا مرقع تھا۔ پتھر اور گارے کی دیواریں۔ کھجور کی چھال کی چھت۔ خرنے کی لکڑی کے
ستون اور سنگریزوں کا فرش تھا۔ اس مسجد کے ایک طرف ایک مستف چوترہ تھا جو
صُفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کو وہ مسلمان استعمال کرتے تھے جن کا گھر بار نہ تھا۔
مسجد نبوی کے متصل اپنے دو حجرے بنوائے۔ یہ مکان کچی اینٹوں کے تھے یہ

سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے تھے دروازوں پر کیل کے پردے تھے رات کو یہاں چراغ نہ جلتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عائشہؓ کے لئے اور دوسرا حضرت سوڈہ کے لئے تھا۔ تعمیر مسجد نبویؐ سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت زید کو وادناٹ اور پانچو درم دیکر لکھ بھیا کہ جا کر صاحبزادیوں اور حرم نبویؐ کو لے آئیں حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ بھی ہمراہ گئے۔ صاحبزادیوں میں سے رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبش میں تھیں۔ زینبؓ کو ان کے خاوند نے روک لیا۔ صرف حضرت فاطمہؓ آئیں۔ حضرت سوڈہ حرم محترم ہی تشریف لائیں۔ حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ آئیں۔ جو انصار و ملت مند تھے وہ آپ کو ہر روز دودھ۔ سالن اور گھی بھیجا کرتے تھے۔ ام انس نے اپنی جائیداد رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش کی آپ نے قبول فرما کر اپنی دایہ ام ایمن کو دیدی۔ جب شرب میں تشریف لائے آپ کو سات ماہ ہو گئے اور آپ ابو ایوبؓ کے مکان سے اپنے نو تعمیر کردہ حجروں میں سکونت پذیر ہوئے تو آپ نے جماعت نماز اور رکعت نماز کا انتظام فرمایا۔ عبداللہ بن زید اور حضرت عمرؓ کے مشورہ سے بوق و ناقوس اور علم کی تجویز کو نظر انداز کر دیا گیا اور آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ حرم شریف میں اللہ اکبر کی دگداز صد اور حجی علی الفلاح کی دکش ندانے امیر و غریب محمود اور ایاز کو ایک صف میں استادہ کر دیا۔

حضرت بلالؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آپ اگرچہ حبشی زادہ تھے مگر آپ کی فطرت نور نبوت سے مستعیر تھی آپ نے خدا اور خدا کے رسول کے عشق میں اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا آپ غلامی سے آزاد ہوئے لیکن اسلام کی محبت میں باقی اسلام کے بندہ بے دام ہو گئے۔ اللہ کی شان صفائی قلب کی بدولت حبشی غلام نقیب رسولؐ اور مؤذن اسلام بن گیا۔

حضرت بلالؓ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ مولانا و جاہت حسینؒ نے اٹیڈیٹر آفتاب اپنی قابل دید کتاب سیرۃ حضرت بلالؓ میں لکھتے ہیں کہ بلالؓ کا رنگ قدنی طور پر گہرا لندی۔ آنکھیں خون بستہ کی مانند سرخ۔ قد لمبا۔ جُستہ نجیف تھا۔ رخسار و

گوشت کم تھا۔ ان کی آواز بہت بلند اور مؤثر تھی جب آپ اذان دیتے تھے تو لوگوں کے دل ہل جاتے تھے۔ قدرت نے آپ کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا اور اسی مناسبت سے انہیں ایسی آواز عطا کی تھی اور اس میں وہ درود دیا تھا کہ سننے والے بتاب ہو جاتے تھے اذان جسے طریقہ اطلاع وقت نماز کہنا چاہئے واقعی بے نظیر ہے۔ اس کے متعلق مولانا وجاہت حسین وجاہت مسٹر چیمبر مصنف انسائیکلو پیڈیا کی رائے اس طرح پر بیان کرتے ہیں:-

”مؤذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے اگرچہ دن کے وقت شہر کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آئند معلوم ہوتی ہے لیکن بات کے سنائے میں اس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر کو اس امر پر مبارکباد دینے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُسے انسان کی آواز کو موسائیوں کی ترہی اور عید مایوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی۔“

مہاجرین مکہ سے بے سرو سامان آئے تھے۔ رسول پاک نے بظاہر ان کی ضروریات رفع کرنے کے لئے رشتہ مواعجات قائم کیا لیکن اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے دراصل یہ ایک ہمیشہ رہنے والی نبیاد تھی جس پر اسلام کی شاندار عمارت مکمل ہوئی۔ اس رشتہ کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار میں سے آپ وود کو بٹاتے گئے اور فرماتے گئے کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ انصار نے اس عزت کو دولت ہفت اتلیم سمجھا۔ اور ان عاشقان اسلام سے اس قسم کا ایشار دکھایا کہ جس کی نظیر تاریخ دنیا میں بہت کم ملتی ہے۔ انصار نے مہاجرین میں سے اپنے بھائی کو اپنے مکان کے پاس جو سفید زمین تھی دیدی۔ جنکے پاس سفید زمین نہ تھی انہوں نے اپنے سکونتی مکان دیدیئے۔

سعد بن البربیج کا رشتہ اخوت عبدالرحمن بن عوف سے قائم ہوا۔ سعد کی دو بیویاں تھیں اپنے عبدالرحمن سے کہا ان میں سے جس کو کہو میں طلاق دیدوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے انہوں نے قبول نہ کیا اور کہا خدا یہ سب کچھ آپ کو مبارک رکھے۔ عبدالرحمن بازار میں گئے کچھ وہی خرید اور اس کا پیسہ بنایا۔ تمام دن سر پر پیسے پھرتے تھے۔ پیسہ

بیچتے بیچتے وہ ملک التجار بن گئے۔ دیگر انصار بھی مہاجرین میں سے اپنے اپنے بھائی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنے مال کا جائیزہ دے کر نصف نصف ہر ایک کے حوالہ کر دیا۔

ہم حیران ہیں کہ وہ زمانہ کہاں گیا اور وہ لوگ کدھر غائب ہو گئے اس وقت جسے دیکھو خود مطلب ہے۔ نفسی نفسی کا بازار گرم ہے جسے دیکھو اپنے فائدے کے لئے اپنے خویش۔ اپنے اقارب۔ اپنے ہمسائے۔ اپنے دوست قربان کرنے کو تیار ہے۔ طمع نے آنکھوں پر بیٹی باندھ دی ہے اور ہونٹ سی دیئے ہیں۔

اللہ اکبر ایک دن وہ تھا کہ ایک شخص رسول کریم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں کئی دن سے بھوکا ہوں۔ آپ نے گھر سے دریافت کیا تو گھر میں پانی کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس شخص کی مہمانی کرے۔ ابو طلحہ نے عرض کی کہ بندہ حاضر ہے۔ اس شخص کو جب ابو طلحہ گھر لے گئے تو بیوی نے کہا کہ صرف پتھوں کے لئے کچھ کھانا موجود ہے۔ آپ نے چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی دونوں مہمان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے۔ مہمان کھانا کھاتا تھا اور یہ دونوں یوں ہی ہاتھ چلاتے تھے اور جھوٹ موٹ لوالے چباتے تھے۔ مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور میزبان بھوکے رہے۔

ایک دن جناب فاطمہ زہرا نے کہا کہ چکی پیتے پیتے میرے ہاتھ دکھنے لگتے ہیں مجھے ایک کنیز عنایت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب صفہ بھوکے رہیں اور میں گھریں لوٹتی رکھوں۔

ایشارا انصار کی کہاں تک کوئی نظائر بیان کرے وہ ہمہ تن ایشار تھے۔ جب تک حضرت مہاجرین کو برابر کا حصہ نہ دے لیں انصار حصہ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مسجد نبوی کے متصل رسول کریم نے دو حجرے بنوائے تھے۔ ایک حضرت سوڈہ کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے تھا۔ حضرت عائشہ کا نکلح بہرت مدینہ کے تین سال پہلے ہو چکا تھا۔ جب آپ کی عمر نو سال کی ہوئی تو

آپ رسول کے گھر تشریف لائیں اور دوسرے حجرے میں مقیم ہوئیں۔ جب آپ اپنے شوہر عالی وقار کے گھر آئیں تو ان کی والدہ ام روماں نے انکے بچپن کے کھلونے ان کے ساتھ کر دیئے اور اس خیال سے کہ تو عمر بے کہیں تنہائی سے اکتانہ جائیں انصار مدینہ کی لڑکیوں کو جو ان کی ہجولیاں تھیں ان کے ساتھ کھیلنے کو بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ایک طاق تھا اس پر ایک معمولی پر وہ پڑا رہتا تھا۔ طاق میں حضرت عائشہؓ کے کھلونے اور گڑیاں دھری رہتی تھیں۔ ان کھلونوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دو پر کاغذ کے لگے ہوئے تھے۔ ایک دن پیغمبر صاحب تشریف لائے تو ہوا سے پرہ اٹھ گیا آپ نے گھوڑا دیکھا اور فرمایا اوہ گھوڑے کے پر بھی ہوا کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے جہتہ جواب دیا کہ آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پر دار گھوڑے تھے۔ حضرت یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کو حسن ظاہری اور جمال باطنی سے مالا مال کر دیا تھا اور رسول خدا کو ان سے کمال محبت تھی لیکن باوجود اس قدر محبت کے آپ رسول خدا کا نہایت ادب اور بیحد عزت کرتی تھیں آپ نے نو سال رسول مقبولؐ کی خدمت میں بسر کئے لیکن اس نو برس کے عرصہ میں ان کو حدیث اور فقہ میں اس قدر کمال حاصل ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ خلفائے اربعہ انکی معلومات کے آگے تسلیم خم کرتے تھے مسائل میراث کے حل کرنے میں حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ نے کئی بار ان سے مشورہ لیا اور انہوں نے شافی جواب دیا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شمس العلماء تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور ان کی رائے تمام مسائل میں سب سے احسن اور اصوب خیال کی جاتی تھی مشکل سے مشکل اور لائیل مسائل کو اس آسانی سے حل کرتی تھیں کہ بڑے بڑے صحابی حیران رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد مدینہ کے علماء صحابہ میں سماع موتے کے باب میں اختلاف پیدا ہوا۔ جنگ بدر میں بہت سے وہ کافر قتل ہوئے تھے جو مسلمانوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ لڑائی کے خاتمہ کے

بعد رسول خدا اُس کنوئیں پر تشریف لائے جس میں مقتولوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں
 آپ نے اس وقت مقتولوں کو نام بنام پکار کر کہا کہ جس چیز کا تمہارے پروردگار نے وعدہ
 کیا تھا کیا تم نے اس کو ٹھیک اور درست پایا بعض صحابہ نے ازراہ تعجب دریافت کیا کہ یا
 حضرت کیا یہ ناپاک اور گندی لاشیں سنتی ہیں۔ پیغمبر صاحب نے کہا کہ ہاں تم سنئے یاؤ
 سنتی ہیں پیغمبر صاحب کا یہ فقرہ تھا جس سے صحابہ کے دؤ مختلف گروہوں نے دؤ مختلف
 نتیجے استنباط کئے حضرت عمرؓ کے فرزند عبد اللہ نے اس فقرہ کی بنیاد پر فتویٰ دیا کہ مردے
 زندوں کی باتیں سنتے ہیں۔ دوسری طرف ابو قتادہؓ کی رائے تھی کہ مردے سنتے سنتے
 کچھ بھی نہیں۔ جب یہ مسئلہ حضرت عائشہؓ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا خدا عبد اللہ پر رحم
 کرے کیا انہوں نے قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھی۔ انک لا تسمع الموتی او
 کہا ان کی نظر سے قرآن کے یہ الفاظ نہیں گزرے ومانت بسمع من فی القبور۔
 عروہ جو خود ہی بڑے پائے کے عالم تھے کہتے ہیں کہ میں نے فقہ اور طب اور شعر میں
 بی بی عائشہؓ سے زیادہ ماہر کسی کو نہیں دیکھا۔

محدثین کا قول ہے کہ اگر پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد بی بی عائشہؓ جیسی ذہین
 اور عالی وقار عورت کچھ دنوں زندہ نہ رہیں تو علم حدیث کا آدھا حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا۔
 حضرت عمرؓ جیسے مقتدر خلیفہ جب بی بی عائشہؓ کے روبرو جاتے تھے تو مؤدب ہو کر
 دبی زبان سے گفتگو کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ ابو لولو مجوسی کے زہر میں بچھے ہوئے
 نخر سے جاں بلب ہوئے تو آپ نے فرزند ارشد عبد اللہ سے کہا کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ
 سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اگر آپ اجازت دیں تو عمرؓ آپ کے محترم شوہر جناب
 پیغمبر خدا کے قدموں اور تمہارے والد بزرگوار ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن کیا جائے اگر وہ
 منظور نہ فرمائیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں پیوند زمین کر دینا۔ حضرت عائشہؓ کے
 حجرے میں صرف تین قبروں کی جگہ تھی۔ حضرت رسول کریمؐ اور جناب ابو بکرؓ کی قبروں کے
 بعد صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی یہ جگہ حضرت عائشہؓ نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی جب آپ کو
 حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچا تو نہایت مسرت کے لہجے میں فرمایا کہ عبد اللہ جو کہ تمہارے

والد نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی از حد خدمت کی ہے میں اپنے آپ کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتی۔ کہ ان کی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دوں بیشک ان کو یہاں دفن کر دو۔ آپ ۷۵۰ یا ۷۶۰ ہجری تک زندہ رہیں اور وہ مقام جہاں خود دفن ہونا تھا حضرت عمرؓ کو دیکر رمضان کی سترھویں تاریخ مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ہجرت کے پہلے سال میں آنحضرتؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات و تہذیب قائم رکھنے کے لئے کمال دانشمندی اور مدبرانہ لیاقت سے ایک معاہدہ جمہوری اصول پر ترتیب دیا۔ اس عہد نامے کی شرائط یہ تھیں کہ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے اور سب مل کر ایک قوم سمجھی جائیگی۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دیگا۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ خون بہا اور فدیہ کا سابقہ طریقہ قائم رہے گا۔ اگر مدینہ پر کسی نے حملہ کیا تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ جرم پر کسی کی رعایت نہ کی جائیگی۔ تمام گذشتہ جھگڑے ختم شدہ متصور ہونگے۔

حضرت مسیحؑ نے انجیل کے باب یوحنا آیت ۸ میں پیشینگوئی کی تھی کہ جب فارقلیط یعنی احمدؑ آئے گا تو وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرے گا۔ راستبازی سکھائے گا اور دنیا کو عدالت سے بھر دیگا۔

اس سچی پیشین گوئی کے دو حصے مکہ میں پورے ہو چکے تھے۔ اب مدینہ میں وہ وقت آگیا کہ اس کا تیسرا حصہ بھی پورا ہوا اور دنیا فتنہ و فساد سے پاک صاف ہو کر نور عدل اور انصاف سے منور ہو جاوے۔



باب (۹)

جنگ بدر پہنچ رہی

ہجرت کے دوسرے سال میں مدینہ میں تین طرح کے لوگ موجود تھے ایک تو وہ انصار تھے جو سچے دل سے اسلام کے شیدائی تھے۔ دوسرے وہ انصار یا یہ تھے جو بظاہر تو مسلمان تھے مگر دل میں منافق تھے اور وہ اصل مسلمانوں کو دیکھ کر جلتے تھے یہ لوگ بڑے خطرناک تھے انہیں مارا آستین کہنا چاہئے یہ سب یہود تھے جو خصائل اور مذہب میں انصار سے بالکل مختلف تھے۔

ان ایام میں رئیس الانصار عبداللہ بن ابی تھا ہجرت سے پہلے انصار اسکو تلج پہنانا چاہتے تھے اور رسم تلج پوشی کے لئے تلج بھی تیار کر لیا تھا جب سول مقبول مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عبداللہ بن ابی جل جہنم کو بلکہ ہو گیا۔

ایک دن شیخص چند مسلمانوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ اس طرف سے سوار ہو کر گزرے۔ دراز گوش کے چلنے سے گرد اڑی تو عبداللہ نے منہ پر رومال ڈال لیا اور تلخ ہو کر کہا کہ گرد نہ اڑاؤ۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے سلام علیک کی اور چند آیات قرآن مجید سے تلاوت فرمائی۔ عبداللہ نے حقارت سے کہا کہ اسے شیخص مجھے یہ بات پسند نہیں ہے اگر تیری بات سچی بھی ہے تو بھی ہماری مجلس میں آکر ہمیں دق نہ کیا کر جو تیرے پاس آئے اسے سنایا کر مسلمان اس گستاخی سے بھرطک اٹھے اور قریب تھا کہ گشتِ سخن ہو جائے مگر آنحضرتؐ نے ان کو ٹھنڈا کیا۔ گو معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر عبداللہ کے دل کا کینہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔

کچھ تو ان منافقوں کی ریشہ دوانی نے اور کچھ یہود کی عداوت نے کئی قسم کی

تبدیلی قبلہ

مشکلات برپا کریں۔ یہود اس لئے برہم ہو گئے کہ حضرت نے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ)

اس وقت بیت المقدس قبلہ تھا حضرت نے قریباً سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف
نماز ادا کی۔ اب بیت المقدس کی جگہ کعبہ قبلہ ہو گیا جس سے یہود کے مذہبی اعزاز کو سخت صدمہ
پہنچا۔ اس موقع پر منافقین اور یہود میں طرح طرح کی چھیڑ چھاڑیاں ہونے لگیں مگر آیات
قرآن نے جو اس وقت اتریں معاملہ کو صاف کر دیا کہ قبلہ کے تعین کی ضرورت صرف اختصاص
شعاریہ ورنہ خدا کی عبادت کے لئے ہر جگہ کیساں ہے وہ ہر جگہ موجود ہے۔ تحویل قبلہ نے
منافقین کی منافقت کو بھی طشت از بام کر دیا۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اب جبکہ قبلہ
بیت المقدس کی جگہ کعبہ سے بدل گیا تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں۔

ایسے موقع پر جبکہ منافق ایک طرف ناراض تھے اور دوسری طرف یہود کا کاشہ برہمی
لبریز تھا۔ قریش نے جو مسلمانوں کے استیصال کے فسو بے سوچ رہے تھے موقع کو
غنیمت سمجھا اور یہود اور انصار کو برا ٹھیکتا اور دہمکانا شروع کیا۔

انہیں ایام میں عبداللہ بن ابی کے نام قریش کا ایک خط اس مضمون کا آیا تم نے
ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے یا اُسے قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ تم پر حملہ کر کے
تم کو برباد کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے قابو میں لے آئیں گے۔

انہیں ایام میں سعد بن معاذ انصاری مکہ معظمہ گئے اور امیہ بن خلف کے ہمان
ہوئے جو ان کا قدیمی دوست تھا۔ تبدیل مذہب سے بھی دوستی میں فرق نہ آیا تھا۔
طواف کعبہ کے وقت ابو جہل ان کو مل گیا اور امیہ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں جب اُسکو
معلوم ہوا کہ آپ سعد ہیں تو خشمناک ہو کر کہنے لگا کہ اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا
زندہ واپس جانا ناممکن تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم حج سے ہم کو روکو گے تو ہم تم کو شام کی
طرف تجارت کے لئے مدینہ کے رستہ نہیں جانے دیں گے۔

ایسی حالت میں جبکہ اس قسم کی مشکلات درپیش تھیں متعصب یہود کی بن آئی۔
انہوں نے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ قرآن شریف کی آیات کو مجمع عام میں پڑھا کرتے

اور اُن کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ شعرا کو درغلالتے اور اُن کو لالچ دے کر اُن سے بھوکھلاتے اور سر بازار پڑھواتے تھے۔ پھر دل آزار بھوجورتوں اور بچوں کو یاد کر کے مسلمانوں کے دل دکھاتے تھے۔ ان حرکات سے بھی اُن کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ انہوں نے قریش کو پیغام بھیجا کہ یہ معاہدہ جو ہم نے کیا ہے حرف غلط ہے تم آجاؤ اور انصار کو ربا د کرو تم تمہاری مدد کریں گے۔ ابو جہل اسی وقت کے تاڑ میں تھا فوراً اعلان کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجھے پہنچا سمجھو بہت جلد حملہ آور ہوتا ہوں۔ ایسے نازک وقت میں جب غریب الوطن مسلمانوں پر مظالم حد سے بڑھ گئے تو درگاہِ حکم اکامین سے حکم صادر ہوا:-

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ لِيُحِقُوا قَتْلَهُمْ لَدُنْهُمْ
 جُنَّ سَلْطَانِي كِي جَاتِي هِي اِن كُو هِي لَطْنِي كِي اِجَا ز ت هِي كِي وَنَكْم اِن پُزْلَم هُو رَا هِي اِدْر خُطَا اِن كِي مَدُو پَر
 يَشْك قَاوِر هِي

دوسری آیت جو اس بارہ میں نازل ہوئی وہ یہ ہے :-

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

خدا کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

اب جب خدا کی طرف سے حفاظت خود اختیاری کا حکم آ گیا تو آپ نے دو طرح کا بندوبست کیا۔ ایک انتظام یہ تھا کہ قریش کو مالی زک پہنچے۔ تجارت شام پر ان کو بہت غرور تھا اسلئے اُن کی شامی تجارت کو روکا گیا۔ دوسرا انتظام یہ کیا کہ مدینہ کے قُرب و جوار کے قبیلوں سے رشتہ اتحاد قائم کر لیا۔

اس قسم کی مہم کو جس کا تجارت بند کرنا مقصود تھا یا جو تفتیش اور مدافعت کے لئے ہوتی تھی "سریہ" کہتے تھے۔ یہ تین مہم مشہور ہیں یعنی

(۱) سریہ حمزہ۔ اس میں آنحضرت کے دلاور چچا حمزہ تیس جان بازوں کے ساتھ سفید جھنڈا لیکر گئے مگر محمدی بن عمر نے صلح کرادی۔

(۲) سریہ عبیدہ بن حارث۔ عبیدہ ساٹھ ہمراہی لیکر گئے مگر قریش فرار ہو گئے۔

(۳) سریہ سعد بن وقاص۔ سعد بن وقاص تیس آدمی لیکر گئے مگر دیر سے پہنچے۔ قافلہ

ایک دن پہلے سے نکل گیا تھا۔

ان میں سے کسی مہم پر خون ریزی نہیں ہوئی۔

صفر ۱۳۰۰ ہجری میں آپ ساٹھ اصحاب ہمراہ لیکر ودان تک گئے جہاں آپکی والدہ ماجدہ کا مزار ہے یہاں اپنے چند دن فروکش ہو کر نبی ضمیرہ سے معاہدہ کیا۔

غزوہ سفوان

دوسرے مہینہ آپ بواط تک تشریف لے گئے۔ مطلب یہ تھا کہ قریش کے مسوہوں سے آگہی حاصل ہو۔ واپسی پر ابھی دم نہ لیا تھا کہ کرز بن جابر الغہری رہزن بن کر آیا اور اہل مدینہ کے مویشی جو باہر چراگاہ میں چر رہے تھے لوٹ لے گیا۔ آنحضرتؐ نے سنوان تک اُس کا تعاقب کیا مگر وہ باغی فساد ہاتھ نہ آیا اس مہم کو غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ کہتے ہیں۔

غزوہ ذی العشرہ

اسی سال جمادی الآخر کے مہینے میں آپ ذی العشرہ تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے تشریف لے گئے اور نبی مدیج سے معاہدہ کر کے مدینہ کو مراجعت فرمائی اس مہم کو غزوہ ذی العشرہ کہتے ہیں اس میں آپ کے ساتھ دو سو مہاجرین ہمراہ تھے۔

سریرہ عبداللہ بن جحش

چند دن کے بعد ماہ رجب کے مہینے میں اپنے عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ہمراہ بطن نخل کی طرف روانہ کیا۔ روانگی کے وقت اپنے عبداللہ کو ایک خط دیا کہ اس کو دو دن کے بعد کھولنا۔ عبداللہ نے حسب حکم جب خط کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ نخل میں ٹھہرو اور قریش کے ارادوں کا کھوج نکالو۔ اتفاقاً قریش کے چند آدمی جو شام سے مال تجارت لیکر مٹے واپس آ رہے تھے ان سے دو چار ہوئے عبداللہ نے ان پر حملہ کیا۔ اس مقابلہ میں قافلہ سالار عمرو بن الحضرمی عبداللہ کے تیر سے ہلاک ہوا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے۔ عبداللہ مال و اسباب لوٹ کر مدینہ میں واپس آیا اور مال و اسباب اور قیدی آپ کے روبرو پیش کئے۔ آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم حرام لٹے اس مہینہ میں تم کو لٹنے کا حکم نہ تھا۔

اپنے عمرو بن الحضرمی کا خون بہا ادا کیا۔ قیدیوں کو رہا کر دیا اور مال غنیمت لینے سے انکار کیا۔

عمر بن الخطاب کا قتل طبری کے قول کے بموجب غزوہ بدر کا سبب بن گیا۔ ہمارے خیال میں عبداللہ بن حبش قابل معافی تھا جب اُسے قافلہ لوٹنا اس وقت اپنے مویشی لٹ جانیکا اُسے سخت غصہ تھا مزید براں اہل مکہ جب برس پر خاش تھے اور اُن کے ظلم اور ستم حد سے گزر چکے تھے تو اگر اُس نے دشمن کا ایک قافلہ تباہ کر دیا تو کیا بیجا کیا۔ ہاں اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے رسول پاک کی اجازت پہلے حاصل نہ کر لی۔

جب حضرمی کے قتل کی خبر مکہ میں پہنچی تو قریش آگ بگولہ ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور اُس کے جو کاروان شام کی طرف روانہ ہوا اس میں بہت سارا مال تھا۔ قریش میں سے کوئی ہی ایسا رہ گیا ہوگا کہ جس نے کچھ نہ کچھ حصہ نہ لیا ہو۔ اتفاق سے اس وقت یہ غلط افواہ اُڑ گئی کہ مسلمان اس قافلے کو لوٹنے آرہے ہیں۔ یہ غلط خبر باروت کے لئے چنگاری بن گئی۔ قریش غضب مجسم بن گئے اور گرجتے ہوئے بادل کی طرح زور شور سے اُٹھے۔

رسول پاک بھی غافل نہ تھے۔ آپ نے صحابہ کو جمع فرمایا۔ ابو بکرؓ اور دیگر مہاجرین نے اظہارِ جان نشاری کیا۔ جب آپ نے انصار کی طرف دیکھا تو سعد بن عبادہؓ اپنی جگہ سے اُٹھا اور کہنے لگا یا رسول خدا اگر آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔

مقداد نے کہا کہ ہم موسیٰ کی قوم نہیں ہیں کہ کہیں کہ موسیٰ تم اور تمہارا خدا الہی ہم آپ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر اپنی جانیں نثار کریں گے یہ سن کر پیغمبر صاحب کا چہرہ مبارک بشاش ہو گیا۔

ماہ رمضان کی تیراں تاریخ تھی جب آپ تین سو تیراں جان نثاروں کی جمعیت لیکر شہر سے باہر نکلے۔ اُن میں صرف ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر جا کر آپ نے حکم دیا کہ کم سن بچے واپس جائیں۔ عمیر بن ابی وقاص جو کم سن تھے یہ حکم سنکر رونے لگے۔ حضرت نے یہ جرات دیکھ کر عمیر کو ساتھ آنے کی اجازت دی۔ سعد اُس کے بڑے بھائی نے عمیر کی کمرے شیر آویزیاں کی۔ اور سب بدر کی طرف بڑھے۔ بدر ایک گانوں مکہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے ان ایام میں ہر سال یہاں میل لگا کرتا تھا۔ اور رمضان کو آپ بدر کے قریب پہنچے بسبب اس کے اور عہدی خبر رسالوں نے

غزوہ بدر

جن کو آگے بھیجا گیا تھا خبر دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آپہنچے۔ رسول خدا نے یہ سن کر وہیں قیام فرمایا۔

قریش بڑے توک اور احتشام سے آئے تھے۔ اُن کی فوج میں ایک ہزار خونخوار جنگجو جوان تھے۔ مکہ کے تمام تجربہ کار جنگ آزمودہ سردار شامل تھے۔ ابو لہب خود نہ آسکا اُس نے اپنا قائم مقام بھیج دیا تھا باقی سب سردار موجود تھے۔ عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار تھا۔ تنو سوار اور اکثر پیادے زرہ پوش تھے۔ سات سو اونٹ اور تنو گھوڑے ساتھ تھے۔ ادھر لشکر اسلام میں صرف تین گھوڑے شتر اونٹ اور چھ زرہ پوش تھیں۔ بدر کے قریب ابو جہل کو ابوسفیان نے پیغام بھیجا کہ قافلہ شام سمندر کے کنارے کنارے بخیر و عافیت تک پہنچ گیا ہے۔ یہ سن کر قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا کہ اب لڑنا بیفائدہ ہے مگر ابو جہل نے نہ مانا اور کہا کہ ہم اسلام کی بیخ کنی کے لئے گھر سے نکلے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دھاک ہر جگہ بیٹھ جائے۔ ابو جہل کا یہ ارادہ دیکھ کر ابوسفیان ہی لشکر کفار میں آ شامل ہوا۔ مسلمان کئی دن سے گھر سے نکلے ہوئے تھے۔ منزلوں کے مارے تھکے ماندے

اور گرد آلودہ ہو رہے تھے۔ راستے میں تشنگی سے سخت تکلیف اٹھا چکے تھے۔ ان کو امید تھی کہ بدر میں جا کر آب شیریں بلیگا گر یہاں اور ہی سامان دیکھا۔ قریش ان سے پہلے یہاں آچکے تھے اور پانی پر قابض تھے۔ اس مصیبت میں بعض مسلمانوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ اس ریگستان سے جہاں زانوں تک انسان اور حیوان کے پانوں دھسے جاتے ہیں سلامت نکلنا ناممکن ہے۔ جو ہیں یہ وسوسہ بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا۔ ابر رحمت آسمان پر چھا کر موسلا دھارا ابر برسائے مسلمانوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ نہاد دھو کر پاک صاف ہو گئے اور اب اُن کے حوصلے جو پست ہو چلے تھے از سر نو تازہ ہو گئے اور ان کو فتح کی بشارت کا کامل یقین ہو گیا اس قدرتی احسان کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔

”وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ“

”اور جبکہ خدا نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو پاک کرے“

حکیم بن حزام نے چاہا کہ کسی طرح خون کے نالے نہ بہیں انہوں نے عتبہ کو صلاح دی

کہ حضرمی کا خون بہا لیکر گھروں کو لوٹ چلو وہ بھی رضامند ہو گئے مگر ابو جہل نے کہا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ عتبہ کا بیٹا مسلمان ہے اور لشکر مخالف میں موجود ہے اس لئے وہ لڑائی سے گریز کرتا ہے۔ ساتھ ہی ابو جہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو درغلا یا اور وہ دیوانوں کی طرح کپڑے پھاڑنے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا جس سے تمام فوج آمادہ جنگ ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ عتبہ کا سر اس قدر بڑا تھا کہ اس کو کوئی خود پورا نہ آتا تھا ناچار اس نے سر سے کپڑا پیٹ لیا۔

رسول خدا کے لئے ایک طرف ایک چھوٹا سا چھتر کھڑا کر آیا گیا تھا اس کے نیچے آپ استادہ تھے۔ کسی کسی وقت سجدے میں گرتے تھے اور درگاہ خدا میں خضوع و خشوع کے ساتھ دونوں ہاتھ پھیلا کر دُعا کر رہے تھے کہ بارخدا یا تو نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ آج ایفا کر۔ اگر آج یہ چند نفوس مٹ گئے تو پھر قیامت تک تجھے کوئی نہ پوجے گا۔ آخر آپ کی دُعا عرش سے امداد غیبی لیکر واپس آئی۔ اور آپ نے ہن مبارک سے روحانی تسکین کے ساتھ فوج کو شکست دی جا دیگی اور وہ پشت پھیر دینگے“ کے الفاظ مسلمانوں نے سنے۔

یہ معرکہ ایشار کے لئے جئے امتحان تھا۔ باپ اور بیٹوں کا مقابلہ تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عتبہ کو سخت امتحان دینا پڑا۔

رسول پاک کا حکم تھا کہ خبردار حریف پر پیش دستی نہ ہو اس حکم کی مسلمانوں نے بسر و چشم تعمیل کی۔ سب سے پہلے عامر حضرمی میدان میں نکلا۔ اُدھر سے مہجع غلام حضرت مقابلہ کے لئے گیا اور شہید ہوا۔ پھر عتبہ۔ اُس کا بھائی شیبہ اور اُس کا پسربید میدان میں آئے۔ عتبہ چونکہ سپہ سالار تھا اُس کے سینے پر شتر مرغ کے پر آویزاں تھے۔ ان کے مقابلہ کے لئے عوف۔ معاذ اور عبد اللہ نکلے۔ عتبہ نے ان کا حسب نسب دریافت کر کے کہا کہ تم لوٹ جاؤ اور پکار کر کہا کہ محمد یہ لوگ ہمارے رُتبہ کے نہیں ہیں۔ یہہ سن کر رسول خدا نے حضرت علیؑ اور عبیدہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت حمزہؑ

عتبہ کے حضرت علیؑ ولید کے اور عبیدہ - شیبہ کے روبرو ہوئے حضرت علیؑ شہر خدا نے عتبہ کو دم لینے کی فرصت نہ دی۔ ولید حضرت حمزہؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا مگر شیبہ نے عبیدہ کو زخمی کر دیا اس پر حضرت علیؑ نے بڑھ کر شیبہ کا مقابلہ کیا اور اُس کو بھی عتبہ کے پاس پہنچا دیا۔ پھر عبیدہ کو کندھے پر سوار کر کے رسول مقبولؐ کے پاس لے آئے حضرت علیؑ کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی عبیدہ نے رسولؐ کو دیکھ کر کہا یا حضرت میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے تسلی فرمائی اور کہا کہ نہیں تم نے شہادت پائی۔

عتبہ اُس کے بھائی اور سپہر کے قتل کے بعد سعید بن العاص دریا ئے آہن میں غرق میدان میں آیا اور لاف و گداز بکنے لگا ادھر سے حضرت زبیر مردانہ وار اُسکے روبرو ہوئے۔ سعید کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں اسلئے آپ نے اس زور سے اُس کی آنکھ میں برچھی ماری کہ وہ زمین پر بیجان ہو کر گر گیا۔ یہ برچھی مقتول کے جسم میں آنکھ کے رستے استقدر دُور تک گئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے اپنا پالوں لاش پر رکھ کر بمشکل اُسے نکالا اور جب نکلی تو خم ہو گئی تھی۔ یہ برچھی بعد ازاں یادگار بن گئی حضرت زبیرؓ سے رسولؐ پاک نے لیلیٰ اور پھر باری باری چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کو کئی زخم آئے ایک زخم جوشانہ پر تھا استقدر عمیق تھا کہ اچھا ہونے پر اس میں اُنکلی چلی جاتی تھی آپ اس دلادری سے لڑے تھے کہ آپ کی شمشیر میں جس کے قبضہ پر چاندی کا کام تھا زندانے پڑ گئے۔ اس جو ہر وار تلوار نے ایک دن تین ہزار درہم قیمت پائی۔

قریش نے جب دیکھا کہ اُن کے نامی سردار اس طرح قتل ہو گئے تو ہلہ بول دیا۔ کفار کو یقین تھا کہ کثرت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو تکابوٹی کر ڈالینگے مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ خداوند تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے وہ چاہے تو چیونٹی سے شیر زبیاں کو اور پشہ سے فیل دماں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ کفار جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور فخرِ رسولؐ دُعا مانگ رہے تھے۔

اس جنگ میں عفرات کے دو بیٹے معوذ اور معاذ بھی لڑ رہے تھے ان دونوں نے

دل میں عہد کر لیا کہ یا ابو جہل کو قتل کرینگے یا خود قتل ہو جائینگے۔ دل میں یہ عہد کر کے یہ دونوں جوان حضرت عبد الرحمن بن عوف کے پاس گئے اور باری باری دونوں نے اُن سے کان میں پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے حضرت عبد الرحمن نے اشارہ سے بتا دیا کہ وہ ہے۔ یہ سن کر یہ دونوں شعلہ جوالہ کی طرح وہاں پہنچے کہ جہاں ابو جہل لڑ رہا تھا اور طرفتہ العین میں وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ کہیں قریب تھا اُسے معاذ کے پس پشت کھڑے ہو کر بیخبری کے عالم میں تلوار کا ایسا وار کیا کہ معاذ کا بایاں شانہ کٹ گیا اور صرف ایک تسمہ لگا رہا۔ اللہ ربے جو امر وہی بہادر معاؤ نے وہ ہاتھ پانوں کے نیچے دبا کر تسمہ بھی الٹ کر دیا اور اسی طرح لڑتا رہا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اُمیہ بن خلف حضرت عبد الرحمن بن عوف کا بڑا دوست تھا۔ یہ وہی اُمیہ تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ظلم و ستم کیا کرتا تھا اور اگر حضرت ابو بکرؓ امداد نہ کرتے تو اُن کا جانبر ہونا محال تھا حضرت عبد الرحمن نے اُمیہ کو کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ اور آپ اس پر چھائے مگر لوگوں نے ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو جہنم وصل کر دیا حضرت عبد الرحمن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی۔ اسی جدوجہد میں اُمیہ کا بیٹا علی بھی قتل ہوا۔ کہتے ہیں کہ اُمیہ بن خلف کی پہلے ٹانگوں کے نیچے سناک کاٹ ڈالی اور پھر خبیب بن سیاف اور حضرت بلالؓ دونوں نے سر اڑا دیا مگر کبخت نے مرتے مرتے ایک وار تلوار کا خبیب پر ایسا کیا کہ ان کا ہاتھ شانے سے علیحدہ ہو گیا۔ خدا کی شان یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلالؓ کا آقا بنا ہوا تھا آج انہیں کے ہاتھ سے اس طرح ذلیل ہوا۔

یہ وہ وقت تھا کہ رسول خدا کی دُعا قبول ہوئی "حقاً جنود الہی ہوا کے تند و تیز گھوڑوں پر سوار نازل ہوئے گردوغبار بلند ہوا۔ کافروں کے مُنہ پر تھپیڑے پڑنے لگے ان کی گردنیں مُڑ گئیں جوڑے جوڑے لگے۔ لشکر کفار میں اتبری پڑ گئی چیدہ چیدہ سردار سب قتل ہو گئے اب اُن کے ہوش و حواس درست نہ تھے۔ بے تحاشا نوک دم بھاگے۔"

اس لڑائی میں قریش کی تمام انانیت ناک کے رستے نکل گئی ان کے ستر سردار بلائے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے مسلمانوں میں سے صرف چھ مہاجر اور آٹھ انصار نے شہادت پائی۔ جب بدر کی لڑائی ختم ہوئی تو حضرت رسول کریم نے حکم دیا کہ چونکہ گشتنگان جنگ کی لاشیں زیادہ ہیں ایک گڑھا کھود کر اس میں مردے ڈالیں جائیں جب اُمیہ بن خلف کی باری آئی تو اس کا ہلانا مشکل ہو گیا۔ یحییٰ بن یحییٰ آدمی تھا۔ مرتے ہی اس کا بدن پھول گیا اور ذرا سی حرکت سے گوشت پھٹنے لگا آخر رسول خدا نے حکم دیا کہ اسے یوں پڑا رہنے دو۔ مردہ کا مردہ ہی خوار ہوا۔

جب کفار کے مردے فار میں ڈالے جا چکے تو رسول خدا غار کے قریب آئے اور ایک ایک کا نام پکار کر کہنے لگے کہ اے عتبہ اور اے شیبہ اور اے اُمیہ اور اے ابو جہل تم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے جو تمہارے متعلق فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اور جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ بھی پورا ہوا۔ صحابہ نے کہا کہ یا حضرت کیا یہ مردے سنتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں تم سے بہتر سنتے ہیں۔

حضرت کا یہ فرمانا مصلحت وقت تھا وہ اوروں کو عبرت دلاتے تھے ورنہ قرآن میں صاف ہے مردے کسی کی بات نہیں سن سکتے۔

اس وقت عرب میں دستور تھا کہ قیدی نہایت پیرردی سے تہ تیغ کئے جاتے تھے۔ رسول کریم نے اس دستور کو بدل دیا اور حکم دیا کہ خبردار ان بیکسیوں کو اب کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ مہاجرین اور انصار نے اس حکم کی جان و دل سے تعمیل کی پیغمبر صاحب کے اس سلوک سے متعصب غیر مذہب کے مصنف ہی حیران ہیں۔ آپ نے اسیران جنگ کو دو دو چار صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ صحابہ آپ کھجوروں پر گزارہ کرتے تھے اور روٹی ان کو کھاتے تھے۔ آپ پیدل چلتے تھے اور ان کو سوار کر دیتے تھے۔

رسول خدا نے فتح و نصرت کے بعد تین دن بدر میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ تشریف لائے۔ یہاں آکر صحابہ نے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سب کو یک قلم قتل کیا جائے اور مسلمان اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز

قیدیوں کو قتل کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ نہیں ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے ایک تو یہ ممنون احسان ہو کر دشمنی سے باز آئینگے دوسرا جو مال آئیگا اُس سے محتاجوں کی تنگی تشریحی دور ہو جائیگی پیغمبرؐ صاحب نے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق کیا جب اسیرانِ جنگ پیش ہو رہے تھے تو جناب سوڈہ کی نگاہ اپنے عزیز سہیل بن عمرو پر پڑی اور بیساختہ بول اٹھیں کہ عورتوں کی طرح بیڑیاں پہننے سے تو یہ بہتر تھا کہ لڑ کر مر جاتا۔

اسیرانِ جنگ میں عقبہ بن نضر بن حارث حضرت عباس عقیل اور ابو العاص شوہر جناب زینبؓ اپنے داماد رسول مقبولؐ ہی تھے ان میں سے عقبہ اور نضر قتل کر دیئے گئے۔ پیغمبرؐ صاحب نے حکم دیا کہ اسیرانِ جنگ چار چار ہزار درہم فدیہ ادا کریں بعض ان میں ایسے بھی تھے جن کو اس قدر فدیہ ادا کرنے کی وسعت نہ تھی ان کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا ابو العاص کے پاس بھی رقم فدیہ نہ تھی انہوں نے حضرت زینبؓ کو مکہ سے کہلا بھیجا وہاں سے وہی ہار آیا جس کا ذکر ہم حضرت خدیجہؓ کے وفات کے حال میں کر چکے ہیں۔ رسول پاکؐ نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ اور اُن کا وقت یاد آگیا آپ بے اختیار رو پڑے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو بیٹی کو اسکی ماں کی یادگار واپس کر دو سب نے جو بخشی تمام وہ ہار واپس کر دیا۔ ابو العاص جب رہا ہو کر مکہ گئے تو حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ چند سال کے بعد یہ بڑے طمطراق سے شام کی طرف تجارت کے لئے گئے واپسی پر مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یہ چھپ کر مینے آئے اور حضرت زینبؓ کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ حضرت نے داماد کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو اس کا مال اس کو واپس کر دو سب نے تسلیم خم کر دیا اور کوڑی کوڑی واپس کر دی یہ مرحمت ایسی تھی کہ ابو العاص مسلمان ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے پاس وقت گرفتاری کپڑے نہ تھے۔ ان کا قد اس قدر بلند بالا تھا کہ کسی کا پیر ہن ان کو درست نہ آتا تھا۔ عبد اللہ بن ابی منافق حضرت عباسؓ کا ہم قد تھا اُس نے اپنا کمرہ منگا دیا۔ عبد اللہ بن ابی نے وقت مرگ رسول اللہؐ سے اُن کا کمرہ مانگا اور درخواست کی اس میں دفن کیا جائے۔ رسول اللہؐ نے اس وقت اسکی درخواست

منظور کی کہتے ہیں وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

اسیرانِ جنگ میں سہیل بن عمر حضرت سوڈہ کا عزیز زبان آور انسان تھا اور اُسے اپنی فصاحت پر بہت ناز تھا ہمیشہ رسول پاکؐ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا حضرت عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں تاکہ اس کو طاقت تقریر نہ رہے مگر رسول پاکؐ نے کہا کہ میں کسی کو بگاڑنا نہیں چاہتا۔ سبحان اللہ

خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف

کہ مجرم پسند و ناں برقرار مے دارد

حضرت عباسؓ کی رہائی کے وقت صحابہ نے ان کا فدیہ معاف کرنا چاہا مگر آپ نے اس رعایت کو منظور نہ کیا لیکن جب تک وہ رہا نہ ہوئے آپ کو قرار نہ آیا مالِ غنیمت اور فدیہ کی تقسیم کے وقت آیت نازل ہوئی۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ انفال
اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا
رسول پاکؐ یہ عتاب ربانی سن کر رو پڑے اور خدائے پاکؐ نے جو غنیمت اور رحیم ہے
مالِ غنیمت کو حلال کر دیا اور فرمایا۔

”ذَكُّوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا“

”اب کھاؤ جو تم نے لوٹا ہے کہ حلال طیب ہے“

غزوہ بدر کا مالِ غنیمت اس طرح تقسیم ہوا کہ کل کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہوا جس کا مصرف تیموں اور غریبوں کی امداد اور دیگر فہام عام کام تھے باقی چار حصے مجاہدین کو دیئے گئے اور یہ قاعدہ قتل بن گیا۔

تاریخ اسلام میں غزوہ بدر یادگار ہے۔ اس کے نتیجے پر اسلام کی فتح و شکست کا مدار تھا۔ ایک طرف قریش اپنی شان و شوکت پر نازاں۔ دوسری طرف مسلمان غریب اور بے سروسامان تھے۔ پروردگار نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ قرآن نے اس کو یوم الفرقان کہا ہے۔

بدر کے غازیوں کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کے وطائف سے زیادہ تھے اور جس غازی کے نام کے ساتھ بدری کا امتیاز تھا وہ نہایت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ہرگز جائے کلام نہیں ہے کہ معرکہ بدر اسلام ترقی کے لئے بام رفعت کا زوبان تھا کیونکہ اس میں وہ تمام سردار جو اسلام کے لئے سرفرد لاد سے کم نہ تھے فنا ہو گئے بدر کے ہیر زمین حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ کا نام آب زر سے لکھنا چاہئے۔

اس فتح مبین سے مسلمان شاداں و فرحاں تھے لیکن جب مہاجرین اور انصار مظفر و منصور مدینہ میں واپس آئے تو آنحضرتؐ کی دختر حضرت رقیہؓ کا جنازہ جا رہا تھا۔ یہ عرصہ سے بیمار تھیں ان کے شوہر حضرت عثمانؓ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا اور وہ مدینہ میں یہود کے تین مشہور قبیلے آباد تھے۔

(۱) قینقلع (۲) نصیر (۳) قریظہ۔

ان میں سب سے زیادہ صاحب اقدار قینقلع تھے۔ یہ لوگ نہایت بے رحم۔ سنگدل اور غایت درجہ کے سود خوار تھے۔ لوگوں کی مستورات اور بچے تک رہیں کھ لیتے تھے۔ جب رسول پاکؐ جنگ بدر سے واپس تشریف لائے تو یہ لوگ آتش حسد سے جل گئے اور اس قدر گستاخ ہو گئے کہ اگر رسول کریمؐ کبھی راہ میں بلجاتے تھے تو بجائے سلام علیکم کے السلام نڈیک کہا کرتے تھے جس کے یہ معنی ہیں کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک دفعہ حضرت عایشہؓ صدیقہ نے کسی کو یہ کہتا سُن لیا اور خفا ہو کر بولیں کہ کبھی موت تم کو آئے حضرت نے کہا جانے دو کچھ نہ کہو میں نے علیؓ کو کہا یہ ہی کافی ہے۔

قبیلہ قینقلع کے ایک یہودی نے رسول خداؐ کی غیبت میں ایک مسلمان کو اسوجہ سے قتل کر ڈالا تھا کہ اُس نے ایک یہودی کو جسے ہر باز ایک مسلمان عورت کی بربری کی تھی طیش میں آکر ہلاک کر دیا تھا۔ اسوجہ سے مسلمانوں اور یہودیوں میں نزاع قائم ہو گئی۔ حضرت نے بدر سے واپس آکر یہودیوں سے باز پرس کی بجائے اس کے کہ یہودی اپنے کٹے پر نادم ہوتے نہایت گستاخ ہو کر بولے کہ بدر کی کامیابی نے تمکو مغرور کر دیا ہے ہم کسی سے دبنے والے نہیں ہیں یہ کہہ کر انہوں نے سابقہ عہد نامہ

بنی قینقلع

واپس کر دیا۔ حضرت نے یہ حال دیکھ کر سوال سلسلہ بھری میں ان کے محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ اب نبی قینقلع کی آنکھیں کھلیں۔ آخر عبداللہ بن ابی منافق نے بیچ میں پڑ کر اس طرح صلح کرادی کہ نبی قینقلع اپنے اہل عیال اور مال اسباب لیکر مدینہ سے نکل جائیں صرف ان کے ہتھیار اور زینیں ضبط ہو جائیں۔

اسی سال روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان مبارک مہینہ ہو گیا اور اسی سال حضرت نے نماز عید باجماعت ہمیں گاہ میں صحابہ کے ساتھ پڑھی۔

جناب فاطمہ
کی شادی

حضرت فاطمہ خاتون جنت رسول پاک کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اب ان کی عمر اٹھارہ برس کی ہو چکی تھی۔ کئی جگہ سے پیغام آنے لگے۔ پہلے حضرت ابو بکر نے پیغام دیا تو آپ نے فرمایا جیسا خدا کا حکم ہو گا۔ پھر حضرت عمر نے درخواست کی ان کو یہی ہی جواب ملا آخر حضرت علی نے جب رشتہ مانگا تو آپ نے فرمایا جزاک اللہ اور جب حضرت فاطمہ سے استفسار کیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ رسول خدا نے یہ شادی نہایت سادگی سے کی اور اپنی پیاری بیٹی کو جو جہیز دیا وہ یہ تھا۔

دو ازار۔ ایک چلی۔ دو مٹی کے گھڑے۔ ایک بان کی چار پائی۔ چمڑے کا گدّا جس میں اندر رزنی کی جاگہ کھجور کے پتے تھے اور ایک مشک۔

حضرت علی نے اپنی زرہ بیچ کر دوستوں کی دعوت کی۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ اپنے مکان میں چلی گئیں جو حارثہ نے ان کو دیا تھا۔ پھر رسول پاک خود ان کے پاس گئے پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی اور اندر جا کر ایک برتن میں پانی منگوا یا۔ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈال کر پہلے حضرت علی کے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہ کو بلا یا وہ شرماتی ہوئی آئیں پھر ان پر پانی ڈالا اور کہا کہ میں نے اپنے خانہ میں سب سے افضل تر انسان سے تیرا نکاح کیا ہے۔ یہ نکاح ذوالحجہ سلسلہ بھری میں ہوا۔

غزوة السویق

اسی مہینہ قریش مکہ نے پھر شہرت کی۔ بدر کی لڑائی میں ابوسفیان زخمی ہوا تھا مگر جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ ابو جہل وغیرہ سرداروں کے بعد یہ سردار ہوا اس نے شہر میں منادی کر دی کہ مقتولوں کا کوئی ماتم نہ کرے رونے سے دل کا بخار نکل جائیگا اور

انتقام کی آگ بجھ جائیگی سخت حکم دے کر اُسے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیلوں زریب و زینت عیش و عشرت تو کیا نہانا تک حرام ہے۔ بعد ازاں تیسرے مہینے ہی دو سو سوار لیکر آگیا۔ باغ اور بھوسے کے انبار جلا دیئے ایک انصار اور اُسکے حلیف کو قتل کر دیا یسٹن کر سردر کا عینات و دو سو مہاجرین اور انصار لیکر مدینہ سے نکلے مگر وہ بے تحاشا اپنے ہمراہیوں کو لیکر بھاگا اور راستے میں بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستوں کے پورے پھینکتا گیا۔ اس واقعہ کا نام غزوۃ السویق یعنی ستوں کی لڑائی مشہور ہوا۔

عمیر بن وہب قریش مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اس نے اپنی تلوار زہر میں بچھائی اور رسول پاک کے شہید کرنے کا ارادہ کر کے مدینہ میں آیا حضرت عمرؓ کو خبر ہو گئی اُسکو گلے سے پکڑ کر کشاں کشاں پیغمبر صاحب کی خدمت میں لائے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اسکو چھوڑ دو پھر اس کو پاس بٹھا کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو اُس نے جواب دیا کہ بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ تلوار لیکر اُسے کہا کہ بدر میں بھی تو تلواریں ساتھ تھیں آخر کس کام آئیں۔ آپ نے کہا کہ بجا ہے لیکن حجر میں بٹھ کر صفوان سے کس کے قتل کی سازش کی ہے وہ حیران رہ گیا سوائے صفوان کے اور کوئی اس سازش سے آگاہ نہ تھا۔ بطیب خاطر مسلمان ہوا۔ وہی شخص جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا مسلمانوں کا فریفتہ ہو گیا اور مکہ میں جا کر اشاعت اسلام میں دل اور جان سے مصروف ہوا۔

رسول خدا یہودیوں کی عزت کیا کرتے تھے اہل عرب بالوں میں مانگ نکالتے تھے یہودی بالوں کو بوں ہی رکھتے تھے آپ بھی مانگ نہیں نکالتے تھے۔ یہودی عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے آپ نے بھی یہی حکم دیدیا جب کبھی یہودی کا جنازہ گذرتا تھا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے مگر یہودیوں نے دل سے جو شور بخت تھے کینہ نہ جاتا تھا نہ گیا محض بوجہ صدا اور بغض برسر پیکار ہو گئے۔

واقعہ قنیقاع کے بعد یہودیوں نے یہ شرارت کی کہ تاخت و تاراج کی نیت سے ایک جماعت کثیر جمع کر لی۔ رسول پاک مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام قرقرۃ الکدر پر پہنچے اور تین دن تک قیام کیا مگر یہودیوں پر خود بخود ایسا رعب چھایا کہ منتشر ہو گئے

غزوۃ
قرقرۃ الکدر

یہ واقعہ ۱۱ھ ہجری میں ہوا۔ پھر ربیع الاول ۱۱ھ میں یہودیوں نے حوالی مدینہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور دعثور بن حارث کو اپنا سردار بنایا۔ رسول خدا بارہ ربیع الاول کو ساڑھے چار سو مسلمان لیکر روانہ ہوئے لیکن قبل اس کے کہ لڑائی شروع ہو یہ ہوجی فزہ ہو کر بکھر گئے۔ اُس دن بارش بہت ہوئی رسول پاک نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سوکھنے کے لئے پھیلا دیئے اور پھر لیٹ کر سو گئے۔

دعثور

دعثور جو پہاڑ پر سے یہ حال دیکھ رہا تھا شمشیر بکف آپ کے سر ہانے آکھڑا ہوا اتفاقاً آپ کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو یہودی شمشیر عریاں لئے کھڑا ہے۔ دعثور نے چلا کر کہا کہ اتنا کون ہے کہ تجھے میری خون آشام تلوار سے پناہ دے اپنے بیخوف و خطر کہا میرا بچا نیوالا اللہ ہے یہ کہا اور اپنے بڑھ کر اُس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور فرمایا اُبتو بتا کہ تجھے بچا نیوالا کون ہے؟ اُس نے گھبرا کر کہا کوئی نہیں؟ اپنے تلوار اُس کے روبرو پھینکی اور فرمایا کہ مجھ سے رحم کی عادت سیکھ۔ اتنا کہنا تھا کہ دعثور گرویدہ ہو گیا اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔

گبارہ دن کے بعد آپ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ کعب بن اشرف یہودی ایک مشہور شاعر تھا اس کو مسلمانوں سے سخت حسد اور کینہ تھا اس نے کشتگان بدر کے پُر در و مرثئے کہے پھر نکتے میں گیا اور وہاں جابر البوسفیان کے ہمراہ حرم میں آیا اور پر وہ تمام کرم کھائی کہ مقتولان بدر کا انتقام لینگے وہاں سے واپس آ کر اسے رسول خدا کی ہجو میں اشعار لکھے۔ اُس زمانہ کی شاعری میں جادو کا اثر تھا۔ آتش بیان اور برق زبان شاعروں کے اشعار بجائے خود تار پیٹو سے کم نہ تھے۔

کعب بن اشرف

اس کینت نے یہ صلاح کی کہ پیغمبر خدا کو دعوت کے بہانہ سے بلایا جائے اور قتل کر دیا جائے۔ صحابہ اس کے ظلم سے پہلے ہی سے ہزار تھے انہوں نے رسول خدا سے کہا کہ ہمیں اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے اپنے اجازت دی۔ محمد بن مسلمہ انصاری چار آدمی لیکر اس کے گھر گیا اور اس کو باہر بلایا اور بال سونگھنے کے بہانہ سے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور قتل کر ڈالا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس سے کہا کہ فرضہ کی ضرورت ہے اُس نے کہا کہ بیوی رہن رکھو اس پر اس کو قتل کر دیا۔ رسول خدا کو بعد خبر ہوئی

کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ رسول خدا نے بمصدق لڑائی میں
 رہو کہ دینا بائز ہے، قتل کی اجازت دیدی تھی مگر چہا تک ہم نے تحقیق کیا ہے ہمیں
 یہی ثابت ہوا ہے کہ رسول پاک سے صرف کعب سے گفتگو کرنے کی اجازت حاصل
 کی گئی تھی۔

حضرت عثمانؓ کو اپنی بیوی رقیہؓ دختر رسول خدا کے مرنے کا سخت قلق تھا اور اکثر
 مغموم رہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حفصہؓ کا نکاح اُن سے کرنا چاہا مگر
 حضرت ابو بکرؓ نے شاید اسوجہ سے کہ اُن کا مزاج کسی قدر گرم واقع ہوا تھا شکر یہ سے
 انکار کر دیا۔ اُن کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ اسہمی سے ہوا۔ خنیس جنگ بدر میں
 شریک تھے پھر چند روز بعد مدینہ میں انتقال کر گئے اور حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔ اس انکا
 سے حضرت عمرؓ رنجیدہ ہوئے۔ جب یہ خبر رسول خدا کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے
 حضرت عمرؓ سے کہا ناراض نہ ہو خدا تمہاری لڑکی کو اس سے اچھا شوہر اور عثمانؓ کو اس سے
 اچھی بی بی دیگا۔ چنانچہ آپ نے چند روز کے بعد خود حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور اپنی لڑکی
 اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا اس سے حضرت عمرؓ اور عثمانؓ دونوں خوش
 ہو گئے۔ اس شادی سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین بن گئے۔

جناب حفصہؓ
 سے نکاح

جناب حفصہؓ لکھتی بڑھی تھیں ابو بکرؓ نے اپنی خلافت میں جو اول بار قرآن جمع کرایا
 قرآن کا وہ پہلا نسخہ جناب حفصہؓ کی امانت تھا۔

آپ اہبات المؤمنین میں سب سے زیادہ عابدہ زاہدہ تھیں۔ پیغمبر صاحب کی
 وفات کے بعد گوشہ نشین ہو گئیں اور لوگوں سے ملنا جوڑنا چھوڑ دیا۔ آپ کی حضرت عائشہؓ
 سے بہت محبت تھی جب حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئی تھیں تو حضرت حفصہؓ
 ہی حضرت عائشہؓ کی طرف رخ تھیں حضرت حفصہؓ جناب رسولؐ سے عمر میں ۳۵ سال
 چھوٹی تھیں آپ نے ۵۹ سال کی عمر میں جمادی الاول ۱۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔
 اسی سال ماہ رمضان مبارک کی پندرہویں تاریخ جناب حضرت علیؓ کے بڑے
 صاحبزادے امام حسنؓ پیدا ہوئے۔

ولادت امام حسنؓ

باب (۸)

غزوہ احد ۳ھ

غزوہ احد کا مفصل ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں موجود ہے۔ جنگ بدر کے بعد قریش مکہ جوش انتقام میں ماہی بے آب کی طرح بیتاب تھے۔ جب فریاد اہو چکا اور اسیران جنگ رہا ہو کر مکے میں واپس آئے تو سرداران قریش نے عمرو بن العاص اور ابو غری شعرا کو قبائل عرب کے پاس اسلام کی ندمت کے لئے بھیجا۔ ان میں ابو غری وہی تھا جس کو رسول پاک نے بدر میں شاعر سمجھ کر آزاد کر دیا تھا۔ جناب رسول کے رحم کا اس کمبخت نے اچھا حق ادا کیا۔ سچ ہے سہ

زمین شور سنبل بر نیارد درو تخم عمل ضائع مگرداں
 نکوئی با بداراں کردن چنان است کہ بدکردن بجائے نیک مرداں
 ان شعرا نے اپنی آتش بیانی سے آگ کے شعلے بلند کر دیئے تین ہزار رومیوں کا لشکر جبار مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ ان میں سات سو جوان زرہ پوش تھے ابو سفیاء جس کو ابو جہل کا ہم خیال اور ہم زرا د کہنا چاہئے اس فوج نحوست موج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ ابو سفیان کی عورت ہندہ جو عقبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی اپنے خاوند سے بڑھ کر مسلمانوں کی دشمن تھی وہ اپنے باپ۔ چچا اور بھائی کے انتقام کے لئے بقرہ تھی اُس نے ام حکیم ابو جہل کی بہو فاطمہ۔ ریطہ۔ حناس۔ برزہ وغیرہ عورتوں کو ہمراہ لیا تاکہ میدان جنگ میں نوچے پڑھیں اور اپنی فوج کو جوش دلائیں۔ ان میں فاطمہ حضرت خالد کی بہن تھیں۔ برزہ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی تھی۔ ریطہ عمرو بن العاص کی اہلیہ تھی۔ اور حناس حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ تھیں۔

ہندہ نے جو خشم مجسم ہو رہی تھی وحشی نامی حبشی غلام کو جو حریہ اندازی میں کامل تھا

حضرت حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔

اسی پر اکتفا نہ کر کے قریش نے اپنے بڑے بُت مہبل کو بھی اونٹ پر رکھ لیا تاکہ مذہبی خیال خردوش انتقام کو دوبا لاکر دے جب یہ طوفان حشر خیز لگے سے اٹھا تو حضرت عباس نے جو مسلمان ہو چکے تھے فوراً ایک قاصد رسول خدا کے پاس بھیجا اور اسکو تاکید کی کہ تین دن کے اندر مدینہ میں جا کر اصلیت سے آگاہ کر دے۔ جب یہ خبر وحشت آپ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا حبنا اللہ و نعم الوکیل اور صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ جناب رسول اور عمر رسیدہ صحابہ کی یہ رائے تھی کہ دلیری سے محصور ہو جائیں اور شہر کی حفاظت کریں مگر حضرت حمزہ۔ سعد بن عبادہ اور نوجوان انصار کی یہ رائے تھی کہ نہیں میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے اور بزدل نہیں بننا چاہئے۔ ان لوگوں نے پُر زور تقریریں کیں آخر رسول خدا نے ان کا کہنا اپنی مرضی کے برخلاف مان لیا۔ پھر آپ اندر گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اسوقت نوجوان نادم ہوئے اور کہا کہ ہم اپنی رائے سے باز آتے ہیں مگر آپ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے موزوں نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے جب مؤنس اور انس نے جن کو خبر لانے کے لئے بھیجا تھا واپس آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر قریب آگیا اور ان کے گھوڑوں نے اپنے سُموں سے چراگاہ کو پا مال کر دیا تو آپ نے اشوال کو بعد نماز جمعہ شہر سے کوچ کیا۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ عبد اللہ بن ابی منافق نے حسب معمول عین موقع پر دعا دی۔ اپنے تین سوریقوں کو ساتھ لیکر واپس چلا آیا بہانہ یہ کیا کہ جب میری رائے نہیں مانتے تو میں بھی ساتھ نہیں جاتا۔ رسول خدا کے ساتھ اب صرف سات سوجان نثار رہ گئے جنہوں نے تین ہزا کافروں کے مقابلہ میں کوہ احد پر ڈیرے ڈال دیئے اس موقع پر بھی رسول خدا نے حکم دیا کہ کمسن لڑکے واپس ہو جائیں۔ جب لڑکوں کی پرتال ہو رہی تھی رافع بن خدیج جو کمسن تھے انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا قد بلند نظر آئے یہ حکمت ان کی کارگر ہوئی۔ اسوقت سمرۃ ایک نوجوان نے جو ان کا ہم سن تھا کہا کہ میں رافع سے طاقتور ہوں بیشک کشتی لڑا لو اگر اس کو اجازت دی گئی ہے تو مجھے

بھی محروم نہ رکھا جائے۔ ان دونوں کی کشتی ہوئی سمرقند نے رافع کو بچھاڑ دیا اور اس کو بھی اجازت مل گئی پیغمبر صاحب نے ایک تجربہ کار جنرل کی طرح لشکر اسلام کو اس طرح آراستہ کیا کہ کوہ احد پشت پر تھا اور جبل عنین جانب چپ تھا۔ چونکہ جبل عنین ایک درہ تھا سو محمد نے اس خیال سے کہ مبادا دشمن عقب سے شکر پر حملہ نہ کر دے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر کیا اور تاکید اکیڈ کی کہ اگر فتح بھی ہو جائے تو بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔

سب سے پہلے قریش کی طرف سے ابو عامر اپنی جماعت کو لیکر میدان میں آیا یہ مدینے کا رہنے والا تھا پہلے مسلمان ہوا پھر مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔ میدان میں آ کر ابو عامر بدین امید کہ اہل مدینہ اس کی عزت کرتے ہیں چلایا کہ اے مدینہ والو محمد کا ساتھ چھوڑ دو اور مجھ سے مل جاؤ مگر وفا پیشہ عقیدت مند مسلمانوں نے جواب میں بڑا بھلا کہا اور حملہ پر آمادہ ہو گئے۔ ابو عامر اور اس کے قریشی غلاموں نے تیرو تفتنگ سینا نے اور تیروں اور تپتھروں کا مینہ برسے لگا مگر مسلمانوں نے طرفتہ العین میں اس کے دانت کھٹے کر دیئے اور ابو عامر کا گروہ بھاگ نکلا۔ قریش کا علمبردار طلحہ صدف سے نکل کر پکارا کہ تم میں سے کون ہے کہ مجھے جہنم وصل کرے یا میرے ہاتھ سے جنت میں جائے یہ سن کر شیر خدا علی مرتضیٰ صدف سے نکلے اور ایک ہی وار میں طلحہ کو درہ جہنم میں پہنچا دیا۔ طلحہ کے قتل ہوتے ہی اس کے بیٹے عثمان نے علم ہاتھ میں لیلیا اور آگے بڑھا اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں اور علم بردار کی شان و شوکت کا اظہار کرتی جاتی تھیں کہ حضرت حمزہ کی تیغ آبدار اس کے سراو جسم کو کاٹتی ہوئی کمر تک اتر آئی۔ اب عام جنگ شروع ہو گئی عورتیں دف بجانے لگیں۔ ہندہ سب سے آگے آگے تھی اور رجز خوانی کر رہی تھی۔ اس گھمسان کی لڑائی میں رسول خدا نے اپنی تلوار بلند کر کے فرمایا کہ کون ہے جو یہ تلوار اٹھائے اور اسکا حق ادا کرے یہ حکم سن کر بہت سے ہاتھ آگے بڑھے مگر یہ شرف ابو وجانہ کی قسمت میں لکھا ہوا تھا وہ شمشیر رسول لیکر سر پر سرخ رومال باندھ کر صدف اعدا میں شیر غراں کی طرح گھس گئے اور مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ کفار کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور کسی کو مقابلہ

کی طاقت نہ رہی آپ صفوں کو چیرتے ہوئے بہاڑ کے پاس پہنچ گئے وہاں ہندوؤں
بجاری تھی آپ نے لپک کر شمشیر ہندہ کے سر پر رکھی اور ساتھ ہی کہا کہ مناسب نہیں کہ
رسول خدا کی تلوار عورت کے خون سے رنگین ہو یہ کہا اور پلٹ پڑے۔ ایک طرف حضرت
علیؑ نے قیامت برپا کر رکھی تھی ایک طرف حضرت حمزہؓ دو دوستی تلوار جھاڑ رہے تھے اور
ایک طرف ابو دجانہ سر پر رومال باندھے صفیں اُلٹ پلٹ کر رہے تھے کہ سیاغ غبشانی
حضرت حمزہؓ کے روبرو آگیا اور فی النار ہوا۔ یہاں وہی وحشی غلام ایک طرف چھپا کھڑا
تھا اس سے جبیر بن مطعم اور ہند نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر دیکھا تو فوراً آزاد
کیا جائیگا۔ اس حبشی نے کیننگاہ سے نکل کر اس طرح تاک کر آپ پر برچی پھینکی کہ ناف
کے پار ہو گئی آپ لوٹے کہ حبشی کو قتل کریں کہ وہ بھاگا اور آپ وہیں زمین پر گر کر بہوش
ہو گئے اور روح مبارک پرواز کر گئی۔ حبشی اب قریب آیا اور کلیجہ چاک کر کے جگر نکال کر
ہند کے پاس لیگیا اُسے جگر دانتوں سے چبایا اور پھینک دیا اور اپنا سارا زور
اُتار کر حبشی کو انعام کے طور پر دیدیا۔

ابو دجانہ۔ حضرت علیؑ اور حمزہؓ کے شجاعانہ حملوں سے کفار کے پانوں اُکھڑ گئے وہ
اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے تھوڑی دُور تک اُن کا تعاقب کیا
اور پھر بیفکری کے ساتھ مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ و غنمین کے پچاس تیرا ہند
بھی حکم رسولؐ بھول گئے وہ کفار کو بھاگتا اور مسلمانوں کو ان کا مال لوٹتے دیکھ کر اپنی جگہ
سے چلے آئے۔ عبد اللہ بن جبیر نے ہر چند روکا مگر سوائے معدودے چند کے اُس کا
کہنا کسی نے نہ سنا۔ دشمن نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ عکرمہ بن ابو جہل بہت سے
آدمی ہمراہ لیکر درہ میں گھس آیا اور رہے سہے محافظان درہ کو شہید کر کے مسلمانوں پر
پشت کی طرف سے ٹوٹ پڑا۔ لشکر کفار یہ حال دیکھ کر پھر پلٹ پڑا۔ اہل اسلام جا بجا
پھیلے ہوئے تھے اور مال غنیمت لوٹ رہے تھے اب دونوں طرف سے بُری طح گھر گئے
اور ایسے گھبرائے کہ آپس میں ہی گتھ گئے دست دشمن کی تمیز نہ رہی مصعب بن عمیر
کو جو رسولؐ خدا سے صورت میں مشابہ تھا اور علم بردار تھا ابن قتیہ نے شہید کر دیا۔ پہلے

ان کا ایک ہاتھ قلم کیا انہوں نے دوسرے ہاتھ سے علم تھام لیا۔ پھر اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور علم بردار اسلام کو گرا دیا۔

حضرت اسید بن حضیر اور ابو بردہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے زخمی ہوئے اور یمان حضرت حذیفہ انصاری کے والد شہید ہوئے۔ جب یمان پر تلواریں برس رہی تھیں تو حضرت حذیفہ بہت چلائے مگر اسوقت گھبراہٹ میں اُن کی کون سُنتا تھا۔ آخر یہ کہہ کر کہ مسلمانوں خدا تمہارا گناہ بخشے خاموش ہو گئے مصعب بن عمیر کے شہید ہونے پر غل مچ گیا کہ رسول پاک شہید ہو گئے مگر حضرت علیؓ سایہ کی طرح رسول پاک کے ساتھ ساتھ تھے اپنے نہایت مردانگی سے کافروں کی صفوں میں گھس کر تین سخت حملے پے درپے کئے اور رسول کریمؐ کے پاس کسی کو بھٹکنے نہ دیا۔ کفار کا ہجوم لحظہ بلحظہ بڑھتا گیا اب صرف تین صحابی آپ کے قریب رہ گئے تھے جو آپ کی حفاظت میں تین مشغول تھے ان جان بازوں میں نسیہ نبت کعب بھی تھیں انہوں نے جب کافروں کا ہجوم دیکھا تو اپنی مشک جس سے مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھیں پھینک دی اور ڈھال تلوار لیکر حملہ آوروں کو روکنے لگیں آپ زخمی ہو گئیں مگر رفاقت کو نہ چھوڑا۔ غرض صحابی کم ہوتے ہوتے صرف چوڑاں رہ گئے یہ سب بھی مجروح ہو گئے اور کفار بالکل قریب آ گئے۔ مالک بن زبیر نے تاک کر ایک تیر رسول پاک پر چلایا مگر طلحہ نے اسے اپنے ہاتھ پر روکا اور وہ تیر اُن گلی میں چھید کر رہ گیا۔ ابن قمیہ نے ایک پتھر اس زور سے آپ پر پھینکا کہ پیشانی مبارک پر لگ کر لُٹ گیا خود کے حلقے کا شہ سو میں گھس گئے اور روئے مبارک خون آلود ہو گیا۔ عبداللہ ابن شہاب نے ایک پتھر سے آپ کی کہنی زخمی کر دی۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر سے آپ کے چار دانت شہید کر دیئے اور دہن مبارک لہو لہان ہو گیا۔ رسول پاکؐ اپنی چادر سے خون پونچتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے خدا میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ابن قمیہ نے بڑھ کر اچھے تلوار سے وار کیا۔ حضرت طلحہ جو زخموں سے چور تھے پھر سپینہ سپر ہو گئے اور اُن کا ہاتھ کٹ کر بیکار

ہو گیا۔ اسے دوبارہ وار کیا مگر آپ کو اسلئے کہ دوزر ہیں پہنے ہوئے تھے زخم نہ پہنچا مگر زہر ہوں کے بھاری بوجھ اور ضرب شمشیر کی طاقت اور خون بہہ جانے کے باعث نقاہت سے آپ چکا کر لُپت زین سے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ابن قتیہ پکارا کہ رسول کو قتل کر دیا۔ اس وحشتناک آواز سے مسلمان اور بھی بدحواس ہو گئے ایک گروہ پہاڑ میں جا چھپا۔ ایک گروہ حملہ کر کے شہید ہوا اور تیسرا گروہ مفرور ہو کر مدینہ میں پناہ گزین ہوا۔ جسوقت یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو زمان بنی ہاشم روتی پٹتی میدان احد میں آئیں۔ حضرت انس نے آہ کی اور تلوار لیکر سیدھے میدان جنگ میں آئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے آپ کو اسٹی زخم آئے ان کی لاش قابل شناخت نہ تھی آپ کی بہن نے انگلی کے تیل سے پہچانا۔ حضرت حنظلہ بن ابو عامر کا اسی دن نکاح ہوا تھا۔ خبر شہادت سننے ہی بیتاب ہو کر میدان جنگ میں آئے اور کافروں کو مارتے ہوئے ابوسفیان کے قریب پہنچ گئے اور قریب تھا کہ اسے قتل کریں کہ اس کے رفیقوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور زخموں سے چور چور کر کے شہید کر ڈالا۔

حضرت رسول کو طلحہ اور حضرت علیؑ نے گڑھے سے نکالا حضرت ابو عبیدہ نے خود کے حلقے جو پیشانی مبارک میں گھس گئے تھے دانتوں سے کھینچ کر نکالے جس سے ان کے دونوں دانت ٹوٹ گئے اور ان کا لقب اتہم پڑ گیا۔ حضرت کے زخموں سے خون بند نہ ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ پانی لائے۔ جناب سیدہ فاطمہؑ روتی جاتی تھیں اور زخم دھور ہی تھیں آخر اپنے چٹائی کا ٹکڑہ جلایا اور زخم پر ڈالا تو خون فوراً بند ہو گیا۔ اسوقت آپ اپنے پسماندہ جان نثاروں کو ہمراہ لیکر جبل احد کی ایک محفوظ گھاٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے دوسری طرف سے پہاڑ پر چڑھنا چاہا مگر حضرت عمرؓ چند مسلمانوں کے ساتھ سدرہ ہوتے۔ کفار نے جب میدان خالی دیکھا تو گانے بجانے لگے۔ ہند اور اس کی سہیلیاں شہیدوں کے پاس مقتل میں آئیں اور نہایت سفاکی کے ساتھ بحر حنظلہ بن ابو عامر سب کے ناک اور کان کاٹ دیئے اور ان کے ہار بنائے۔ ہندہ کا نام حضرت حمزہؓ کا جگر جانے کی علت میں جگر خوا

مشہور ہو گیا۔

ابوسفیان نے اسی قدر کامیابی کو غنیمت جانا اور کوچ کا حکم دیدیا۔ جب حضرت رسول خدا کو معلوم ہوا کہ کفار چلے گئے تو رفقاء کو جو شہید ہوئے تھے دفن کرنے کے لئے آپ پہاڑ سے نیچے اتر آئے اور ان کا یہ حال دیکھ کر غم اور غصہ سے بیتاب ہو گئے اپنے چاہا کہ کفار کی لاشوں سے یہی یہی سلوک کیا جائے مگر معاذی نازل ہوئی اور آپ نے صبر کیا۔

جاں نثاران رسول میدان جنگ کو میلہ سمجھتے تھے۔ کیا مجال جو خوف قریب آئے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت خون کے نالے بہ رہے تھے ایک بہادر مسلمان کھڑا ہوا بے پرواہی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا۔ فارغ ہو کر رسول پاک کے روبرو گیا اور کہنے لگا "یا رسول خدا اگر میں مارا گیا تو کہاں جاؤں گا" آپ نے فرمایا "بہشت میں" یہ سن کر وہ بخود ہو گیا اور تلوار سوت کر کفار پر ٹوٹ پڑا اور شہید ہوا۔

جس وقت گھمان کی لڑائی ہو رہی تھی حضرت عائشہؓ۔ ام سلیم۔ نسیم بن کعب پانچے چڑھائے مشکیں اٹھائے ادھر ادھر پھر رہی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھرتی تھیں۔

جناب صفیہ حضرت حمزہؓ کی بہن شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ حضرت نے ان کے صاحبزادے زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ شہید کی لاش ان کو نہ دیکھنے دینا۔ جب جناب صفیہ نے حکم سنا تو کہا کہ میں سب کچھ سن چکی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ حضرت نے لاش دیکھنے کی اجازت دی۔ بہن بھائی کی لاش پر آئی۔ بھائی کے ٹکڑے دیکھے۔ دل بھر آیا۔ خون نے جوش مارا۔ جہان آنکھوں میں تاریک ہو گیا مگر سوائے صبر کے کیا چارہ تھا۔

ایک اور دلیر عورت کا باپ۔ بھائی۔ خاوندیکے بعد دیگرے مارے گئے۔ جب سب قتل ہو چکے تو یہ رسول پاک کے روبرو آئی اور ان کو دیکھ کر کہنے لگی آپ کے ہوتے سب مصیبتیں بیچ ہیں۔

مولانا شبلی نے اس واقعہ کو اس طرح پر لباسِ نظم پہنایا ہے۔

کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور
 ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر
 ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
 وہ بھی نکلیں کہ چوتھیں پڑے نشینانِ عفاف

کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتہ شمشیر و دم
 ہر گلی کوچہ تھا۔ ماتم کدہ حسرت و غم
 کو دک و پیر و جواں و خدم و فیل و شتم
 جن میں تھیں سیدہ پاک بھی باویدہ نم

ایک خاتون کہ انصارِ نکونام سے تھیں
 موقع جنگ چڑھیں تو یہ لوگوں نے کہا
 ترے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
 سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیر شہید

سخت مضطر تھیں نہ تھی ہوش و اس نکمہ ہم
 کیا کہیں تجھ سے کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
 ترے والد بھی ہوئے کشتہ شمشیر ستم
 گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہ الم

اس عقیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا
 سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ
 بڑھ کے اُسے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
 میں بھی اور باپ بھی شوہر و برادر بھی فدا

یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم
 گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم
 تو سلامت ہے تو اب ایچ ہے سب بخ و الم
 اے شہدیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

مسلمانوں کے ستر آدمی اس معرکہ میں شہید ہوئے زیادہ تر ان میں انصاری تھے
 دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ اُس وقت نماز جنازہ بھی نہ پڑھی گئی۔

جب شہیدوں کو اس بے سرو سامانی کے ساتھ پوند زمین کر چکے تو حضرت نے
 مسلمانوں سے کہا کہ جو لوگ جنگ اُحد میں شریک تھے پھر تیار ہو جائیں اور قریش کا
 تعاقب کریں۔ ہر چند کہ صحابہ زخموں سے چور تھے۔ ہر چند ان کے دل عزیزوں کے
 قتل ہو جانے سے ناسور تھے مگر سب کے سب نشہٴ محبتِ اسلام پر مغرور تھے فوراً راہ
 اسلام میں جان دینے کو تیار ہو گئے۔ یہ ستر آدمی تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ اور زبیرؓ بھی
 تھے اپنے پیغمبرؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مدینہ سے آٹھ میل پر مقامِ حراءِ الاسد

میں قیام کیا۔ ابوسفیان جو واپس ہو کر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا یہ سن کر حیران رہ گیا اور خائف ہو کر مکہ کی طرف چل دیا۔ اس موقع پر وہی احسان فراموش ابو غزی شاعر اور معاویہ بن المغیرہ گرفتار ہوئے ابو غزی تو سزائے اعمال کو پہنچا اور معاویہ حضرت عثمانؓ کی سفارشات پر بدیں شرط لگا گیا کہ تین دن کے اندر مدینہ سے نکل جاوے ورنہ قتل کیا جائیگا کبخت کی موت آپکی تھی راہ بدل کر مدینہ میں چھپ رہا اور قتل ہوا۔

جب رسول خدا واپس ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ دارالمحن بن رہا تھا۔ گھر گھر سے نالہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں اور لوگ اپنے اقارب کا ماتم کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا افسوس حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے جب یہ رقت خیر کلمہ سنا تو بیتاب ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پر وہ نشینان انصار کی بھینٹوں پر لگ گئی اور گھر گھر حمزہ کا ماتم ہونے لگا۔ رسول خدا نے ان کے حق میں دعا کی اور کہا کہ تمہاری مہربانی کا شکر ہے لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز ہے۔

مشرک سے نکاح
حرام ہو گیا

اسی سال وراثت کا قانون نازل ہوا۔ اس وقت تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کی تفصیل کی گئی اس وقت تک مسلمان مشرک سے نکاح کر سکتے تھے اسی سال میں اس کی بھی تحریم نازل ہوئی *

باب (۹)

۳۴

جناب زینبؓ
بنت خنیسہ
نکاح

سال ۶- ہجری میں جناب رسولؐ نے بی بی زینب سے نکاح کیا۔ ان کے والد خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال تھے۔ ان کی والدہ ہند بن عوف تھیں۔ اپنے مورث ہلال کی شہرت کی وجہ سے آپ ہالیہ کہلاتی تھیں۔ آپ سائین

کی بہت پرداخت کرتی تھیں اسلئے اُمّ المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپ سولہ روز
سے عمر میں، ۳ سال چھوٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح پیغمبر صاحب کے چھوٹی زاد بھائی عبد اللہ
بن حبش سے ہوا تھا وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اسلام ہجرت۔ پیوگی۔ مساکین سے
ہمدومی اور قرابت کی وجہ سے رسول خدا نے آپ سے نکاح کر لیا۔ صرف تین مہینے آپ کی
منکوہ رہیں اور پھر انتقال فرمایا۔ آپ قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کے جنازے
کی نماز خود پیغمبر صاحب نے پڑھائی اور ان کو خود قبر میں اتارا۔

شوال ۱۱ھ میں آپ نے اُمّ سلمہ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نام ہند کنیت اُمّ سلمہ باپ
کانام ابو امیہ اور ماں کا عاتکہ تھا۔ ابو امیہ عرب کا ایک بڑا جری اور مشہور بہادر اور قریش کا
معزز سردار تھا جب پیغمبر صاحب کی عمر ۳ سال کی تھی تو آپ پیدا ہوئیں۔ ان کی پہلی شادی
عبدالاسد مخزومی کے فرزند ابو سلمہ کے ساتھ ہوئی جو ان کا چچا زاد بھائی تھا دونوں میاں
بیوی کئی سال حبش میں رہے ان کا پہلا بیٹا سلمہ بھی وہیں پیدا ہوا۔ ابو سلمہ سے انکے ہاں
ان کی زندگی میں دو بیٹے سلمہ اور عمر اور ایک بیٹی درہ تین اولادیں پیدا ہو چکی تھیں جب
ابو سلمہ معرکہ بدر میں شہید ہوئے تو آپ حاملہ تھیں ان کی شہادت کے بعد زینب پیدا
ہوئیں جو آخر کار پیغمبر خدا کی ربیبہ کہلائیں۔ آپ کو اپنے پہلے شوہر ابو سلمہ کی مفارقت کا
بہت صدمہ ہوا اور مدت تک روتی رہیں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو نکاح
کا پیغام بھیجا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ پھر پیغمبر صاحب نے حضرت عمرؓ کو آپ کے پاس پیغام
نکاح دیکر بھیجا آپ نے کہا کہ عمرؓ تم پیغمبر صاحب سے کہو کہ میں غیور عورت ہوں۔ میری طبیعت
غیر تمدت ہے۔ میرے کئی بچے ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ جب پیغمبر صاحب نے
یہ جواب سنا تو کہا کہ ان سے کہہ دو کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری ناوا جب غیرت
کو تمہاری طبیعت سے نکال دے اور تمہارے بچوں کی کفالت میرے ذمہ ہے۔ یہ سن کر
آپ راضی ہو گئیں اور نکاح ہو گیا۔

اُمّ سلمہ سے
نکاح

حضرت امام حسینؓ ابن علیؓ کی شہادت کے وقت آپ زندہ تھیں۔ ترمذی نے
لکھا ہے کہ ایک دن اپنے خواب میں پیغمبر خدا کو دیکھا کہ نہایت وحشتناک حالت میں تھے

اور چہرہ خاک آلودہ تھا اپنے کہا کہ اُم سلمہ میں مقتل حسین سے آ رہا ہوں۔ اس واقعہ کے چند روز بعد واقعی شہادت حسین کی خبر مدینہ میں آئی۔

نبی اُم سلمہ نے ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حجت بقیع میں دفن ہوئیں۔

سیرۃ الزہج
صفر ۳۰

جب لشکر قریش مکہ میں واپس آیا تو سفیان بن خالد اپنی جماعت کے ہمراہ احد کی فتح پر مبارک دینے آیا مکہ میں آ کر اُسے سنا کہ سلافہ بنت سعد نے اشتہار دیا ہے کہ جو شخص اُس کے بیٹے کے قاتل عاصم بن ثابت کو زندہ یا مردہ لائیکا اس کو ایک سو عمدہ اونٹ انعام دیا جائیگا یہ سن کر ملعون کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اُسے سات ہمعاش اس کام پر مامور کئے جو حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر منافقانہ مسلمان ہوئے ان کی چکنی چہڑی باتوں سے دھوکے میں آ گیا اور اشاعت اسلام کے لئے ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا جب حضرت کے پاس اجازت کے لئے گیا تو اپنے چھ صحابیوں کو عاصم کے ہمراہ کر دیا۔ جس وقت یہ جماعت حجاز کے کنارہ ایک چشمہ کے قریب جس کو رجم کہتے تھے پہنچی تو ان ہمعاشوں میں سے ایک غدار چپکے سے سفیان کے پاس پہنچا اور وہ ذؤنو تیر انداز لیکر لکا ایک آ گیا تو ان صحابیوں کو گھیر لیا۔ ان لوگوں نے چاہا کہ سب کو زندہ پکڑ لیں مگر ان بہادروں کا گرفتار ہونا آسان نہ تھا وہ جان توڑ کر لڑے اور شہید ہوئے۔ مرتے وقت عاصم نے کہا کہ اے خدا میری خبر پہنچو کہ کو پہنچا دے۔ عاصم کے ہمراہیوں میں سے خبیث اور زید غداروں کے دھوکے میں آ گئے اور ٹیپ سے نیچے اتر آئے کافر اس وقت کے منتظر تھے فوراً مشکیں کس لیں اور مکہ میں لیجا کر بیچ ڈالا۔ خبیث کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا حارث خبیث کے ہاتھ سے احد میں قتل ہوا تھا۔ زید کو صفوان بن اُمیہ نے خریدا۔ قاتلوں نے ان دونوں بزرگوں کو سخت عذاب دیا۔ دونوں صلیب سے لٹکائے گئے۔ چالیس جلا دینے لیکر صلیب کے گرد حلقہ زن ہوئے اور چہرے دینے لگے۔ ابوسفیان بھی تماشہ دیکھنے آیا جب یہ بزرگ خموں سے تڑپ رہے تھے تو ابوسفیان نے کہا کیوں اگر اس وقت تمہاری جگہ تمہارا پیغمبر ہوتا تو کیا اچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری جان جائے مگر یہ گوارا نہیں کہ رسول خدا کے

تلووں میں کاٹا تک کوئی چہرہ دے۔

آخر صفوان کے غلام نسطاس نے ان مسلمانوں کو شہید کیا کہتے ہیں کہ جب عاصم شہید ہوا تو قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ ان کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا برائے شناخت کاٹ لاؤ مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہید کی لکھٹیوں نے انہیں لاش کے قریب آنے دیا۔ سفیان بن خالد ہی دیر تک زندہ نہ رہا۔ انہیں ایام میں وہ عبداللہ بن امیس کے ہاتھ سے قتل ہو کر کیفر کردار کو پہنچا۔

انہیں ایام میں جبکہ سر یہ الرزح کے اصحاب پر ظلم اور ستم ہو رہا تھا ایک کنوئیں پر جس کو پیر معونہ کہتے ہیں اس سے بڑھ کر قیامت برپا ہوئی۔

پیر معونہ

صفر ۳۷ھ میں ابوراء کلابی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی اشاعت اسلام کے لئے چند آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تجھ پر اعتبار نہیں۔ ابوراء نے کہا کہ میں ان کا ضامن ہوتا ہوں۔ آپ نے ستر انصار جن میں اکثر اصحاب صفہ عابدان شب زندہ دار اور قرآن کے کاری تھے ساتھ کر دئے کہ جاؤ توحید کی منادی کرو انہوں نے پیر معونہ پہنچ کر قیام کیا اور حرام بن لمان کو عامر بن طفیل کے پاس خط دیکر بھیجا۔ عامر نے حرام کو قتل کر دیا اور یکایک ایک بڑا شکر لیکر پیر معونہ پر چڑھ دوڑا۔ صحابہ حرام کی واپسی کے منتظر تھے جب دیر ہو گئی تو چل پڑے راہ میں عامر نے ان سب کو گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا صرف عمر و امیہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے تجھ کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا عمرو کے بال کاٹ ڈالے اور چھوڑ دیا۔ ایک اور شخص جو مردوں میں پڑا ہوا تھا بچ گیا۔ رجم اور پیر معونہ کی خبر ایک ہی وقت پر رسول پاک کو پہنچی۔ آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے مہینہ بھر ان کافروں کے حق میں نماز فجر میں بددعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ والے نجد بہت جلد طاعون میں گرفتار ہو کر جہنم داخل ہوا اور سفیان جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عبداللہ بن امیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عمرو بن امیہ جب پیر معونہ سے واپس آ رہے تھے تو راہ میں انہوں نے دو شخص خاص قبیلہ نبی عامر کے سوتے دیکھے ان کو برادران دین کے قاتلوں میں سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔

رسول خدا نے جب سنا تو ناراض ہوئے اور ان کا خون بہا اور ادا کر دیا۔

غزوہ بنی نضیر
ربیع اول
سنہ ۶

بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں حلیف تھے اس لئے اس خون بہا اور ادا کرنے میں رسول خدا نے بنی نضیر سے مدد چاہی اور خود چند اصحاب ہمراہ لیکر ان کے محلہ میں تشریف لیگئے۔ بنی نضیر اپنی دولت پر نازاں تھے اور قریش کی طرف سے ہی انہیں پیغام آچکے تھے۔ انہوں نے یہ تجویز کی کہ جب رسول پاک تشریف لائیں تو انہیں ایک دیوار کے نیچے بٹھایا جائے اور عمرو بن حجاجش دیوار کے اوپر سے دفعتاً ایک بھاری پتھر آپ پر دھکیل دے۔ یہ ملعون یہ نہ جانتے تھے کہ خدا کے حکم کے بغیر پتہ ہی نہیں ہل سکتا۔ آپ نے ان کا عندیہ معلوم کر لیا اور چلے آئے۔ پھر جب آپ کو معلوم ہوا کہ بنی نضیر نے معاہدہ کو طاق نسیاں پر دھردیا ہے تو ان کو کہلا بھیجا کہ بہتر ہے کہ تم مدینہ سے چلے جاؤ۔ اس پیغام کا جواب اُدھر سے نہایت گستاخانہ آیا۔ ایک تو کریم یا خود ہی کڑوا دوسرا نیم چڑھا۔ کچھ تو ان کو اسلام سے جہلی خصوصیت تھی کچھ عبداللہ ابن ابی نے ان کو بھڑکا دیا۔ ناچار ربیع الاول سنہ ہجری میں آپ نے ان پر چڑھائی کر دی۔ بنی نضیر قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے انکا محاصرہ کر لیا اور پندرہ دن تک محاصرہ رکھا۔ یہودیوں کے قلعہ کے گرد لیسنہ کھجور کا نخلستان تھا اس کے چند درخت مسلمانوں نے کاٹ دیئے تاکہ دشمن درختوں کے جھنڈ سے کمین گاہ کا کام نہ لیں۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد آخریہ قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ سے چلے جائیں اور بجز ہتھیاروں کے جس قدر مال و اسباب ان کے اونٹ لیجا سکیں لیجائیں۔ لکھا ہے کہ انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا اپنا اسباب لاوا۔ اپنے گھروں کو گرا دیا اور خیبر میں جا آباد ہوئے۔

یہ یہودی بڑے تزک اور احتشام کے ساتھ اپنے گھروں سے نکلے۔ جب یہ وہاں ہوئے تو ساتھ ساتھ باجہ بچ رہا تھا۔ مطربہ عورتیں گارہی تھیں اور دفیں بجا رہی تھیں۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد پچاس زرہیں پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

یہودیوں کی اراضی رسول خدا نے انصار کو دینی چاہی مگر انہوں نے کہا کہ جب تک

ہمارے ساتھ نصف حصہ مہاجرین کو نہ دو گے یہ ہم پر حرام ہے۔ رسول خدا نے اُن کے ایشار پر اُن کے حق میں دُعا خیر کی اور یہودیوں کا مال و اسباب غریب اور محتاج مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا۔

جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان پُکار کر کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال میں مقام بدر پر تم سے لڑوں گا۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کو ایک شخص نعیم بن مسعود کو سکھا پڑھا کہ مدینہ بھیجا کہ جاؤ اور مسلمانوں کو میری آمد سے ڈراؤ مگر شیر کسی سے ڈرا نہیں کرتے۔ ذیقعد ۳ ہجری میں رسول خدا مع اپنے جان بازوں کے حسبِ عہد بدر میں پہنچ گئے اور آٹھ دن ٹھہرے رہے مگر ابوسفیان راستہ سے لوٹ گیا اور جاتا جاتا یہ کہہ گیا کہ یہ سال قحط کا ہے اس وقت لڑنا مناسب نہیں ہے۔

یہ سال اسلئے مشہور ہے کہ شعبان کے مہینے میں حضرت کے نواسہ سید الشہدا حضرت امام حسین ابن علی پیدا ہوئے۔

ولادت حسین

باب (۱۰)

سہ ہجری

اب ماشا اللہ اسلام روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ کفار دیکھتے تھے اور آگ بھوکا ہو رہے تھے۔ جب قریش کے ساتھ یہود بھی مل گئے تو سازش کی آگ مکہ سے مدینہ تک پھیل گئی۔ مختلف قبائل نے یک جہت ہو کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ربیع الاول سہ ہجری میں خبر آئی کہ دومتہ الجندل میں جو مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک قلعہ ہے کفار کی بڑی بھاری فوج لڑنے کے لئے جمع ہے رسول خدا ایک ہزار جان نثار ہمراہ لیکر مدینہ سے نکلے کفار کو جب خبر ہوئی تو بکھر گئے اور آپ

غزوہ بنی المصطلق
شعبان ۳۰ھ

مدینہ واپس آئے۔ پانچ ماہ کے بعد پھر خبر آئی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق ایک لشکر جرار لیکر مسلمانوں پر حملہ کیا چاہتا ہے۔ رسول خدا صحابہ کو ہمراہ لیکر شعبان ۳۰ھ کو مرسیع کے مقام پر فروکش ہوئے جب کفار کی فوج سامنے آئی تو آپ نے تمام محنت کے لئے کہلا بھیجا کہ اگر اب بھی مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے جان و مال پر کوئی آنچ نہ آئیگی مگر مغرور کفار نے درشت جواب دیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کفار راہ راست پر نہیں آتے تو یکدم حملہ کر کے طرفتہ العین میں ان کو منتشر کر دیا۔ المصطلق اپنا مال و اسباب عیال و اطفال چھوڑ کر بھاگ گئے۔ قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ قید ہو کر ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ وہ رسول خدا کے روبرو آئی اور کہا کہ جناب میں ایمان لائی ہوں میں سردار کی بیٹی ہوں لیکن گردش تقدیر نے مجھے اسیر کر دیا ہے۔ اب مجھ میں یہ مقدور نہیں ہے کہ اپنی آزادی حاصل کروں آپ میری مدد کیجئے۔ اس گفتگو نے رسول خدا کے پروردگار پر نمایاں اثر کیا آپ نے فوراً ثابت بن قیس کو قیمت ادا کر کے برہ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دشمنوں کے دس آدمی قتل ہوئے اور چھ سو گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ برہ کو آزاد کر کے رسول خدا نے ان سے نکاح کر لیا اور ان کا نام جویرہ رکھا حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ جویرہ کا نکاح ان کی قوم کے لئے باعث خیر و برکت ہوا یعنی ساری قوم غلامی سے آزاد ہو گئی اور بہت سے لوگ شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ نبی المصطلق پیغمبر صاحب کی بیوی کے بھائی بند ہیں تو ان کا غلام رکھنا بے ادبی سمجھا اور سب کو آزاد کر دیا۔

روایت ہے کہ جب حارث والد جویرہ کو خبر ہوئی کہ ان کی بیٹی قید ہو گئی ہے تو وہ اونٹ اور مال اسباب لیکر ان کے آزاد کرانے کو مدینہ آیا۔ اُس کے پاس دو بے نظیر اونٹ تھے ان کو عقیق کی گھاٹی میں چھپا دیا کہ مبادا یہی اونٹ مسلمان لیلیں واپسی پر ان کو ساتھ لے جاؤں گا۔ غرض مدینہ پہنچ کر یہ خدمت جناب رسول میں حاضر ہوا اور کہا کہ

جناب جویرہ
سے نکاح

فدیہ لیا اور میری بیٹی کو آزاد کر دو۔ اُسے یہ خبر نہ تھی کہ پیغمبر صاحب نے جویرثیہ کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا ہے جب حادث نے اونٹ اور اسباب پیش کیا تو پیغمبر صاحب نے مسکرا کر فرمایا بھلا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم عقیت کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو۔ یہ سنتے ہی عارث مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کو اس حال کی خبر نہ تھی۔ جب عارث کو معام ہو کر اس کی بیٹی پیغمبر صاحب کے نکاح میں ہے تو بہت خوش ہوا اور بیٹی سے مل کر انہی قوم کے ساتھ خوشی خوشی واپس گیا۔

اُم المؤمنین جویرثیہ نہایت عبادت گزار اور زاہد خاتون تھیں۔ نماز پنجگانہ کے سوا اکثر دعا و استغفار میں مشغول رہتی تھیں۔ آپ ہمیشہ مصلیٰ پر بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ ایک دن رسول خدا صبح اُن کے حجرہ میں تشریف لے گئے آپ مصلیٰ پر تھیں اتفاقاً اُسی دن پھر دوپہر کو اُن کے ہاں گئے تو اسوقت بھی مصلیٰ ہی پر بیٹھی تھیں۔ آپکا انتقال ۱۹ برس پہلے پیدا ہوئیں تھی آپ کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان سے ہوا تھا جو اپنی قوم میں ایک من چلا شہسوار تھا۔

ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کی ہے کہ آپ نہایت حسین اور شیریں ادا تھیں۔

غزوہ بنی المصطلق میں غنیمت کی لالچ سے بہت سے مسلمان بھی شامل تھے اور منافقوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بھی تھا جو ہر دم نیش زنی کیا کرتا تھا۔ اور ہر گھڑی فتنہ پردازی کے لئے موقعہ کا متلاشی رہا کرتا تھا۔ اسی لڑائی میں ایک چشمہ پر اس نے مہاجر اور انصار میں شکر رنجی پیدا کر دی اور دونوں طرف سے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھتے گئے بڑی مشکل سے امن قائم رہا۔ اسوقت اس رئیس المنافقین نے انصار کو اشتعال دلایا اور کہا کہ تم نے یہ بلا خود مول لی ہے اب بھی ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ حال سنا تو وہ رسول خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بہت خشناک ہوئے اور کہا کہ اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دی جائے۔ آپ نے

منع کیا۔

اسی لڑائی میں اس مفتری عبداللہ بن ابی نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی پر تہمت لگائی۔ کیفیت اس کی یہ ہے :-

واقعا فک

کہ جناب پیغمبر خدا جب کبھی سفر کو تشریف لجاتے تھے تو اپنی بیویوں میں قرع ڈال لیا کرتے تھے۔ جس کے نام کا قرع نکلے اُس کو ساتھ لجاتے تھے اس موقع پر قرعہ بی بی عائشہ کے نام نکلا اور وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپسی پر مدینہ کے قریب قیام تھا۔ اہل قافلہ کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت عائشہ قضائے حاجت کیلئے پڑاؤ سے باہر چلی گئی تھیں۔ وہاں ان کا وہ گلے کا ہار جو روانگی کے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں ٹوٹ کے گر پڑا۔ جب جائے قیام پر تشریف لائیں تو معلوم ہوا کہ ہار ٹوٹ کے گر پڑا ہے۔ ہار ڈھونڈنے پھر واپس گئیں اور ابھی لوٹ کر آنے نہیں پائی تھیں کہ لشکر کوچ کر گیا۔

حضرت عائشہ دُبی تیلی نو عمر تھیں۔ ساربان یہ سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لاد لیا۔ یہ واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ دور نکل گیا ہے۔ اس خیال سے کہ مجھے کوئی نہ کوئی لینے آئیگا وہیں بیٹھ گئیں اور سو گئیں۔ شکر کے پیچھے ایک آدمی چھوڑ جایا کرتے تھے کہ گری پڑی چیزیں اٹھالے اتفاق سے ابکے صفوان بن معطل کو چھو گئے تھے۔ اُس نے دُور سے پرچھائیں دیکھی اور آواز دی جب اُس کو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ ہیں تو اونٹ سے اتر پڑا اور ان کو سوار کر کے مہار ہاتھ میں لے آگے آگے ہو لیا۔ یہاں قافلہ منزل پر پہنچا اور لوگوں نے عائشہ کو گم پایا تو حیران ہو گئے ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ صفوان اور حضرت عائشہ جا پہنچیں اور صفوان نے سارا قصہ سنا دیا۔

ہمیت تو یہ ہی تھی مگر منافقوں کی بن آئی انہوں نے خوب عاشقے چڑھائے سب سے زیادہ عبداللہ بن ابی منافق نے اس کا چرچا کیا اور بہت سے مسلمان بھی اس آفت میں گرفتار ہوئے۔ جب رسول خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو حضرت عائشہ سے کشیدہ رہنے لگے۔ اتفاق سے آپ بیمار ہو گئیں۔ آپ کو منافقوں کی افترا پر دازی کا حال معلوم نہ تھا۔

صرف یہ جانتی تھیں کہ رسول خدا ان کی پہلی سی پرواہ نہیں کرتے جب گھر میں آتے ہیں تو صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ تم کیسی ہو۔ اتفاق سے ایک دن شام کو حضرت عائشہؓ مسطح کی ماں کو جو رشتے میں ان کی پھوپھی تھیں ساتھ لیکر قضاے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لیگئیں مسطح اگرچہ مسلمان مہاجر تھا اور جنگ بدر میں شریک ہوا تھا مگر شوئی طالع سے عبد اللہ بن ابی کے جال میں پھنس گیا تھا۔ جب حضرت عائشہؓ گھر کو واپس آ رہی تھیں تو مسطح کی ماں اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑی اور اس کے منہ سے پساختہ نکلا مسطح کا کھوجڑا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پھوپھی تم ایسے شخص کو برا کہتی ہو کہ جو بدر میں پیغمبر صاحب کے ساتھ شریک تھے ام مسطح بولیں کہ بیٹی تم کیسی بھولی بھالی ہو اس نامراد نے تم پر بہتان لگایا ہے۔ عائشہؓ نے چونک کر کہا کہ پھوپھی بہتان کیسا؟ اُس نے کہا کہ دشمنوں کے منہ میں خاک تمہاری نسبت ایسی ایسی باتیں اُڑا رکھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیمار تو پہلے ہی تھیں اس صدمہ سے رہی ہی بڑھال ہو گئیں اور زار قطار روتی ہوئی گھر آئیں رسول پاک گھر آئے تو اجازت لیکر میکے چلی گئیں اور اپنی والدہ ام رومان سے کہا کہ لوگ یہ کیسا چرچا کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ بیٹی میں تو جو اس باختہ ہو رہی ہوں۔ بجز اس کے اور کیا کہوں کہ جو بیوی خاوند کی پیاری ہوتی ہے سو کنیں حسد سے اُس کی دشمن ہو جاتی ہیں۔

بیٹی ماں کی یہ گفتگو سن کر بہت رنجیدہ ہوئی اور شام سے روتے روتے صبح کر دی۔ صبح کو اُن کے والد حضرت ابو بکرؓ آئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ ام رومان نے کہا کہ منافقوں کے چرچے کا عائشہؓ کو اب حال معلوم ہوا ہے اسلئے رو رہی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی آبدیدہ ہوئے اور کہا کہ بیٹی اگر تم واقعی اس الزام سے پاک ہو اور مجھے یقین ہے کہ درحقیقت پاک ہو تو خدا عنقریب تمہاری پاکدامنی کی گواہی دیگا۔ ادھر رسول خدا نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید کو بلا کر حضرت عائشہؓ کو چھوڑنے کا مشورہ کیا۔ اسامہ نے کہا کہ ہم نے عائشہؓ میں سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول خدا آپ کی کئی عورتیں ہیں اور دنیا میں عورتوں کا قحط بھی نہیں ہے آپ کنیز بربیرہ سے

پوچھیں وہ سچ سچ کہیگی۔ پیغمبر خدا نے بریرہ کو بلا کر پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جسے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے عائشہؓ میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ نوح عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ اس پر رسول خدا نے تمام ہاجرین اور انصار کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے گروہ مسلمانان کیا تم میں کوئی ہے کہ میری اس شخص کے مقابلہ میں حمایت کرے جس نے میری اہلیہ پر یہ تہمت لگائی ہے۔ میں نے اپنی اہلیہ میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور نہ صفوان بن معطل کو میں ایسا سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس موذی کو جس نے یہ بُہتان باندھا ہے قتل کروں گا۔ اس پر سعد بن عبادہ جو عبد اللہ بن ابی کے قبیلہ میں سے تھا کہنے لگا کہ سعد بن معاذ بہہ تمہاری تقریر فضول ہے تم میرے کسی آدمی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ اس پر سید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی تھے سعد بن عبادہ سے مخاطب ہو کر بولے کہ تم بالکل جھوٹ بکتے ہو اور منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ سید کا اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلوں میں جوش پیدا ہو گیا اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے کہ رسول خدا منبر سے اتر آئے اور کمال محل سے دونوں قبیلوں کو خاموش کر دیا۔

دوسری طرف حضرت عائشہؓ روتے روتے ہلکان ہو گئیں یہ رو رہی تھیں انکے والدین انکے پاس بیٹھے تھے کہ رسول خدا آگئے اور عائشہؓ کے پاس بیٹھ کر کہا کہ اگر تم بری ہو اور پاک دامن ہو تو خدا تمہاری بریت کر دیگا اگر تم گنہگار ہو تو تو بہ کرو خدا گنہگار کی تو بہ قبول کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم پیغمبر صاحب کی بات کا جواب دو ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے ماں کی طرف دیکھا اور ان سے کہا تم جواب دو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ تب عائشہؓ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا ہے اب میرا مددگار صرف خدا ہے۔ یہ کہا اور اُٹھ کر اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ حضرت عائشہؓ کو وہم و گمان تک نہ تھا کہ ان کی شان میں ایسی محکم وحی نازل ہوگی جو قیامت تک حافظوں کے سینے اور قاریوں کی

زبانوں پر جاری رہی۔ خدا کی شان اسی وقت پیغمبر خدا پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ سخت سردی تھی لیکن رسول خدا کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ان کو کپڑا اڑھا دو اور ایک بڑا سا چمڑے کا تکیہ آپ کے سر ہانے رکھ دیا تھوڑی دیر کے بعد رسول خدا اٹھ بیٹھے اور مسکراتے ہوئے اٹھے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ سے خطاب کیا کہ تم خوش ہو خدا نے تمہاری برأت میں آیات نازل فرمائیں تم الزام سے بالکل پاک اور صاف ہو۔ پھر آپ نے سورہ نور کے دو سر پہلے رکوع کی آیات پڑھیں۔ حضرت عائشہؓ یہ خوشخبری سن کر بستر علالت سے اٹھ کھڑی ہوئیں ان کے چہرے پر تازگی آگئی اور کہنے لگیں جناب میں آپکا اور آپکے اصحاب کا نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اس نے اپنے کلام پاک میں میری بریت فرمائی۔ اس پر ان کی والدہ ام روماں نے کہا نہیں بیٹا رسول خدا کی عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرو انہوں نے کہا کہ چاہے تم ناراض ہو جاؤ میں خدا کے سوا اور کسی کا شکریہ ادا نہیں کرنے کی۔ پیغمبر خدا وہاں سے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر سورہ نور کی آیات تلاوت فرمائیں اور عبداللہ بن ابی اورح مسطح اور حمزہ اور احسان چار شخصوں کو حد قذف ماری گئی یعنی اتنی ضرب تازیانہ کی سزا دی گئی۔

ان میں سے حمزہ رسول پاک کی بھوپھی زاد بہن تھیں۔ جنگ احد میں انہوں نے سقائی بھی کی تھی تعجب ہے یہ عبداللہ بن ابی کے دھوکے میں کس طرح آگئیں۔ شاید بہ تقاضائے بشریت اپنی بہن زینبؓ کی سوکن سے دشمنی کی ہو۔

بنی نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر میں آباد تو ہو گئے مگر دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے مسلمان نیست و نابود ہو جائیں اور ان کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ آخر انہوں نے اپنے بیٹے سردار مکہ میں ابوسفیان کے پاس بھیجے اور پھر قبائل عرب کو بھی ورغلا یا اور سب نے مل کر چوبیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور مدینہ کی طرف چڑھائی کی جب یہ طوفان اٹھا تو حضرت رسول خدا نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ نے جو فارس کے رہنے والے تھے عرض کی کہ شہر کے گرد خندق کھود لی جائے اور پھر اطمینان سے

غزوہ خندق
ذیقعد ۶ھ

مقابلہ کیا جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسول خدا تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔ دن دن آدیوں پر دن دن گز زمین تقسیم کر دی یہ خندق پانچ گز گہری رکھی گئی۔ جس طرح سرور کائنات مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مزدوروں میں کام کرتے تھے اب یہی وہی حالت و پیش تھی۔ کڑا کے کا جاڑا۔ تین تین دن کا فاقہ اور رسول خدا اور آپ کے صحابہ مٹی لاد لاد کر پھینک رہے تھے۔ زمین کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگیا۔ سب نے زور لگایا مگر اُسے جنبش نہ کھائی آخر مجھوٹ خدا نے اپنے ہاتھ سے پہاڑ مارا اور چٹان سُز نہ ہو گیا جب خندق تیار ہو گئی تو مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں۔ بنی قریظہ اب تک علیحدہ تھے۔ بنی نظیر نے ان کو بھی ملا لیا۔ جب رسول خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو ان کے پاس بھیجا مگر وہاں تو کایا لپٹے ہو چکی تھی وہ برہم ہو کر بولے کہ ہم نہیں جانتے کہ محمد کیا شے ہے اور معاہدہ کس کا نام ہے۔ یہ محاصرہ بین دن تک رہا۔ صحابہ جھوک سے بیتاب ہو گئے ایک دن گھبرا کر انہوں نے رسول خدا کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے جن پر پتھر بندھے تھے۔ آپ نے اسی وقت اپنا شکم کھول کر دکھایا کہ اس پر دو پتھر بندھے تھے۔ عرب والوں کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

ایک دن جبکہ محاصرہ نہایت پر خطر ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ہے کہ باہر نکل کر خبر لائے کہ دشمن کیا کر رہے ہیں تو کسی کو اپنے ذمہ یہ کام لینے کا حوصلہ نہ ہو صرف حضرت زبیر نے کہا کہ میں جانا ہوں۔ آپ نے تین بار یہ کلمہ کہا اور تینوں مرتبہ زبیر نے جواب دیا۔ اسی موقع پر زبیر کو حواری کا لقب عطا ہوا۔

شکر کفار کا سپہ سالار عظیم ابوسفیان تھا۔ اُس کے جرنیل عمرو بن العاص۔ خالد بن ولید۔ ضرار۔ جبیرہ۔ نوفل اور عمرو بن عبدود تھے۔ پہلے تو یہ باری باری حملہ کرتے تھے۔ اور خندق کے باہر سے تیرا اور پتھر برساتے تھے جب اس طرح کچھ حاصل نہ ہوا تو سب نے مل کر عام حملہ کر دیا اور ضرار۔ نوفل۔ عمرو بن عبدود اور جبیرہ خندق کے پار گزر گئے۔ ان میں عمرو بن عبدود طاقت میں ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ یہ

شخص جنگ بدر میں زخمی ہو چکا تھا۔ اسے عہد کیا تھا کہ جب تک انتقام نہ لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اسنے آگے بڑھ کر کہا کہ کون ہے کہ اسوقت میرا مقابلہ کرے۔ کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ مگر شیر خدا علی مرتضیٰ رسول پاک سے اجازت لیکر اس دہرے سے میدان میں آئے کہ ترک فلک کانپ گیا۔ میدان میں روانہ ہونے کے وقت رسول خدا نے آپ کو ذوالفقار عنایت کی اور سر پر عامہ باندھا۔ حضرت علیؑ کو دیکھ کر عمر و ہنسا اور اپنے مرد مقابل کو حقیر سمجھ کر گھوڑے سے اتر آیا کیونکہ حضرت علیؑ پا پیادہ تھے۔ گھوڑے سے اترتے ہی پہلے اپنے گھوڑے کے پاؤں قلم کر دیئے اور پھر کڑک کر ایک وار حضرت علیؑ پر کیا جس سے سپرکٹ گئی اور پیشانی پر زخم آیا۔ حضرت علیؑ کو اسی لئے ذوالقرنین کہتے ہیں کیونکہ ان کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ جب حضرت علیؑ کی باری آئی تو انہوں نے وار کیا اور ذوالفقار کا سر کو کاٹی ہوئی صندوق سینہ میں داخل ہوئی۔ حضرت علیؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور حریف خاک و خون میں تر پنے لگا۔

حضرت علیؑ کی صفائی دست دیکھ کر پھر کسی کو تاب مقابلہ نہ ہوئی۔ نوفل اور ضرار بھاگے۔ نوفل خندق میں گر پڑا۔ صحابہ نے پتھر مارنے شروع کئے۔ نوفل چلا یا کہ مسلمانوں کی کرتے ہو ہیں شریفانہ موت چاہتا ہوں۔ حضرت علیؑ خندق میں اتر گئے اور اس کی خواہش کے بموجب تلوار سے اس کو مار ڈالا۔

جس قلعہ میں مستورات تھیں وہ نبی فریبتہ کی بستی کے قریب تھا یہود نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور قلعہ پر حملہ کر دیا ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ حضرت صفیہ نے دیکھ لیا اور حسان شاعر کو جو اس قلعہ میں تھا کہا کہ اس موذی کو ایذا سے پہلے قتل کر ڈالو وہ بیمار تھا اس نے کہا کہ میں مجبور ہوں اس پر جناب صفیہ نے ایک چوب خیمہ اٹھا لی اور اس یہودی کا سر چھوڑ دیا اور پھر اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دیا۔ یہودی یہ سمجھے کہ قلعہ میں فوج ہے اور واپس چلے گئے۔ حسان کی یہ جرأت بھی نہ ہوئی کہ فرے کا سر کاٹتا سچ ہے سپہ گری اور شے ہے اور شاعری اور

جب محاصرہ نے طول کھینچا اور صحابہ فاتحہ کشی سے عاجز آگئے تو جناب پیمبر نے زُعامی۔

دعا جناب باری میں قبول ہوئی حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ تین دن اور تیز ہوا چلنے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج چل کر پھر ہوا نہ چلے گی۔ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ چوبیس گر گئیں۔ دیگھے چولہوں پر اُلٹ گئے اس پر طرہ یہ ہوا کہ یہود اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور تمام لشکریں ایک تھک سا چُج گیا۔ ابوسفیان نے جب یہ حال دیکھا تو اُس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور آندھی کے ساتھ وہ بھی اُڑ گیا۔ اُس کے جانے کے بعد نبی قریظہ ہی محاصرہ سے ہاتھ اُٹھا کر اپنے قلعوں میں چلے آئے۔

اس معرکہ میں گو نقصان جان کم ہوا لیکن حضرت سعد بن معاذ جو انصار میں باعث ناز تھے اس طرح زخمی ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے۔ اُن کی زرہ چھوٹی تھی جس سے ان کے ہاتھ زرہ سے باہر رہتے تھے ایک کافر نے تاک کر ہاتھ پر تیر مارا جس سے کوئی رگ پھٹ گئی۔ آپ رفیدہ خاتون کے زیر علاج رہے مگر پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا۔

غزوہ بنی قریظہ
ذیقعد ۳ھ

غزوہ خندق میں جسے بعض مورخ غزوہ احزاب یعنی تمام عرب کی متحدہ جنگ بھی کہتے ہیں بنی قریظہ کی عہد شکنی سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی تھی جب لشکر کفار منتشر ہو گیا تو رسول پاک عہد شکنوں کی گوشمالی کی طرف متوجہ ہوئے۔

پہلے جنگ بدر میں ہی ایک بار بنی قریظہ عہد شکنی کر چکے تھے اور معافی لے چکے تھے اب پھر نازک وقت پر دغا کی تیسری خطا اُن سے یہ سرزد ہوئی کہ جیبی بن اخطبہ یہودی کو جو بنی النضیر کا سردار تھا اور جو تمام فساد کا ہانی مہانی تھا محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد اپنے قلعہ میں انہوں نے پناہ دیکر چھپا رکھا تھا جب لشکر اسلام نے اس طرف توجہ کی تو یہ لوگ تاب مقابلہ نہ لاکر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو انہوں نے تنگ ہو کر کہلا بھیجا کہ ہم بھی جلا وطن ہونے کو تیار ہیں ادھر سے جواب گیا کہ بلا کسی شرط کے اپنے آپ کو سپرد کر دو پھر رسول خدا مناسب حکم دینگے۔ یہود نے ابولبابہ سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ سب قتل ہو جاؤ گے۔ یہود نے اپنے آپ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا آخر فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ منظور کیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ نے بطور ثالث فیصلہ دیا کہ مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں۔ بچے لونڈی

غلام بنائے جائیں اور مال اسباب تقسیم کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ احکام توریت کے مطابق تھا۔ صحاح میں ہے کہ چار سو آدمی قتل کئے گئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس نے پتھر سے ایک مسلمان کو ہلاک کیا تھا۔ مقتولین کی ایک فہرست تیار کی گئی تھی۔ باری باری فہرست کے بموجب نام پکارے جاتے تھے۔ یہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی اور نہس رہی تھی۔ دفعتاً اس عورت کا نام پکارا گیا۔ وہ نہستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہاں جاتی ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے جو جرم کیا تھا اُس کی سزا اٹھانے جاتی ہوں یہ کہہ کر خوشی خوشی مقتل میں آئی اور تلوار کے نیچے سر رکھ دیا۔

فیصلہ سنانے کے دوسرے دن سعد بن معاذ زخم کی تکلیف سے جان بحق تسلیم ہوئے۔

اسیرانِ قریظہ میں ایک یہودن ریحانہ بھی تھی۔ اس کے متعلق مخالف مستفوں نے بہت سی مثنیہ زوریاں دکھائی ہیں اور جوشِ تعصب میں رسولِ خدا کی شان میں بہت سے نا واجب الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر اسلام سات سو مقتولوں کا رقصِ طیبیدن دیکھ چکا تو گھر میں آ کر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور یہ ہی ریحانہ نعوذ باللہ سامانِ عیش و عشرت ہوئی۔ یہ واقعہ جھوٹ اور سراسر جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ رسولِ پاک نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور کچھ دن کے بعد اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ خود ریحانہ کے الفاظِ فاعنتقنی و تزوج بی یعنی پھر انہوں نے مجھ کو آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔ (دیکھو دادی)

ریحانہ

اسی سال حضرت نے جناب زینبؓ سے نکاح کیا۔ اس نکاح کا ٹھیک وقت ہمیں معلوم نہیں ہو سکا مگر قرآن میں یہ ہے کہ واقعہ انک سے پہلے کسی وقت یہ نکاح پہلے ہو چکا تھا کیونکہ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ ان کی ہمیشہ جمنہ نے انہیں کی رقابت کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے دشمنی کی تھی۔ ام المومنین زینب کی کنیت ام الحکم باپ کا نام جیش ماں کا اسمیہ تھا۔ اسمیہ عبد المطلب کی بیٹی اور پیغمبر صاحب کے والد عبد اللہ کی حقیقی بہن تھیں گویا حضرت زینب رسولِ خدا کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں نکاح سے پہلے آپکا

جناب زینبؓ
سے نکاح

نام برہ تھا پیغمبر صاحب نے تبدیل کر کے زینب رکھا۔

جب زید بن حارث کی جو رسول خدا کے متبنے تھے پہلی بیوی ام ایمن کا جو اسامہ کی والدہ تھیں انتقال ہو گیا تو رسول خدا نے اُس کا نکاح ثانی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے کرانا چاہا مگر زینب اس نکاح سے ناخوش تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنے کہلاتے تھے مگر غلام رہ چکے تھے۔ آخر رسول خدا کے اصرار اور سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہونے پر زینب مجبور ہو گئیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ه

”اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول کوئی بات ٹھہرا دیں تو اس بات میں ان کا اپنا اختیار ہے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں پڑ جاوے گا“

حکم آسمانی سے حضرت زینب نے نکاح تو کر لیا مگر ان کی زید سے بن نہ آئی یہاں تک وہ کہ زینب کو چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رسول خدا نے بہت سمجھایا مگر انہوں نے طلاق دے ہی دی۔ جب عدت کے دن پورے ہو چکے تو حضرت نے زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور زینب کو میرے نکاح کا پیغام دو۔ زید گئے اور زینب کے دروازہ مکان کی طرف پشت کر کے کہا کہ زینب رسول خدا تم کو اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں۔ زینب یہ مشورہ سن کر سجھے میں گر پڑیں اور زید سے کہا کہ جب تک میں خدا سے مشورہ نہ لیلوں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ اس موقع پر سورہ احزاب کی آیت فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكَ لَا الْخِ نازل ہوئی اور ان کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہو گیا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جناب زینب ازواج مطہرات کے مقابلے میں فخر کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح خود خدا نے آسمان پر کیا ہے اور تمہارا نکاح تمہارے والدین نے زمین پر کیا۔ آپ اس قدر راست باز تھیں کہ جب اَفْكَ کے معاملہ میں رسول خدا نے آپ سے مشورہ لیا تو انہوں نے با وصف رقابت کہا کہ یا رسول اللہ میرے علم میں عائشہ بالکل بے لوث ہیں یہ اپنے ہاتھ کی مزدوری

کر کے جو مزدوری سے آتا تھا راہ خدا میں صرف کر دیتی تھیں۔

جب عمر حضرت پیغمبر صاحب کے دوسرے جانشین ہوئے تو انہوں نے اہل المؤمنین سے ہر ایک کے لئے بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر کئے۔ جناب زینبؓ یہ رقم اپنے محتاج رشتہ داروں اور یتیموں کو خیرات کر دیتی تھیں۔ ایک دفعہ جب انہوں نے اپنا سالانہ وظیفہ فوراً تقسیم کر دیا تو حضرت عمرؓ ایک ہزار درہم خود لیکر ان کے پاس آئے۔ آپ نے لوٹدی کو پردے کے پیچھے سے کہا کہ ان کو بھی ابھی تقسیم کر دو اور دعا کی کہ آئندہ مجھے عمرؓ کا وظیفہ لینے کی روزی نہ ہو۔ چنانچہ اسی سال ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جنازہ پڑھا۔ انتقال کی وقت ان کی عمر پچاس سال کی تھی اسامہ بن زید اور محمد بن عبداللہ بن حنظل نے آپ کو قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

دو بڑے سبب جو اس نکاح کے محرک ہوئے وہ یہ ہیں:-

اول۔ حضرت زینبؓ نے رسول خدا کی تعمیل حکم میں بادل ناخواستہ زید سے نکاح کیا تھا۔ جب اُسے طلاق دیدی تو حضرت زینبؓ کی دلجوئی لازمی تھی۔

دوم۔ عرب میں متبنیٰ صلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ بعض جاہلیت کی رسم تھی خدا کو اسکا مٹانا مقصود تھا۔ اس نکاح سے قرار پا گیا کہ اسلام میں متبنیٰ کو صلی بیٹے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہ سال اسلئے مشہور ہے کہ رسول پاک نے عورتوں کو نامحرم کے روبرو ہونا منع فرمایا اور جائز اور مناسب پردہ کا حکم دیا۔ اور اسی سال پانی نہ ملنے پر یتیم جائز ہوا +

باب (۱۱)

۶۔ ہجری

غزوہ
بنی نجیان

ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں رسول خدا نے بنی نجیان کی طرف کوچ کیا جب ان لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ معرکہ آرائی کی نوبت نہ پہنچی۔

غزوہ غابہ

ربیع الآخر ۱۱ھ میں عیینہ جو ایک شریر سردار تھا رسول خدا کے چند اونٹ لوٹ کر لیگیا اور بنی غفار کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کی بیوی کو کپڑا کر لیگیا۔ حضرت سلمہ بن عمرو تنہا اُس کے تعاقب میں گئے اور اس طرح تیر برسائے کہ عیینہ کے ہمراہی اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ رسول خدا کو جب اطلاع ہوئی تو سعد بن زید کو ہمراہ لیکر موقعہ پر گئے خفیف سی لڑائی کے بعد قزاق بھاگ گئے۔

سر پہ عکاشہ
وغیرہ

اسی پہینے میں بدوؤں کی تادیب کے لئے سر پہ عکاشہ۔ سر پہ بنی ثعلبہ۔ سر پہ ذی القصدہ وجموم کے واقعات پیش آئے اور ان کا غرور کا فور ہو گیا۔

سر پہ عیص

جمادی الاول ۱۱ھ میں زید ابن حارث اس لئے بھیجے گئے کہ قریش کا وہ قافلہ جو شام سے آ رہا تھا مکہ نہ جانے پائے۔ زید نے اسباب چھین لیا اور چند آدمی قید کر لئے۔

جمادی الآخر ۱۱ھ ہجری سر پہ حسی اور طرف کے واقعات پیش آئے۔

رجب ۱۱ھ ہجری میں سر پہ وادی القری میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اس میں اعراب سے مقابلہ تھا۔ حضرت زید بھی سخت مجروح ہوئے۔

شعبان ۱۱ھ ہجری میں سر پہ دو متہ الجذل میں رسول خدا نے عبدالرحمن کو سردار کر کے بھیجا انہوں نے تین دن قیام کر کے صبیغ بن عمر الکلبی کو جو عیسائی تھا مسلمان کیا اور بہت سے آدمی اُس کے ساتھ مسلمان ہوئے جو مسلمان نہ ہوئے انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔

سر یہ فدک

شعبان ۳۳ ہجری میں رسول پاک نے حضرت علیؑ کو تنہا آدمی دیکر روانہ کیا۔ زمین جو قبیلہ بنی سعد کے لوگ تھے بھاگ گئے اور ان کا بہت سا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس مہم کو سر یہ فدک کہتے ہیں۔

ام قرفہ قرظاتی کر کے اوقات بسر کرتا تھا رسول خدا نے زید بن حارثہ کو اسکی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ام قرفہ اور اس کی بیٹی گرفتار ہو گئی۔ قیس نے اس ضعیفہ کو قتل کر ڈالا۔ رسول خدا کا حکم تھا کہ عورتیں اور بچے نہ مارے جائیں اس حکم عدولی سے رسول خدا اس پر بہت ناراض ہوئے۔

قتل ابن زرام

ابن زرام یہودی سخت بد باطن تھا وہ یہودیوں کے ساتھ اس سازش میں سرگرم تھا کہ مدینہ پر حملہ کرے۔ رسول خدا نے عبد اللہ بن رواحہ کو پیش آدمی دیکر بھیجا کہ اس کو راہ راست پر لایا جاوے۔ اس نے اس شرط پر اطاعت قتل ابن زرام منظور کی کہ اس کو خیبر کی سرداری دی جائے اور تینتیس یہودی لیکر عبد اللہ کے ہمراہ ہو گیا۔ راہ میں ابن زرام کی نیت فاسد ہو گئی اُس نے اونٹ سے اتر کر عبد اللہ کے منہ پر ایک خار دار سوٹا مارا عبد اللہ کو بھی غصہ آ گیا اس نے تلوار سے حملہ کیا آخر یہود اور مسلمانوں میں تلوار چل گئی اور تمام یہودی قتل ہو گئے۔

سر یہ عرینہ

شوال ۳۳ ہجری میں مکہ اور عرفہ کے چند آدمی مسلمان ہو گئے مگر وہ منافقانہ ہلام لائے تھے موقعہ پا کر وہ رسول خدا کے اونٹ چرا لے گئے اور چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ کر انہیں اندھا کر گئے۔ آنحضرت نے کرز بن جابر الفہری کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور مجرم گرفتار ہو کر سزائے اعمال کو پہنچے۔ اسی ماہ میں ابوسفیان نے مکہ سے ایک آدمی بھیجا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو قتل کر دے مگر وہ ملعون بوجہ نجر جو اس کے پاس تھا گرفتار ہوا اب ذیقعد کا مہینہ آ گیا۔ ذیقعد ذوالحجہ اور محرم زیارت کے لئے مخصوص تھے۔ ان مہینوں میں لڑائی قطعاً منع اور حرام تھی۔ رسول خدا نے چودہ صحابہ کے ساتھ بغیر ہتھیار مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ مہاجر اور انصاری حج اور زیارت کعبہ کیلئے بیتاب تھے۔ حضرت نے قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لئے اور ان کی گردنوں میں قربانی کی

علامت یعنی لوہے کے نعل لگا دیئے۔ جب قافلہ عسفان کے قریب پہنچا تو قریش نے کہلا بھیجا کہ محمد مکہ میں نہیں آسکتا اور فوراً فوج بیکر نکلے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ ابن ابو جہل و دؤنوسوار لیکر ہراول کے طور پر آگے آئے مگر رسول خدا ایک دشوار گزار رستہ سے اصل راستہ چھوڑ کر حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل پر ایک کنواں ہے۔ جب مسلمان وہاں آئے تو یہ کنواں خالی تھا۔ رحمتہ للعالمین کے قدم مہمنت لزوم سے اس کنوئیں میں استقدر پانی آگیا کہ سب سیراب ہوئے۔

حدیبیہ میں قیام کر کے رسول خدا نے بدیل کے ہاتھ قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم ہرگز رٹنے نہیں آئے۔ بدیل نے بڑی مشکل سے پیغام سنایا کیونکہ قریش میں چند سیاہ قلب ایسے بھی تھے کہ جن کو پیغام سننا ہی گوارا نہ تھا۔ آخر قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود معاملہ طے کرنے آیا اور صحابہ کی عقیدت اور ارادت دیکھ کر سخت متحیر ہوا۔ جب عروہ رسول خدا سے گفتگو کر رہا تھا تو بار بار آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ سے یہ دیکھا نہ گیا کہ لاک کر بولا کہ خبردار اگر ریش مبارک کو پھر ہاتھ لگایا تو ہاتھ نہ ہوگا۔ عروہ نے گفتگو کی مگر معاملہ طے نہ ہوا۔ حضرت نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا مگر قریش نے آپ کی سواری کا اونٹ جو رسول خدا کا اونٹ تھا مار ڈالا اور خراش خود بھی مشکل جان بچا کر واپس آئے۔ اتنے میں ایک دستہ فوج قریش کا آپہنچا لیکن سب کے سب گرفتار ہوئے۔ رؤف اور رحیم نبی نے سب کو چھوڑ دیا اور معافی دیدی۔ رسول خدا نے مصالحت کی گفتگو کے لئے حضرت عمرؓ کو انتخاب کیا مگر انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ وہاں میرا زندہ آنا ناممکن ہے پھر اپنے عثمانؓ کو بھیجا لیکن قریش نے حضرت عثمانؓ کو نظر بند کر لیا۔ کسی نے یہ بات اڑادی کہ عثمانؓ قتل کر ڈالے گئے۔ یہ سن کر آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا قصاص ضروری ہے۔ یہ کہہ کر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ سے بیعت کے لئے فرمایا کہ ثابت قدم رہیں اور مقابلہ سے نہ گھبرائیں۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس سامان حرب نہ تھا صرف ایک تلوار تھی مگر شمع رسالت کے پروانے تھے فوراً مارنے مارنے پر تیار ہو گئے اس بیعت کا نام بیعت

الرضوان ہے۔ اسی کی شان میں یہ آیت آئی ہے۔

”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۗ فَمَا

خدا راضی تھا مسلمانوں سے جب وہ تیری بیعت درخت کے نیچے کرتے تھے“

قریش کو جب بیعت الرضوان کی اطلاع ہوئی تو سہیل بن عمرو کو صلح کا پیغام دیکر بھیجا۔ دیر تک بحث کے بعد آخر چند شرطوں پر فیصلہ ہوا۔ حضرت نے علیؑ کو بلا کر کہا کہ عہد نامہ لکھو۔ علیؑ نے عنوان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔ سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ وہی پڑانے الفاظ باسما اللہم لکھو۔ رسول خدا نے کہا بہت اچھا۔ جب آگے ہذا ما صلح علیہ محمد رسول اللہ کے الفاظ آئے تو سہیل نے پھر ٹوکا اور کہا کہ اگر آپ کو رسول خدا تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑہ کس بات کا رہا۔ محمد ابن عبد اللہ لکھا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا کہ میں صفت رسالت محو کر دوں۔ رسول خدا نے کہا اچھا بتاؤ میرا نام کہاں ہے حضرت علیؑ نے اس جگہ انگلی رکھ دی تو آپ نے کمال علم سے رسول اللہ کے الفاظ قلمزن کر دیئے۔ شرائط صلح یہ قرار پائیں۔

(۱)۔ مسلمان اس سال واپس جائیں اگلے سال آئیں اور صرف تین دن ٹھہریں۔

(۲)۔ کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ صرف تلوار کی اجازت ہے مگر وہ بھی غلاف میں رہے۔

(۳)۔ مکہ میں جو مسلمان ہیں ان کو ہمراہ نہ لیجائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو تعرض نہ کریں۔

(۴)۔ مکہ کے کافروں یا مسلمانوں میں سے اگر کوئی آدمی مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن جب کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائیگا۔

(۵)۔ قبائل عرب جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں جس وقت یہ عہد نامہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل کافر زند ابوجنبل جو مسلمان تھا اور کافروں کی قید میں تھا کسی طرح سے رہا ہو کر وہاں آ گیا۔ اس کے جسم پر مار کے نشان تھے۔ سہیل نے کہا بموجب شرائط عہد نامہ اس کو مجھے واپس کر دو۔ ابوجنبل نے اپنے زخم دکھائے اور مسلمانوں سے کہا کہ مجھے کافروں کے سپرد نہ کرو۔ رسول خدا نے جنبل کو سہیل کے حوالہ کر دیا اور کہا ابوجنبل

گھبراؤ نہیں خداتم کو مظلوموں سے نجات دیکھا صلح ہو چکی ہے ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔
حضرت عمرؓ موجود تھے ان کو سخت ناگوار گذرا اور آپ نے رسول خدا سے شکوہ کیا مگر بعد
شر مسار ہوئے اور اپنے گستاخانہ معروضات کے کفارہ کے لئے نمازیں پڑھیں اور رونے
رکھے۔ خیرات کی اور غلام آزاد کئے۔

صلح کے بعد اپنے قربانی کا حکم دیا مگر صحابہ اس عہد نامہ سے ایسے دل شکستہ ہو رہے
تھے کہ آپ کے تین دفعہ بار بار کہنے سے ہی کوئی قربانی پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت گھر میں تشریف
لیگئے اور ام سلمہؓ سے شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ آپ کسی کو کچھ نہ کہیں خود تشریف لیجائیں اور
قربانی کریں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ نے دیکھا کہ حضرت آپ عہد نامہ میں تبدیلی نہیں
کرتے تو سب نے قربانیاں کیں صلح کے بعد آپ تین دن تک حدیبیہ میں مقیم رہے۔ جب
روانہ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

”ہم نے تم کو ظاہرہ فتح عنایت کی“

حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک ان کو تسکین ہو گئی۔
اس صلح کا نتیجہ ہوا کہ آمدورفت میل جول کا دروازہ کھل گیا تجارت کے لئے کفارینے
میں آکر رہنے لگے۔ مدینہ میں رہ کر جب کفار نے مسلمانوں کی خوبیاں اور اسلام کی پاکیزگی
دیکھیں تو ان کے دل خود بخود اسلام کی طرف راغب ہو گئے اور اس کثرت سے لوگ اسلام
لائے کہ کبھی نہ لائے تھے۔

مکتے کے مسلمانوں سے ابو بصیر بھاگ کر مدینہ آیا۔ کفار مکتے نے شرط عہد نامہ کے رُسے
انہیں واپس مانگا۔ رسول خدا نے اس کو واپس کیا راستہ میں اُس نے اپنے محافظ کو قتل کر دیا
اور مقام عیص میں جا بسا۔ اُس کی تقلید کئی مسلمانوں نے کی چند روز میں ان کی بڑی
جمعیت بن گئی اور قریش کے قافلوں پر دست درازیاں کرنے لگے۔ قریش نے تنگ
آکر خود ہی اس شرط کو جو مسلمانوں کو نہایت ناگوار تھی منسوخ کر دیا۔ اب ابو جندل بھی
مدینہ میں آگئے۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد شیر و نذیر نبی نے وحدہ لاشریک کے نام کی منادی کا فرض ادا کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے نجاشی بادشاہ حبش خسرو پرویز کجگلاہ ایران۔ عزیز مصر اور قیصر روم کے نام لکھے اور انہیں دعوت اسلام دی۔ اسوقت روم۔ حبش اور مصر میں تثلیث مقدس کا دور دورہ تھا اور ایران میں اہرمین اور ایزد کو پوجتے تھے۔

عمر بن امتیہ نام رسول لیکر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس گئے نیک نہاد نجاشی نے جب نامہ رسول پڑھا تو صدق دل سے مسلمان ہو کر مشرف بہ ایمان ہوا۔

خسرو پرویز کجگلاہ ایران نہایت غیور بادشاہ تھا۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی اُس کے پاس خط لیکر گیا۔ جسوقت یہ خط اُس کو پہنچا تو نہایت خشمناک ہوا اور بولا کہ مجھ جیسے عالیجاہ بادشاہ کی یہ گستاخی کہ اپنا نام مجھ سے پہلے لکھا۔ یہ کہہ کر خط پھاڑ ڈالا اور باذان حاکم ین کو لکھ بھیجا کہ اس نئے پیغمبر کو گرفتہ اور بستہ میرے روبرو حاضر کرو اُس نے دو آدمی سونخدا کے پاس بھیجے کہ چلو آپ کو شاہ ایران نے بلایا ہے اگر نہ جاؤ گے تو وہ آپ کا ٹمک بچراغ کر دیگا۔ آپ نے کہا کہ جاؤ خدا کو کچھ اور منظور ہے چنانچہ جب یہ لوگ ین واپس آئے تو سنا کہ شیر و یہ نے جو خسرو پرویز کا پسرتھا باپ کو قتل کر ڈالا۔

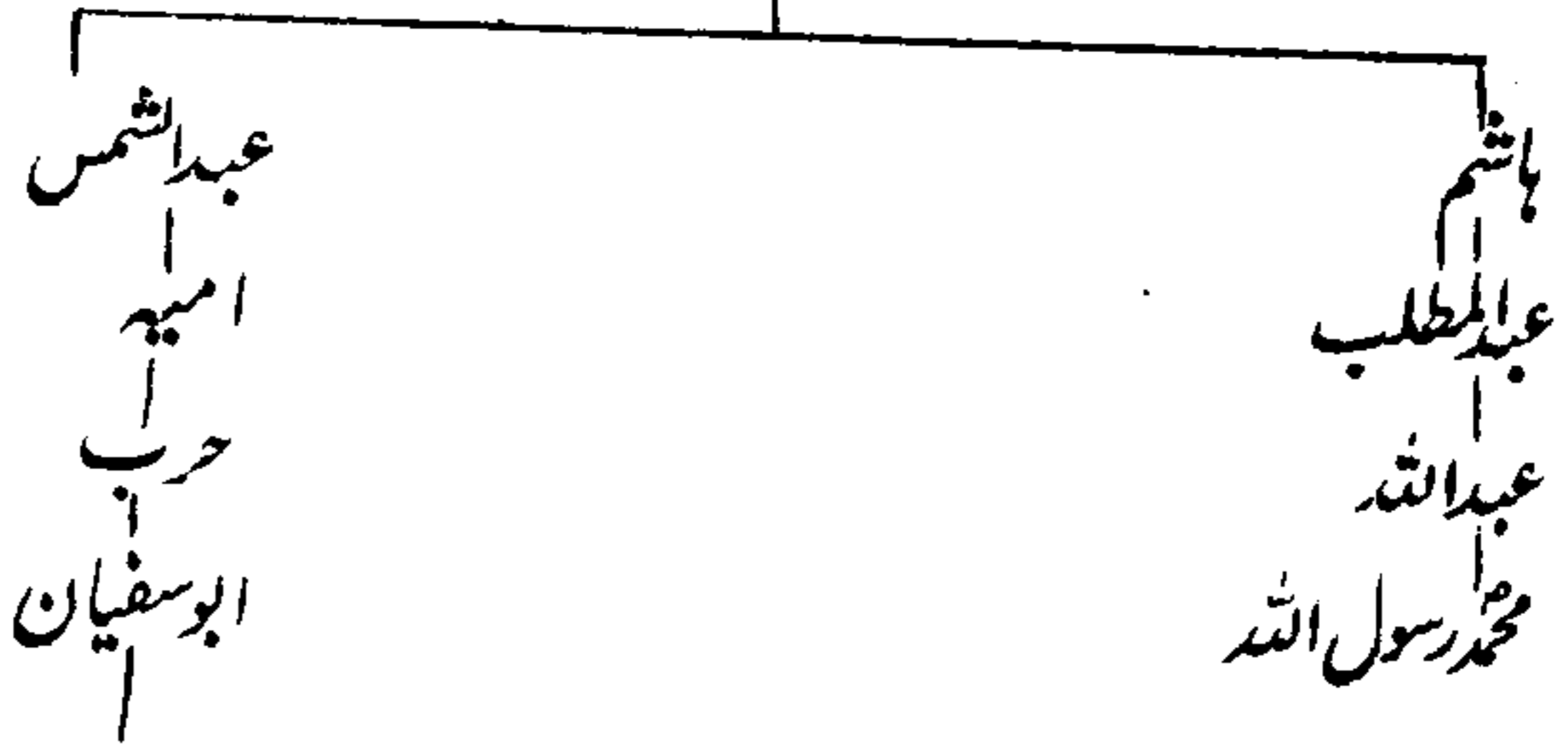
حاطب بن بلتعہ نامہ مبارک لیکر عزیز مصر کے پاس گیا۔ اسوقت متوقس وہاں حکمران تھا اُس نے رسول خدا کو پیغمبر خدا تسلیم کیا اور دو لوٹریاں مار یہ قطبیہ و شیرین جو حقیقی بہنیں تھیں اور ایک خچر جس کا نام دُلْدُل تھا بطور تحفہ بھیجا۔ مار یہ اور شیرین راہ میں ہی نامہ بر کی تلقین سے مسلمان ہو چکی تھیں۔ مار یہ سے رسول خدا نے نکاح کر لیا اور شیرین جناب حسان کے سپرد ہوئیں انوس کہ عزیز مصر کی قسمت میں نور اسلام نہ تھا وہ مسلمان نہ ہوا۔

قیصر روم ہرقل کی طرف وجتہ کلیبی خط لیکر گئے اُس نے دربار عام کر کے نامہ کے پڑھے جانے کا حکم دیا۔ اتفاقاً اس دربار میں ابوسفیان ہی موجود تھا جو تجارت کے لئے وہاں گیا ہوا تھا۔ اُس سے ہی گفتگو ہوئی۔ قیصر نے بعد قیل و قال کہا کہ واقعی یہ مدعی نبوت پیغمبر ہے اُس کا قبضہ روم تک ایک دن ہو جائیگا اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور اُس کے

پانوں دھوٹا، قیصر روم کا میلان اسلام کی طرف ہو گیا مگر اُس کے اہل دربار نے جو اس پر حاوی تھے اس کو مسلمان نہ ہونے دیا اور نامہ برنا کام واپس آیا۔

حضرت اُم حبیبہؓ کا رشتہ جناب رسول خدا سے اس مختصر شجرہ نسب سے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے بہت جلد سمجھ میں آجائیگا۔

عبدمناف



اگرچہ اُم حبیبہؓ کے والد ابوسفیان اور ان کے بھائی معاویہ اسلام از پیغمبر اسلام کے سخت مخالف تھے لیکن یہ خود کمال دانشمندی اور دوراندیشی سے مسلمان ہو گئیں۔ ان کے رشتہ داروں نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر ان کے استقلال میں ذرہ بھی فرق نہ آیا۔ ان کی شادی عبد اللہ بن حبش سے ہوئی اور دونوں میاں بیوی کفار کے مظالم سے بچنے کے لئے حبش ہجرت کر گئے۔ حبش میں ان کا شوہر نصرانی ہو گیا۔ یہ وقت اُن کے لئے بہت نازک تھا۔ مگر اب ہی انہوں نے دامن استقلال نہ چھوڑا فوراً عبد اللہ سے علیحدہ ہو گئیں۔ ان کا اصلی نام رملہ تھا عبد اللہ سے ان کے ہاں ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی اُس کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت اُم حبیبہ رکھ لی۔ پیغمبر صاحب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنے نامہ بر عمرو بن امیہ کے ہاتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ اپنی وکالت سے میرا نکاح اُم حبیبہؓ سے کر دو۔

اُم حبیبہؓ سے
انکاح

ایک دن جبکہ ام حبیبہ پریشان بیٹھی تھیں تو نجاشی کی ایک لونڈی جس کا نام ابریہ تھا اور جو نجاشی کی بیٹیوں کی مشاطگی کیا کرتی تھی ان کے پاس آئی اور نجاشی کی مسامت سے پیغمبر صاحب کا پیغام سنایا آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور اپنے جو چاندنی کا زیور ہاتھوں میں پہنا ہوا تھا اتار کر ابریہ کے حوالہ کر دیا۔ خالد بن سعید وکیل مقرر ہوئے۔ نجاشی نے تمام مسلمان حبشیوں کو محفل نکاح میں مدعو کیا نکاح کے بعد نجاشی نے چار سو اشرافیاں نبی رسول خدا کی طرف سے ادا کیا نکاح کے بعد جب لوگ اٹھ کر چلنے لگے تو نجاشی نے کہا ٹھہر جاؤ اور رسول خدا کے طریقہ پر ولیمہ کا کھانا کھا کر جاؤ۔ سب کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔ جب ام حبیبہ حبش سے روانہ ہونے لگیں تو نجاشی نے ابریہ کے ہاتھ بہت سا مشک و عنبر ان کے پاس بھجا۔ ام حبیبہ جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہوئیں اور مدینہ کے بندرگاہ میں اتریں۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ جب قریش کی طرف سے نقص عہد ہوا تو ابوسفیان کو جدید عہد کرنے کی غرض سے مدینہ جانا پڑا یہاں آئے تو اپنی بیٹی حبیبہ سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر پہنچے۔ بیٹی نے باپ کو اندر بلا لیا اور حبیبہ نے اس گدے کو جس پر رسول خدا بیٹھا کرتے تھے تہہ کر کے علیحدہ رکھ دیا۔ ابوسفیان نے کہا تم چاہتی ہو میں اس گدے پر نہ بیٹھوں اس نے بسا ختم کہا ہاں وجہ یہ ہے کہ ابا آپ مشرک ہو اور پیغمبر خدا کا فرس ہے ابوسفیان نے کہا بیٹی تم بہت گمراہی میں مبتلا ہو لیکن پھر بھی ویر تک بیٹھ کر باتیں کرتے ہو۔ ام حبیبہ کا انتقال مدینہ سلمہ میں ہوا اور قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔

اسی سال کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد اور حضرت عمرو بن العاص بارگاہ نبوی میں اکٹھے آئے اور مسلمان ہوئے یہ دونوں وہ بہادر تھے کہ جن پر شوکت اسلام کو ناز ہے۔

خالد کو رسول خدا شمشیر خدا کہا کرتے تھے۔ خالد کی قسمت میں فتح شام اور عمرو بن العاص کے نصیب میں فتح مصر و رازل سے مرقوم تھی اللہ کی شان یہ وہی عمرو تھا جو رسول خدا کی ہجو لکھا کرتا تھا۔

باب (۱۲)

شہِ بَحرِی

یہودی ہمیشہ سے مسلمانوں کے مخالف چلے آتے تھے مگر اب اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا انہوں نے مصیبتیں جھیلیں۔ جلاوطن ہوئے۔ مال و اسباب گنوا یا مگر وہ دل خراش پھانس جسے حسد کہتے ہیں دل میں کھٹکتی رہی۔ مدینہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس کو خیبر کہتے ہیں اس میں چھ قلعہ نہایت مضبوط اور مستحکم تھے۔ ان قلعوں کے نام ناغم۔ مرابطہ۔ قصارۃ۔ شق۔ نطاة اور قموص ہے۔ ان سب میں قموص نہایت مضبوط اور محفوظ تھا۔ اسی خیبر میں نبی نصیر بنی قینقلع بھی جلاوطنی کے بعد آ کر آباد ہو چکے تھے۔ ان سب کورات دن یہ ہی خیال تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کا استیصال کریں۔ اب دس ہزار کی جمعیت سے یہ لڑنے کو آمادہ ہوئے۔ بنی غطفان اور بنی اسد عرب کے صحرائی قبائل کو بھی اپنا حلیف بنا لیا جب رسول خدا کو خبر لگی تو محرم ۳ء میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ سولہ سو صحابہ تھے جن میں دو سو سوار باقی پیدل تھے۔ یہ پہلی لڑائی تھی جس میں جناب نے علم طیار کرایا۔ یہ علم حضرت عائشہؓ کی چادر سے طیار ہوا اور جناب علیؓ شیر خدا کو یہ علم عطا ہوا۔ جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو عامر بن الاکوہ مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے ہوئے۔

غزوہ خیبر

ہدایت نہ کرتا اگر ہم کو داور	ہدایت سے ہم بہرہ و کیسے ہوتے
نہ روز دہلی وزی کبھی ہم کو ہوتی	نہ خیرت کا بیج باتوں سے ہوتے
فدا تجھ پہ لے حکم الحاکمین ہم	نہیں تیرے احکام پورے جو ہوتے
تو انکے لئے اب معافی عطا ہو	کہ آئے ہیں انکے لئے جو ہیں روئے
لڑائی میں ثابت قدم ہم کو رکھنا	کہ ہم تیرے مدد کے طالب ہیں ہوتے

ازواج مطہرات میں سے حضرت اُم سلمہؓ ساتھ تھیں۔ ان کے علاوہ چند اور خاتونیں بھی ساتھ ہوئیں۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو خفا ہو کر پوچھا کہ تم کس کے ساتھ آئیں اور کس کے حکم سے آئیں انہوں نے کہا کہ حضورؐ ہم اس لئے آئی ہیں کہ زخمیوں کی تیمارداری کریں اور تیر اٹھا اٹھا کر لائیں۔ آپ خاموش ہو رہے۔

شکر اسلام جب خیبر کے قریب پہنچا تو نماز عصر کا وقت آ گیا آپ نے حکم فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ نماز قضا نہ ہو۔ اللہ کے عقیدت اس وقت کے مسلمان تلوار کی چھاؤں میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر رسول خدا اور فوج اسلام نے ستو گھول گھول کر پئے کیونکہ رسد کا ذخیرہ صرف ستو تھا اور رات ہوتے ہوتے اچانک قلعہ خیبر کے پھاٹک کے پاس پہنچ گئے۔ عبداللہ ابن ابی منافق نے پہلے سے ہی یہودیوں کو خبردار کر رکھا تھا۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کسی کھلے میدان میں مقابلہ کریں گے کہ اسلام کا پھر پراہرانا ہوا دکھائی دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر سخت متحیر ہوئے اور مجبوراً قلعے بند ہو گئے اور قلعوں پر سے تیر اور پتھر برسانا شروع کیا۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر یورش ہوئی محمود نے بڑی دلیری سے حملہ کیا اور یر تک لڑتا رہا۔ گرمی کا موسم تھا تھک کر قلعہ کی دیوار کے نیچے سستانے کو بیٹھ گیا۔ سنانہ نے اپنے ایک پتھر پھینک کر محمود کو شہید کر ڈالا۔ مگر قلعہ جلد فتح ہو گیا۔

ناعم کے بعد دوسرے قلعے یکے بعد دیگرے جلد فتح ہو گئے مگر قیوم فتح نہ ہوتا تھا۔ کئی بڑے بڑے صحابہ گئے مگر قلعہ فتح نہ ہوا آخر رسول خدا نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو قلعہ فتح کر کے آئیگا۔ علی الصبح ہر ایک منتظر تھا کہ دیکھے یہ شرف عورت کس کی قسمت میں ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے قناعت پیشہ انسان کو ہی یہ تمنا تھی کہ یہ عورت مجھے نصیب ہو۔ علی صبح سب کے کانوں میں آواز آئی کہ علیؓ کہاں ہے حضرت علیؓ کو ان ایام میں آشوب چشم تھا۔ کسی کو امید نہ تھی کہ آپؐ کو یہ عورت نصیب ہوگی وہ حسب طلب فوراً آئے۔ رسول خدا نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا علم ان کے ہاتھ میں دیا اور دعا کی حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالوں فرمایا کہ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے مسلمان ہو جائے تو سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ مرحب نے جو قلعہ قیوم کا سردار تھا جب حضرت علیؓ

کو دیکھا تو یہ رجز پڑھتا ہوا اطراف سے باہر نکلا۔ اس وقت اُس کے سر پر زر زمینی خود تھا ہے معلوم خیبر کو مرحب جواں ہوں زرہ پوش ہشیا را اور کارواں ہوں مرحب کے مقابلہ میں آکر حضرت علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

میں وہ ہوں میری مادر مہربانے مرا نام رکھا تھا شیر دلاور
مری شکل کو غور سے کوئی دیکھے ہے بارعب شیر نیستاں سے بڑکر

پہلے مرحب نے حملہ کیا جو خالی گیا جب حضرت علیؑ کی باری آئی تو انہوں نے ذوالفقار اس صفائی سے ماری کہ سر کو کاٹی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی اور تلوار کی آواز دونوں لشکر کو سنائی دی۔ مرحب کا مرنا تھا کہ یہود نے حملہ عام کر دیا۔ اتفاق سے شیر خدا کے ہاتھ سے سپو چھوٹ کر گر پڑی اپنے نعرہ مارا اور ایک بھاری تپھر اٹھالیا اور اس سے سپر کا کام لیا۔ غرض پینس دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ اس معرکہ میں پندرہ راں صحابہ اور ترانوے^{۹۳} یہود کام آئے۔

اہل خیبر کو امید تھی کہ غطفان ان کی مدد کو آئینگے وہ ہتھیار باندھ کر گھر سے نکلے تو تھے مگر جب انہوں نے اسلامی فوج کو خیبر کی طرف بڑھتے دیکھا تو ان سے مرعوب ہو کر واپس چلے گئے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول خدا نے ان پر وہ نشین مستورات کو جو مرہم پٹی کے لئے ساتھ آئی تھیں حصہ دیا۔ مومن لکھتے ہیں کہ مال غنیمت درہم دینا نہ تھے بلکہ کھجوریں تھیں جو تقسیم ہوئیں۔

فتح کے بعد مسلمانوں نے خیبر کی زمین پر قبضہ کر لیا لیکن پھر بٹائی پر یہود کو دیدی۔ حضرت صفیہ بنت جحش بن اعطب موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہاروں کی نسل سے تھیں اور یہودیوں میں اپنے حسب و نسب کی وجہ سے نہایت معزز اور باوقار تھیں۔ آپ کی والدہ سمویل کی بیٹی تھیں جو عرب میں ایک نامی گرامی شجاع تھا۔ جب آپ چودہ برس کی تھیں تو ان کے والد نے سلام بن مشکم یہودی سے ان کی شادی کر دی جو ایک مشہور شاعر اور شہسوار تھا مگر میاں بوی میں ان بن ہو گئی اور اس نے آپ کو طلاق دیدی۔ آپ کی دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی جو یہودیوں میں مشہور شاعر تھا۔ خیبر کی لڑائی

میں کناٹہ مارا گیا۔ خیبر کے سب قیدی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ بی بی صفیہ جو ابھی نئی دُلہن تھیں وہ بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔

جب اسیران یہود رسول خدا کے روبرو پیش ہوئے تو حضرت بلالؓ بی بی صفیہ اور ایک اور عورت کو لائے۔ اتفاقاً وہ ان کو ایسے راستہ سے لائے جہاں مقتولین خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے یہ ایک ایسا دردناک نظارہ تھا کہ مردوں کے دل بے قابو ہوئے جاتے تھے حضرت صفیہؓ نے تو جبراً کلیجہ تھام لیا مگر ان کے ساتھ کی عورت سے برداشت نہ ہو سکا وہ رونے لگی اور ماتھا پیٹنے لگی حضرت نے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور بلالؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا رقت اور رحمت تمہارے دل سے محو ہو گئی کہ تم عورتوں کو ایسے رستے سے لائے جہاں ان کے رشتہ دار خاک و خون میں لتھڑے پڑے تھے رسول خدا نے بی بی صفیہ کے چہرے پر چند ابھرے ہوئے نشان دیکھ کر پوچھا کہ یہ نشان کیسے ہیں انہوں نے عرض کی کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر میری گود میں آپڑا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا اس نے نہایت غیظ میں آ کر اس زور سے میرے چہرے پر تھپڑ مارا کہ انگلیوں کے نشان اُتر آئے اور اب تک موجود ہیں اور کہا کہ تو اپنی گردن اس قدر اونچی کرے گی کہ ملک عرب بن کر دنیا میں مشہور ہوگی۔

بی بی صفیہ وحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ چونکہ آپ عالی خاندان تھیں لوگوں کو اعتراض ہوا۔ اور صحابہ نے کہا کہ حسب و نسب کے لحاظ سے یہ آپ کے لائق ہیں آپ نے وحیہ کلبی سے لیکر آزاد کر دیا اور خود نکاح کر لیا۔ اس نکاح سے ابوسفیان کی مخالفت کا زور بہت کم ہو گیا۔ جب رسول خدا نے واپس تشریف لے گئے تو جناب صفیہؓ کو حارث بن النعمان کے مکان پر علیحدہ ٹھہرایا۔ یہاں تمام ازواج مطہرات آپ کی ملاقات کو آئیں۔ آپ سب سے ایسے ملین جیسے بہنیں بہنوں سے ملتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بھی آئی دیکھنے آئیں۔ حضرت صفیہؓ کو خدا نے حُسن جہاں آرا عطا فرمایا تھا۔ حضرت نے جناب عائشہؓ سے پوچھا کہ کہو صفیہؓ کیسی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ وہ ایک یہود ہے اور بس سپنمبر خدا نے کہا کہ ایسا نہ کہو وہ مسلمان ہے اور اس کا اسلام بہت اچھا ہے۔

جناب صفیہ ہنس مکھ تھیں اور ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتی تھیں لیکن ازواجِ مطہرات میں سے بعض بیبیوں نے اُن کے ساتھ کئی بار سختی بھی برتی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اُن کے حسب و نسب کی بابت کوئی دل آزار بات کہی تو رسول خداؐ نے کہا کہ اگر عائشہؓ کہتی ہے کہ وہ ابو بکرؓ کی بیٹی ہے تو تم بھی کہہ دو تم ہاروں کی نسل سے ہو اور محمدؐ کی بیوی ہو۔ رسول خداؐ کی اولاد سے جناب صفیہؓ کو بہت محبت تھی جب آپ اول اول اپنے آئیں تو جناب فاطمہؓ زہراؓ بھی آپ کو دیکھنے آئیں اپنے اسی وقت اپنے کانوں کے جاہر نکال آویزے اپنے کانوں سے اتار کر ان کو پہنا دیئے اور جتنی جناب فاطمہؓ کی سہیلیاں اُن کے ساتھ آئی تھیں ان کو بھی ایک ایک کہنا دیا۔

ایک دفعہ جناب پیغمبر صاحب سفر میں تھے۔ جناب زینبؓ بن جحش اور بی بی صفیہؓ ساتھ تھیں۔ بی بی صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ رسول خداؐ نے جناب زینبؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کئی اونٹ زیادہ ضرورت ہیں اسوقت ایک اونٹ تم صفیہؓ کو دیدو۔ بی بی زینبؓ مشہور سیر چشم اور بامروت ہیں مگر اسوقت خدا جانے کیا خیال آیا کہنے لگیں میں اس یہودن کو اپنا اونٹ کیوں دوں۔ رسول خداؐ کو یہ کلمہ ایسا ناگوار گذرا کہ بولنا چھوڑ دیا۔ پورے تین ماہ بی بی زینبؓ کے گھر نہ گئے۔ جناب زینبؓ نہایت ناوم ہوئیں اور عہد کیا کہ ایسی بات پھر کبھی نہ ہوگی۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بی بی صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت عمرؓ سے جا کر کہا کہ بی بی صفیہؓ ہفتہ کے دن کو بہت پسند کرتی ہیں اور یہودیوں سے دلی محبت رکھتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے مجھے سبت کے بدلے جمعہ عطا کیا ہے اس لئے جمعہ کو میں مقدس سمجھتی ہوں۔ رہے یہودی اُن سے مجھے پیشک محبت ہے کیونکہ وہ میرے رشتہ دار اور بھائی بند ہیں۔ حضرت عمرؓ آپ کی صاف گوئی سے بہت خوش ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد جناب صفیہؓ نے لونڈی کو بلایا کہ پوچھا کہ تو نے شکایت بیجا کیوں کی تو اُس نے عرض کی کہ مجھے شبِ طمان نے بہکا دیا تھا۔ حضرت صفیہؓ نے کہا کہ جانتھے راہِ خدا میں مینے آزاد کر دیا۔ اپنے ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے

جنازے کے ساتھ ایک مجمع کثیر تھا آپ قبرستان یقین میں دفن ہوئیں۔

فتح کے بعد تین دن تک آپ نے خیبر میں قیام کیا اور یہود کو ہر طرح سے امن دیا مگر سیاہ بخت ازلی کہیں راہ راست پر نہیں آیا کرتے۔
 گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
 بہ آپ زرمزم و کوثر سفید نتوان شد

زینب نے جو سلام بن مشکم جناب صفیہ کے پہلے شوہر کی بیوی اور مرحب کی بھانج تھی آپ کی دعوت کی۔ آپ نے اس کا دل شکستہ کرنا قبول نہ کیا اور اس کے گھر کھانا کھانے گئے۔ زینب نے کھانے میں زہر ملا رکھا تھا آپ نے ایک لقمہ کھایا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول خدا کے ساتھ بشر بن براء ہی شریک طعام تھا اس نے پیٹ بھر کے کھایا اور ہلاک ہوا۔ کریم النفس نبی نے یہود سے پوچھا تو اس نے اقبال کیا۔ یہود نے کہا کہ یہ حرکت امتحان نبوت تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ زہر برحق نبی پر اثر نہیں کریگا اور اگر آپ سچے نبی نہیں تو آپ کے ہاتھ سے نجات مل جائیگی۔ رسول خدا نے مہمان کش زینب کو رہا کر دیا۔

جناب صفیہ کا دوسرا شوہر کنانہ بن اکحیق تھا یہ محمود بن مسلمہ کے قتل کے جرم میں جب رسول خدا کے روبرو پیش ہوا تو اسے اس شرط پر امان دی گئی کہ بدعہدی اور خلاف بیانی نہ کرے گا۔ یہ اپنے عہد پر قائم نہ رہا اور قتل کیا گیا۔ اس واقعہ کو مخالف مورخوں نے نہایت غلط اور مبالغہ آمیز پیرایہ میں بیان کر کے پرکا کو بنا کر دکھایا ہے مگر اصلیت یہ ہی ہے اور باقی سب مبالغہ ہے۔

خیبر سے واپس ہوتے ہوئے رسول خدا نے وادی القرینے میں قیام کیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں کسی زمانہ میں ثمود اور عاد بستے تھے۔ اب یہاں یہود کی بستیاں تھیں۔ یہاں کے یہودیوں نے جب لشکر اسلام دیکھا تو تیر برسائے۔ رسول خدا کا غلام محل اُتارنا ہوا ہلاک ہوا مسلمان بنگ کے لئے تیار نہ تھے ناچار انہوں نے ہی تلواریں سنبھالیں مگر یہ یہودی تاب مقابلہ نہ لاکر مطیع ہو گئے اور خیبر کی شرائط پر صلح کر لی۔

مہینہ تشریف لاکر رسول خدا دو ہزار صحابہ کی جمعیت سے عمرہ ادا کر کے مکہ تشریف لے گئے۔

صلح حایبہ کے رو سے اس سال ان کو اجازت تھی اس لئے قریش نے تعرض نہ کیا سب کے سب جبل ابوقیس پر چڑھ گئے۔ وہاں سے مہاجرین اور انصار کے ذوق و شوق اور آداب زیارت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تین دن کے بعد حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ دو تین دن ہو گئے مکتہ سے نکلیجائیں۔ آپ نے کہا بہتر اور اسی وقت روانہ ہو گئے۔ جب آپ روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی صفیر السن صاحبزادی امامتہ چچا چچا کہتی ہوئی دوڑ آئیں حضرت علیؑ نے اٹھا لیا حضرت جعفر اور زید بن حارث مانگنے لگے حضرت علیؑ کسی کو نہ دیتے تھے آخر رسول خدا نے اس کو سما کی گود میں دیا کیونکہ وہ امامتہ کی حالت تھیں اور فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

ام المومنین
میمونہؓ

جناب میمونہ کا اصلی نام برہ تھا۔ یہ حارث بن حزن کی صاحبزادی تھیں ان کی سگی سوتیلی سب ملا کر پندرہ بہنیں اور بھی تھیں جو سب جلیل القدر صحابیوں سے بیاہی گئیں۔ جناب میمونہ کا اصلی نام برہ تھا۔ ان کا پہلا نکاح قریش کے ایک نوجوان ابو رہم سے ہوا جو چند روز کے بعد ہی مر گیا۔ آپ حضرت عباسؓ کی سالی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے رسول خدا کو کہلا بھیجا کہ آپ ان سے نکاح کر لیں۔ جناب میمونہ کی ذہانت اور دانشمندی مشہور تھی۔ جب رسول خدا عمرے سے فارغ ہوئے تو جعفر کو میمونہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اپنے بہنوئی عباس کو وکیل کر کے بھیجا اور نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد رسول خدا نے آپ کا نام میمونہ رکھا اور پانچ سو درہم مہر ادا کئے اور میمونہ پیغمبر خدا کے ہمراہ مدینہ تشریف لے آئیں۔ جناب میمونہ کا انتقال شافعی ہجری میں ہوا۔ اتفاق کی بات ہے سرف سے یہ رخصت ہوئی تھیں اور وقت انتقال بھی سرف میں تھیں اور وفن بھی اسی قبے میں ہوئیں جہاں رسول خدا سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ وقت نکاح میمونہ کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ تھی اور یہ نکاح خالد بن ولید سے قرابت قائم کرنے کے لئے ہوا تھا۔



باب (۱۳)

شہ ہجری

جب رسول خدا نے قیصر روم، کجکلاہ ایران، عزیز مصر اور نجاشی حبش کے نام نامے لکھے تھے تو ان کے علاوہ پیامہ، بحرین، عمان وغیرہ و غیرہ صوبجات عرب کے مختلف فرمان برداروں کے نام بھی ہدایت نامے بھیجے تھے۔ ان میں سے شاہ عمان تو مشرف بہ اسلام ہوا باقی حاکموں نے قاصد واپس کر دیئے۔ صرف ایک یلمچی جو حاکم بصری کے پاس بھیجا گیا تھا موتہ کے مقام پر جو شام کے علاقہ میں ہے غسان کے سردار شرجیل کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ جب حارث مظلوم کی ہلاکت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو مسلمان اُس کے خون کا قصاص لینے کو مستعد ہو گئے۔ رسول خدا نے تین ہزار مسلمانوں کو جن میں حضرت خالد بن ولید بھی شامل تھے عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ رسول خدا نے اس لشکر کا سپہ سالار زید بن حارث کو کیا اور ارشاد کیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ سپہ سالار ہونگے اگر ان کو بھی دولت شہادت نصیب ہو تو پھر عبداللہ بن رواحہ سردار ہوں۔ جب زید بن حارث کو سپہ سالار کیا تو چونکہ وہ غلام تھے اور آزاد ہوئے تھے لوگ حیران ہوئے مگر رسول خدا نے کہا کہ اسلام مساوات قائم کرتا ہے اور زید افسری کے قابل ہے۔ حاکم غسان بجائے اس کے کہ اپنے کٹے پر نام ہو کر قصور کا اعتراف کرتا اپنے عیسائی قبائل عرب کو جمع کر لایا۔ اور قیصر روم کو لکھ کر رومیوں کے چند دستے منگوائے اس طرح سے ایک فوج قہار فراہم کر لی۔ اس فوج میں رومیوں کی وہ شاہی فوج بھی شامل تھی جس نے سلطنت ایران کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

یہ ہم قصاص کے لئے تھی مگر پھر بھی حکم تھا کہ چونکہ اصل مطلب ہتھات کا تبلیغ اسلام ہے پہلے دعوت اسلام دی جائے اگر دشمن اسلام قبول کر لے تو پھر لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض تین ہزار مسلمانوں کا ایک لاکھ کفار سے مقابلہ شروع ہوا کہتے ہیں کہ اس موقع پر

سیرۃ موتہ
جمادی الاول

ہر قل قیصر روم خود شریک جنگ ہوا۔ حضرت زید نے یہ حال دیکھ کر مناسب سمجھا کہ رسول خدا کو حالات سے آگاہ کیا جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے مگر عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ ہمارا اصل مدعا شہادت ہے لڑنا چاہئے۔ یہ سن کر زید آگے بڑھے اور برچھیاں کھا کر شہید ہوئے یہ دیکھ کر جعفر برادر حضرت علیؑ نے علم اٹھالیا اور نہایت دلیری سے حملہ پر حملہ کرنا شروع کیا آخر دشمنوں کے زرعہ میں آگئے اور سخت زخمی ہوئے۔ پہلے ان کا دہنا ہاتھ قلم ہوا آپ نے جلد دوسرے ہاتھ سے علم پکڑ لیا جب وہ بھی کاٹا گیا تو دونوں بازوؤں سے علم سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ کمر پر تلوار کا ایک کاری زخم لگا اور شہید ہوئے۔ لکھا ہے کہ آپ کے جسم پر نوٹے زخم آئے تھے لیکن سب سامنے تھے پشت پر ایک زخم ہی نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر عبد اللہ بن رواحہ نے بڑھ کر علم اٹھالیا اور داؤد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب خالد جھلا کر آگے ہوئے اور علم اسلام بلند کر کے جو ہر شجاعت دکھانے لگے۔ کہتے ہیں کہ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹیں اور ناکاہ ہوئیں۔ اتنے میں رات ہو گئی حضرت خالد نے جو ایک بے بدل جرنیل تھے اپنی صفوں کی ترتیب بدل دی صبح کے وقت دشمن یہ سمجھے کہ کوئی تازہ دم فوج ان کی مدد کو آگئی ہے یہ خیال ان پر اسقدر غالب آیا کہ وہ مرعوب ہو گئے اور میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ خالد نے تعاقب نہایت دور اندیشی سے مناسب نہ سمجھا اور اسی کو فتح سمجھ کر مدینہ کی طرف لوٹے۔

روایت ہے کہ اہل مدینہ نے اس واپسی کو شکست سمجھا اور بجائے غمخواری کے برا بھلا کہا۔ اور ان لوگوں پر جو واپس آئے تھے خاک پھینکی۔ رسول خدا کو جعفرؑ سے کمال محبت تھی۔ ان کی شہادت سے نہایت صدمہ ہوا اور مسجد میں لول ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت جعفرؑ کی مستورات نے جب جعفرؑ کو نہ دیکھا تو سخت ماتم کیا جس سے رسول خدا نے منع فرمایا۔

عہد نامہ حدیبیہ میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ قریش مسلمانوں کے طرف داروں سے نہ لڑیں اور اہل اسلام قریش کے طرف داروں کو نہ چھیڑیں لیکن قریش نے جن کے سر پر جن سوار تھا چند دن میں ہی اس صلح نامہ کو طاق نسیان پر رکھ دیا اور اپنی اخلاص سے باز نہ آئے۔

قبیلہ بنی خزاعہ رسول خدا کے حلیف ہو گئے تھے اور قبیلہ بنی بکر قریش کا مددگار تھا۔ اتفاق سے ان دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ بنی خزاعہ نے مسلمانوں سے مدد مانگی اہل اسلام نے عہد نامہ حدیبیہ کو مد نظر رکھ کر انکار کیا مگر قریش نے بنی بکر کو مدد دینے میں ذرا تامل نہ کیا انہوں نے جھٹ تیا ریاں شروع کر دیں۔ عکرمہ صفوان اور سہیل نے رات کو بھیس بدل کر بنی بکر پر تلوا ریں چلائیں۔ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی مگر قریش یہاں تک حد سے باہر ہو گئے کہ حدود حرم میں آگھے اور تین مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ رسول خدا مسجد میں جلوہ افروز تھے کہ عمرو بن سالم خزاعہ کے چالیس شتر سوار لیکر آیا اور فریاد کی۔ آپ کو سخت رنج ہوا کہ ابراہیم کے زمانے سے حرم کی اس قدر عزت ہوتی رہی ہے کہ قاتل کو بھی حرم کے اندر گرفتار کرنے کی کسی کو مجال نہ تھی اور اب یہاں تک بت پہنچ گئی ہے کہ اس پاک جگہ میں انسان کا خون بہایا جاتا ہے۔ آپ نے فوراً قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش آئندہ بنی بکر کا ساتھ چھوڑ دیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ نے قریش کی طرف سے کہا کہ تیسری شرط منظور ہے۔ لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش نادم ہوئے اور ابوسفیان کو سفیر بنا کر تجدید معاہدہ کے لئے بھیجا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جب وہ واپس چلا گیا تو مسلمان چڑھائی کی تیاریاں کرنے لگے اور رسول خدا نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکے کی طرف کوچ کیا۔

جب رسول خدا روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے تو حاطب صحابی نے قریش کو منہی خط لکھ بھیجا۔ حضرت علیؓ نے یہ خط ہاتھ آگیا اور جب رسول خدا کے روبرو پیش ہوا تو حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو اس شخص کی گردن اڑادی جائے حاطب نے عرض کی کہ میں اپنے اقارب کی انذار کے لئے جو مکہ میں ہیں یہ احسان قریش پر کرنا چاہتا تھا۔ کریمؐ انہیں رسول نے یہ عذر قبول فرمایا۔

۱۰ رمضان مبارک شہہ ہجری کو لشکر اسلام نہایت عظمت اور شوکت سے مکہ کی طرف بڑھا۔ قبائل عرب راہ میں آ کر ملتے جاتے تھے۔ غرض یہ لشکر قطع منازل اوسطے مراحل کرتا ہوا مکہ کے قریب جا پہنچا۔ قریش بھی بے خبر نہ تھے لیکن ان پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور ابوسفیان کو مخبر بنا کر بھیجا۔ وہ شام کو اسی جنگل میں پہنچا جہاں لشکر اسلام مقیم تھا۔ اُس نے آ کر دیکھا کہ کوسوں تک آگ کا سمندر لہریں مار رہا ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فوج ہی فوج دکھائی دیتی ہے۔ گھبرا کر عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ بزرگ ہیں فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ بہتری اس میں ہے کہ رسول خدا کے روبرو حاضر ہو کر ایمان لاؤ۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھ لیا آپ سے ضبط نہ ہو سکا بسرعت تمام رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوسفیان کے قتل کا مشورہ دیا مگر حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے قتل پر اصرار کیا حضرت عباسؓ نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی رشتہ دار ہوتا تو تم ایسی سنگدلی نہ کرتے۔ عمرؓ نے معذرت کی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ابوسفیان کو دیکھ کر شمشیر برہنہ لیکر دوڑے اور حضرت عباسؓ نے بڑی شکل سے انہیں روکا اور دوڑے ہوئے رسول اللہ کے پاس گئے اور وہاں سے حکم لائے کہ ابوسفیان کو کوئی قتل نہ کرے۔ حضرت نے ابوسفیان پر بہت مہربانی فرمائی اور کمال شفقت سے اُس کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر اُسے سمجھایا کہ دیکھو ابوسفیان خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تم کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بہر حال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا اور گواہی دیا کہ اُس کا ایمان متزلزل تھا مگر آخر کار وہ پکا مسلمان بن گیا اور غزوہ طائف اور یرموک میں مسلمانوں کی طرف سے میدان میں گیا جہاں اس کی ایک آنکھ جمی ہو کر جاتی رہی۔ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کی خبر طرفتہ العین میں تمام لشکر اسلام میں پھیل گئی اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اگلی صبح لشکر اسلام مکہ کی طرف بڑھا۔ حضرت نے عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا کر کھڑا کر دو کہ فوج اسلام کا جلال آنکھوں سے دیکھے۔ سب سے پہلے

قبیلہ نبی سلم کا دستہ گذرا سب کے ہاتھ میں برہنہ تلواریں تھیں نیزے شعلہ جوالہ کی طرح ہارہے تھے اور بلند آواز سے تکبیریں کہہ رہے تھے سیف اسلام خالد بن ولید اس کا سپہ سالار تھا جس کے ہاتھ میں پرچم تھا۔ ان کے بعد زبیر بن عوام کی سپاہ دکھائی دی جن کے اسامہ صبح کی دھوپ میں بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔ اس کے بعد نبی کعب بن عامر اور ان کے بعد قبیلہ مزینہ کی فوجیں اپنے اپنے نشانوں کے ساتھ بڑے تیز اور احتشام سے گذریں۔ اس کے بعد قبیلہ انصار اس شان کے ساتھ آیا کہ آنکھیں خیر ہوئیں ان کے سردار سعد بن عبادہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ آج وہ دن ہے کہ کعبہ حلال کر دیا جائیگا سب سے اخیر کو کبہ نبوی نمایاں ہوا۔ آپ قصوا اونٹنی پر سوار تھے اس وقت سر پر سپاہ عامہ تھا اور نہایت پرورد لہجہ سے سورۃ انا فتحنا بلند آواز سے پڑھ رہے تھے آپ کے ہمین ویسا رہا جبر اور انصار تھے جو محبت ایمان کے نشہ میں سرشار اور محبوب خدا کے جان نثار تھے۔ جب ابوسفیان نے رسول خدا کو دیکھا تو پکارا کہ عبادہ یہ کہہ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غلط کہتا ہے آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے یہ کہہ کر حکم دیا کہ علم عبادہ سے لیکر اُس کے بیٹے کو دیدیا جائے اس وقت ابوسفیان نے عرض کی کہ مجھے اجازت ہو تو جناب سے پہلے مکے میں جاؤں اور قریش کو سمجھاؤں کہ نادانی سے باز آئیں۔ آپ نے اجازت دی۔ ابوسفیان تعجیل تمام مکے میں گیا اور اہل قریش کو سمجھایا کہ اس سیلاب عظیم کا مقابلہ ناممکن ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں تم بھی ضد سے باز آؤ جو وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی ہندہ ابوسفیان کی بیوی دوسری ہوئی آئی۔ اور ابوسفیان پر دست درازی کرنے لگی۔ اس اثنا میں لشکر ظفر موج مکہ میں وارد ہوا اور سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ البتہ حکمران بن ابوجہل نے خالد کی فوج پر چانک حملہ کر دیا اور دو آدمی قتل کر دیئے مگر اخیر میں ذلت اٹھائی اور تیراں لاشیں چھوڑ کر پابرسر نہادہ بھاگا۔ رسول خدا نے تلواروں کی چمک دیکھی تو خالد سے باز پرس کی مگر جب معلوم ہوا کہ پہل فریق ثانی نے کی ہے تو فرمایا کہ حکم خدایوں ہی تھا۔

رسول خدا نے اونٹنی پر سوار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اُس کے بعد اندر داخل

ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور کعبہ میں ۳۴۰ بت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بت کے آگے جاتے تھے اسے چھڑی کی ٹوک سے گرا دیتے تھے اور زبان سے فرماتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل کو مٹنا ہی چاہئے تھا۔

سب سے بڑا بت مہبل تھا۔ اس پر کفار کو بہت ناز تھا یہ بلند جگہ پر تھا جہاں چھڑی نہ پہنچ سکی اس لئے حضرت علیؑ نے اوپر چڑھ کر اس کو توڑا۔ خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر تصویریں تھیں آپ نے حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا انہوں نے ان تمام تصویریں کو معدوم کر دیا۔ جب حرم الالمیش بت پرستی سے پاک ہو گیا تو آپ نے عثمان بن طلحہ سے کبھی طلب کی اور بلالؓ کو ارشاد کیا کہ تکبیر کہو۔ حضرت بلالؓ کی جگر گداز آواز سے کفر کا کلیجہ دھل گیا اس موقع پر جو آپ نے فیصلہ فتح پڑھا اس میں اہل قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ تمام لوگ نسل آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا اور اب جہالت کا غرور اور خاندان کا فخر معدوم ہو گیا ہے۔ اسلام میں سب مسلمان برابر اور بھائی ہیں۔ بخاری سے روایت ہے کہ آپ نے اس خطبہ میں شراب کی خرید و فروخت بھی حرام کر دی۔ خطبہ کے بعد آپ نے حاضرین کی طرف دیکھا۔ اس وقت آپ کے روبرو زبان دراز اور فتنہ پرداز مشرک اور شکر ظالم اور کینہ ور۔ گستاخ اور بیچیا۔ پیر فا اور پُر حفا سب موجود تھے۔ آپ کے رستے میں کانٹے بچھانے والے۔ غلاموں کو جلتی ریت پر لٹانے والے بھی حاضر تھے اور موت سب کی آنکھوں میں پھر رہی تھی آپ نے فرمایا کہو کچھ جانتے ہو کہ اب تم سے کیا سلوک ہوگا۔ یہ لوگ شرمسار ہو کر بولے ”تو شریف بھائی اور نجیب برادر زادہ ہے“ کریم النفس پیمبر نے جواب دیا ”جاؤ تم سب آزاد ہو“

آپ کوہ صفا کے ایک بلند مقام پر جلوہ افروز تھے۔ جوق جوق لوگ آتے تھے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔

جب ہمارا پیش ہوا تو لوگوں کو یقین تھا کہ یہ ضرور قتل کیا جائیگا کیونکہ اس ظالم نے

رسول مقبول کی صاحبزادی جناب زینب کو جنگ بدر کے بعد مکہ سے مدینے جاتے ہوئے پتھر مارے تھے آپ دو جان سے تھیں آخر کار اسی صدمہ سے مدینہ میں جا کر جانبر نہ ہو سکیں۔ جب اس سنگدل نے کہا کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں تو اس سفاک کی بھی جان بخشی ہو گئی۔ جب مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات آنی شروع ہوئیں۔ ہندہ امیر معاویہ کی والدہ اور ابوسفیان کی بیوی جس نے امیر حمزہ کا جگر چبا کر جگر خوار کا لقب حاصل کیا تھا) بھی آئی۔ اس وقت وہ اس لئے نقاب پوش تھی کہ اُس کو کوئی نہ پہچانے۔ بیعت کے وقت اس نے نہایت گستاخی سے گفتگو کی مگر رحمت عالم نے اس کو بھی معاف کر دیا اور اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر کے فرمایا کہ خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا۔ جھوٹ نہ بولنا اور بد کرداری سے پرہیز کرنا۔

عکرمہ بن ابوجہل اپنی شرارت سے اخیر وقت تک باز نہ آیا تھا۔ مکہ میں داخل ہونے کے وقت اُس کی شرارت سے دو مسلمان کرز بن جابر قہری اور حمیش بن اشعر شہید ہوئے تھے ان دو بیگناہوں کے قتل کے مجرم میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہ خبر سن کر رو پوش ہو گیا۔ اُس کے بچے لاوارث رہ گئے۔ عکرمہ کی بیوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مصیبت رو کر بیان کی اور معافی مانگی۔ حضرت نے مقتولوں کے وارثوں کو خون بہا لینے پر راضی کر لیا اور عکرمہ کی بیوی کو اطلاع دی وہ اُسے بڑی مشکل سے تلاش کر کے شہر میں لائی اور خود لیکر خدمت عالی میں حاضر ہوئی۔ رسول خدا اس وقت ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ عکرمہ کے آنیکی اسقدر خوشی ہوئی کہ جلدی میں کندھوں پر چادر ڈال لی اور اُسے اندر بلا لیا۔ اُس کی بیوی ساتھ تھی آپ نے جب عکرمہ کو دیکھا تو سر و قد تعظیم دی اور اسقدر خوش ہوئے کہ جلدی میں چادر آپ کے کندھوں سے سرک آئی۔ آپ عکرمہ سے اس تپاک سے ملے گویا کبھی عداوت ہی نہ تھی۔ رحمت عالم کے اس خلوص نے اس کو سچا مسلمان اور جان نثار خادم بنا لیا۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ اس موقع پر دین اشخاص کی نسبت حکم دیا گیا کہ جہاں

قتل کئے جائیں اور یہ وہ لوگ تھے جو خونِ مجرم تھے اور ایامِ مکہ میں رسولِ خدا کو ستایا کرتے تھے یا اُن کی ہجو کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے رسولِ خدا نے اپنے ذاتی انتقام کے لئے کبھی کسی کا بال تک پنکا نہیں کیا۔ زرقانی اور ابن ہشام دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے صرف دو مرد اور ایک عورت کو سزائے موت دی گئی۔ ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا۔ یہ مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا اور ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ دوسرا مقیس بن صبابہ تھا اسکا بھائی کسی انصاری نے قتل کر دیا تھا۔ رسولِ خدا نے اس کو خون بہا دلا دیا اس نے منافقانہ اسلام قبول کر کے خون بہا لیکر پھر اس انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو گیا۔ تیسری عورت تھی اس کا نام قریبہ تھا یہ ابنِ خطل کی کنیز تھی یہ رسولِ خدا کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھی۔ رسولِ مآب کو بیخ کنی بُت پرستی کی بد نظر تھی اس لئے آپ نے حکم دیا کہ حرم کے خزانہ میں جو پینچبروں کے مجسمہ جات ہیں وہ بھی تلف کر دیئے جائیں اور اطرافِ کعبہ کے بُت مثلاً لات۔ منات اور غزویٰ بھی اسی حکم سے مسمار ہو گئے۔

مکہ میں رسولِ خدا مقامِ خیف میں ٹھہرے تھے یہ وہی جگہ تھی جہاں قریش نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو ہجرت سے پہلے محصور رکھا تھا۔ اس کے سوائے اور کوئی جگہ رہائش کی نہ تھی کیونکہ ابوطالب کی وفات کے بعد اُن کے فرزند خقیل نے تمام مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ ہجرت کے بعد کفار مکہ نے مہاجرین کے مکانات پر قبضہ ناجائز کر لیا تھا۔ اب وہ وقت تھا کہ مہاجرین اپنے مکانات غاصبوں سے واپس مانگتے لیکن رحمتِ عالم کی سیرِ چشمی ملاحظہ فرمائیے آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین اپنی مکہ کی جائیداد سے دست بردار ہو جائیں۔

رسولِ خدا نے پندرہ دن تک مکہ میں قیام فرمایا۔ آپ کو جان نثارانِ مدینہ کی محبت نے یہاں ٹھہرنے نہ دیا۔ پندرہ دن کے بعد معاذ بن جبل کو وعظ اور تلقین کی خدمت سپرد کر کے یہاں سے روانہ ہوئے۔

شوال ۱۲ھ ہجری میں خالد بن ولید کا گزرتی قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف ہوا لوگ مسلمان ہو رہے تھے۔ خالد کا لشکر دیکھ کر سمجھے کہ کوئی غنیمت آتا ہے مسلح ہو کر مقابلہ میں آئے

لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا تو تم گئے۔ خالد نے پوچھا کہ تم مسلح ہو کر کیوں آئے تو انہوں نے اصلیت کو ظاہر کر دیا۔ پھر خالد نے پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو تو بجائے اس کے کہ وہ "اسلمنا" کہتے انہوں نے "صبانا" کہہ دیا۔ خالد نے مطلب نہ سمجھا اور حکم دیا کہ یہ قید کر لئے جائیں اور صبح اُن کے قتل کا حکم دیدیا۔ مہاجر اور انصاریوں نے جو نکتہ رس تھے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور اپنے اپنے قیدی آزاد کر دیئے مگر بنی سلیم نے جو نو مسلم تھا اپنے قیدی قتل کر دیئے جب رسول خدا کو خبر ہوئی تو خالد پر بہت خفا ہوئے اور چلا کر کہا اے خدا جو خالد نے کیا ہے اس میں میرا قصور نہیں ہے" یہ کہہ کر اپنے حضرت علیؓ کو خون بہا دیکر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان کی بہت دلجوئی کی۔

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف دو بدوی قبیلے نبرد آزمائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ قبیلے جنگجو اور فن حرب سے آگاہ تھے، اور چونکہ طائف کی سرسبز اور زرخیز ارضی ان کی ملکیت تھی بڑے متمول تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ رسول خدا نے مکہ فتح کر لیا تو کہنے لگے وہ لوگ فن جنگ سے بے نصیب ہیں ہم خود ہی پیش قدمی کر کے مسلمانوں کو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ ارادہ کر کے مالک بن عوف کو سپہ سالار مقرر کیا اور اُس نے ہوازن اور ثقیف کی تمام شاخوں کو اپنے ساتھ ملا لیا صرف کعب اور کلاب علیحدہ رہے۔ درید بن الصمۃ قبیلہ حشم کا سردار تھا۔ اس وقت اس کی عمر تنو سال کی تھی اور اس کی حالت بلغم باعور کی طرح ہو رہی تھی۔ اس کو بہت دانائے سمجھتے تھے صلاح و مشورے کے لئے اس کو بھی چاہ پائی سے اٹھا کر ساتھ لے گئے۔ جب اوٹاس میں آئے تو اُس نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے کہا اوٹاس تو کہا کہ یہ لڑائی کے لئے بہت اچھی جگہ ہے اتنے میں اُس نے بچوں کے رونے کی آواز سنی اور پوچھا کیسی آوازیں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں تاکہ اُن کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل جائیں اُس نے کہا کہ ان کی وجہ سے ذلت ہوگی۔ پھر اُس نے پوچھا کہ کعب اور کلاب ہی آئے ہیں؟ جب سنا کہ نہیں تو کہنے لگا یہ عنوان اچھے نہیں۔ پھر اس پر صد سالہ لے کہا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام میں ٹھہرنا چاہئے مگر مالک بن عوف نے جو جوش جوانی میں کسی کو اپنا مرد مقابل نہ

سمجھتا تھا کہا کہ آپ بہت بڑھے ہیں آپ کی عقل میں فتور آچکا ہے کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر رسول خدا نے اخراجات جنگ کے لئے عبداللہ بن ربیعہ سے دس ہزار درہم قرض لئے اور صفوان سے جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا ایک تدرہ میں مستعار لیں۔

شوال ۱۰ھ ہجری میں لشکر اسلام جس کی تعداد بارہ ہزار تھی دشمن کے مقابلہ میں نکلا۔ روانگی کے وقت جب صحابہ نے اپنا طمطراق دیکھا تو ازراہ نخوت کہا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ یہ کلمہ غرور باری تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ ہراول پریمان خالد کی تھی اس فوج میں تمام نو مسلم تھے جو جوش جوانی میں بغیر سلاح میدان میں آئے تھے اور ہوازن بے مثل تیراندا تھے جن کا ایک تیر بھی خالی نہ جاتا تھا۔ خالد کے لشکر پر ہوازن کے کمانداروں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اس قسم کی قدر اندازی دکھائی کہ لشکر خالد منتشر ہو گیا اور ان کو بدحواس دیکھ کر جو گروہ پیچھے آ رہے تھے وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے۔ ہوازن تیر مارتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس وقت رسول خدا اکیلے رہ گئے۔ آپ ساری سے اتر پڑے اور انصار کو آواز دی۔

جانب راست وچپ سے آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں اس وقت جلال نبوت آپ پر طاری ہوا اور فرمایا کہ میں غیبر ہوں اور یہ سچ بات ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے مگر حضرت عباس نے آپ کو تھام لیا اور رعد کی طرح گرج کر کہا کہ اے انصار اے بیعت رضوان والو کہاں ہو۔ حضرت عباس کی آواز قدرتاً نہایت بلند تھی ان کے نعرہ کی آواز سے میدان کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمان بیتیگ بیتیگ کہتے ہوئے تلواریں سونت کر دشمنوں پر جا پڑے اور جان نثاری کے وہ جو ہر دکھائے کہ ہوازن جان بچا کر بھل گئے۔ ایک گروہ مالک بن عوف کے ساتھ طائف کے استحکم قلعہ کی طرف فرار ہوا۔ دوسرا اوطاس کی طرف مال و اسباب عیال و اطفال کی حفاظت کے لئے دوڑا۔ رسول خدا نے فوراً ابو عامر اشعری کو اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ ہوازن لوٹے اور پھر ایک فرسخ اور مسرت ہوئے جس میں ابو عامر و رید کے پیٹے کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ابن و رید کو ابو سے اشعری نے قتل کر دیا آخر مسلمانوں نے فتح پائی۔

اسیران جنگ میں حضرت شیماء دختر جلیبہ رسول خدا کی رضاعی بہن بھی تھیں جب

لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی ہمیشہ ہوں۔ لوگ نہیں تصدیق کے لئے جناب کے روبرو لائے اُس نے پٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں اپنے ایک دفعہ مجھے کاٹا تھا۔ رسول خدا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اُن کے بٹھنے کے لئے پنی چادر بچھا دی ان کو چند قنتر اور بکریاں دیں اور عزت اور احترام کے ساتھ اُن کو اُن کے گھر پہنچا دیا۔

حنین کی بقیہ ہزیمت خوردہ فوج طائف میں پناہ گزین ہوئی اور وہاں بہت سا سامان رسد و حرب جمع کر لیا۔ طائف کے گرد فصیل کی طرح ایک مضبوط چار دیواری تھی۔ رسول خدا نے مال غنیمت اور اسیران جنگ کو جعرانہ میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا اور طائف کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مسلمانوں پر اس شدت سے تیر برسائے۔ لوہے کی گرم سلاخیں پھینکیں۔ معجیق استعمال کئے کہ حملہ آوروں کو پس پا ہونا پڑا اور بیس دن کے محاصرہ میں ہی شہر فتح نہ ہو سکا۔ غرض نونل میں معاویہ کی صلاح سے اپنے محاصرہ اٹھالیا اور جعرانہ میں تشریف لائے۔ غنیمت کے مال کی یہ حالت تھی۔

اونٹ	_____	چوبیس ہزار
بکریاں	_____	چالیس ہزار
چاندی	_____	چار ہزار اوقہ

اس موقع پر رسول خدا نے تالیف قلوب کے لئے اہل مکہ کو نہایت دریا دلی سے انعام دیئے۔ آپ نے ابوسفیان اور اُس کی اولاد کو تین سو اونٹ اور ۱۲۰ اوقہ چاندی دی۔ اس داد و دہش سے انصار کو رنج ہوا انہوں نے کہا کہ مشکل میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔ رسول خدا نے انصار کو بلا کر پوچھا تو وہ چونکہ راست گفتار تھے کہنے لگے کہ آپ نے جو سنا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے تم گمراہ تھے اور آپس میں لڑتے رہا کرتے تھے میرے ذریعہ سے خدا نے تم میں کیسا اتفاق پیدا کر دیا تم مفلس تھے میرے ذریعہ تم مالا مال ہو گئے۔ انصار نے کہا کہ سچ ہے ہم پر خدا اور رسول کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے کہا نہیں یوں کہو کہ جب لوگوں نے تم کو جھٹلایا ہم نے تصدیق کی۔

جب کوئی پوچھتا تھا ہم نے حمایت کی۔ جب تم بے گھر تھے ہم نے جگہ دی۔ جب تم در ماندہ اور بے نوا تھے ہم نے جان و مال نثار کیا۔ جس وقت رسول خدا نے یہ کلمات کہے انصار زار و ^{قطار} رونے لگے اور رسول پاک کے ہاتھوں کو بوسے دیکر کہنے لگے کہ رحمت عالم ہم نے بھر پایا۔ پھر رسول خدا نے کہا کہ سنو میں نے ان لوگوں کو جو کچھ دیا تالیف قلوب کے لئے دیا۔ اے انصار وہ لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے گھر لیجاؤ گے اور تم رسول خدا کو اپنے ساتھ لیجاؤ گے۔ میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔

ہوازن نے چند سردار رسول خدا کی خدمت میں بھیجے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ کو رحم آگیا اور کہا کہ کل نماز فجر کے بعد مجمع عام میں یہ درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ یہ سن کر مہاجرین اور انصار بھی بول اٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ ذرا سی دیر میں چھ ہزار غلام اور لونڈیاں آزاد ہو گئیں۔ لکھا ہے کہ وقت روانگی رسول خدا نے قیدیوں کو کپڑے اور اونٹ اپنے پاس سے دیئے مالک بن عوف نے جب یہ فیاضی اور یہ دریادلی دیکھی تو مقام جعرانہ میں حاضر ہوا اور صدق دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔ اخیر ذیقعد میں رسول خدا بخیریت تمام مدینے تشریف لائے۔ اسی سال جناب مارثیہ کے لطن سے آپ کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا مگر یہ ایک سال سے زیادہ نہ جیا۔

یہ سال اس لئے مشہور ہے کہ اس میں چوری کے جرم کی سزا قطع ید یعنی ہاتھ کا کاٹنا جانا مقرر ہوا۔

باب (۱۴)

سیرۃ ہجری

رسول کریم نے سیرۃ ہجری کے آغاز میں اندرونی معاملات کے انتظام کی طرف توجہ کی۔ ہر قبیلے میں آپ نے دینیات کا ایک معلم اور صدقات اور زکوٰۃ کا ایک ایک عامل مقرر کیا۔ قبائل عرب اب امن اور عافیت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ناگاہ یمن کے قبیلے طے نے کچھ شرارت کی اس پر رسول خدا نے حضرت علیؑ کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ قبیلہ کا سردار عدی بن حاتم تھا۔ حضرت علیؑ نے جاتے ہی اُس کے محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ اُس بیچارہ کی بساط ہی کیا تھی کہ شیر خدا کا مقابلہ کرتا جان بچا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ اُس کے رشتہ دار اور اقربا گرفتار ہوئے اور بہت سامان و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اسیروں میں حاتم طائیؑ کی بیٹی عدی کی بہن بھی تھی۔ جب قیدی پیغمبر صاحب کے پیش ہوئے تو عدی کی بہن نے کہا کہ میں اُس شخص کی بیٹی ہوں جس کی سخاوت مشہور ہے۔ میرا باپ محتاجوں اور غریبوں پر بہت رحم کیا کرتا تھا۔ اُس کی خاطر مجھ پر رحم کیا جائے۔ رسول خدا نے فرمایا اے لڑکی تیرا باپ بہت سخی تھا جاتھے آزاد کیا۔ اُس نے رد کر کہا کہ اگر مجھ پر یہ عنایت ہوتی ہے تو میرے ساتھ میرے قبیلے کو بھی آزاد فرمایا جائے۔ کریم النفس نبیؐ نے اس نیک دل عورت کی درخواست فوراً قبول فرمائی سب کو نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زادراہ بھی دیا اور حفاظت کے ساتھ ملک شام میں پہنچا دیا۔ جب عدی نے رحمت عالم کی یہ فیاضی دیکھی تو فوراً مدینہ میں آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوا۔

دختر حاتم
بن طے

انہیں ایام میں ایک قافلہ زیتون بیچنے شام سے مدینہ میں آیا اہل قافلہ نے مدینہ میں یہ افواہ اڑادی کہ رومیوں نے ایک لشکر تہار جمع کیا ہے اور غسان اور لحم

غز وہ بتوک

وغیر ہا عیسائی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ مدینہ کے عیسائیوں نے ہر قتل کو لکھ بھجا ہے کہ محمدؐ کا انتقال ہو گیا ہے اور مدینہ میں قحط ہے۔ اور اب رومی چالیس ہزار بہادر لیکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس متوحش خبر سے مدینہ میں ایک قسم کا انتشار پیدا ہو گیا مگر روشن ضمیر پیغمبر نے فوراً حکم دیا کہ فوراً حملہ آوروں کو مدینہ سے پرے ہی روکا جائے یہ حکم سن کر اسلام کے سچے شیدائی تو طیار ہو گئے مگر منافقین کے چہروں پر ہوا یاں اڑنے لگیں اور وہ جان چڑانے لگے۔ کسی نے کہا کہ ایسی گرمی میں جو نمونہ دوزخ ہے گھر سے کون نکلے۔ کسی نے کہا اگر ہم گئے تو مبادا بدو ہمارے گھر ٹوٹ لیں۔ کسی نے کہا کہ رومیوں نے ایرانیوں کا شیرازہ منتشر کر دیا ہماری کیا حقیقت ہے کہ ان کا مقابلہ کریں۔ کسی نے کہا کہ رومی عورتیں نہایت حسین اور جمیل ہیں کہیں ہمیں اسیر کنندگی سونہ کر لیں۔ غرض منافق اس قسم کی باتیں کر کے بیٹھ گئے۔ منافق سو ظلم یہودی کے مکان پر جمع ہوا کرتے تھے اور لوگوں کو شرکت جنگ سے روکتے تھے۔ مگر اولو العزم پیغمبر کو خدا پر بھروسہ تھا۔ بے ڈر سامان فوج کے اخراجات کے لئے چندہ جمع ہونے لگا۔ حضرت عثمان نے تین سو اونٹ پیش کئے۔ حضرت عمر نے اپنا نصف مال اور اسباب حاضر کر دیا۔ ان کو یقین تھا کہ اس کا خیر میں آج حضرت ابوبکرؓ سے سبقت لے گئے اس اثنا میں حضرت ابوبکرؓ رسول خدا کے یار غار اپنا تمام مال و اسباب لیکر حاضر ہوئے۔ رسول خدا نے کہا کہ عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے لئے خدا اور رسول کافی ہیں۔

اس موقع پر ہر ایک صحابی نے اپنے مقدور کے موافق مدد دی۔ ابو عبیدہؓ اور سیر چھوڑ کر لیکر آئے اور کہا کہ یا پیغمبر خدا میری جائیداد چار سیر چھوڑا ہے تھے اس میں سے دو سیر ملو عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور دو سیر آپ کی نذر ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ یہ چھوڑا ہے سب صدقات پر پھیلا دیئے جائیں۔

کہتے ہیں کہ اس موقع پر وہ غریب مسلمان جو بوجہ بے سرو سامانی ساتھ نہ جاسکے نہایت درد سے روئے گویا ان کی نگاہوں میں اس کا خیر میں شرکت سے محروم رہنا بڑی بھاری ناکامی تھی۔

جب لشکر طیار ہو گیا تو اچھے رسول خدا نے جناب علیؑ کو مدینہ میں شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ جناب مرتضیٰ کو پیچھے رہنا ناگوار تھا عرض کی اچھے مجھے ثواب سے کیا محروم رکھا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا اے علیؑ کیا تو خوش نہیں ہے کہ تجھے مجھ سے نسبت ہے جو ہاروں کو موسیٰ سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ حضرت ہاروں نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

غرض رجب ۹ھ ہجری میں رسول خدا نے قیس ہزار آدمیوں کے ساتھ جن میں ہاجرہ انصار، قریش و قبائل عرب سب شامل تھے۔ مدینہ سے شام کی طرف کوچ کیا۔ اس دفعہ آپ کے لشکر میں دس ہزار گھوڑے تھے۔ اہل لشکر کو راہ میں نمود کے مٹے ہوئے نشانات بھی دکھائی دیئے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں عذاب الہی نازل ہوا تھا۔ یہاں نہ کوئی ٹھہرے نہ پانی پئے۔ سفر کی مصیبتیں جھیلنے اور گرمی کی شدت اور پانی کی قلت کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے آخر کار آپ تبوک میں پہنچے جو مدینہ سے چوڑھ منزل کے فاصلہ پر شام اور وادی القرے کے درمیان واقع ہے۔ یہاں آپ نے ایک چشمے کے پاس قیام کیا۔ مخالفین نے یہ جوش دیکھا اور پست ہو گئے اور کسی نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ حملہ کی خبر غلط تھی لیکن یہ ثابت ہو گیا کہ غسانی رئیس عرب میں ریشہ دوانیاں کر رہا تھا اور اس نے کعب بن مالک کو بھی درغلانا چاہا مگر اس نے غسانی کا خط دیکھتے ہوئے آگ میں ڈال دیا ہے۔

تبوک میں رسول خدا نے بیس دن قیام کیا۔ ایلہ کا عیسائی فرمانروا یوحنا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایک سفید نچر نذر میں پیش کیا۔ حضرت نے اس کو روائے مبارک عطا کی۔ یوحنا نے تین روپے سال جزیہ دینا منظور کیا حرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ پر رضامند ہو گئے۔ دو مہینہ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبد الملک کنہی نہ آیا اس لئے خالدؓ چار سو لشکر می لیکر اس کی طرف گئے اور اسکو گرفتار کر لائے اور آخر کار اس نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔

رحمۃ للعالمین جب واپس مدینہ میں تشریف لائے تو ان کا پرجوش استقبال ہوا۔

عیسائیوں
سے سلوک

یہاں تک کہ پردہ نشینان حرم بھی شوق زیارت میں گھروں سے باہر آگئیں۔ جو وقت
چہرہ مبارک نظر آیا تو لڑکیوں نے گیت گائے جن کا مطلب یہ تھا کہ وداع کی گھاٹیوں
سے چاند چڑھا ہے جب تک کوئی مسلمان بھی باقی ہے خدا کا شکر ہم کو ادا کرنا چاہئے۔
جب پیغمبر خدا تبوک سے واپس آئے تو سفیران طائف صلح کا پیغام لیکر حاضر
ہوئے اور عرض کی ہماری قوم چار شرائط پر صلح کی خواستگار ہے۔

۱۔ لات بت تین سال تک نہ توڑا جائے۔

۲۔ نماز معاف کی جائے۔

۳۔ ہم اپنے ہاتھ سے بت نہ توڑینگے۔

۴۔ جو عامل محصول کرنے آئے وہ ہمیں نہ بلائے نہ جرمانہ ہم سے لیا جائے۔

آنحضرت نے آخری دو شرائط منظور فرمائیں اور اہل طائف تابع فرمان ہو گئے پھر
رفتہ رفتہ گرواب ضلالت سے نکل کر یکے مسلمان بھی بن گئے۔

سفیران طائف کے ساتھ حبشی حبشی غلام قائل امیر حمزہ بھی تھا اُس نے امان
مانگی اور کہا کہ خدا کا کلام مجھے سناؤ۔ رسول خدا نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم ہر لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً

مکدے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے مایوس نہ
نہوں بیشک خدا بخشنے والا ہے تمام گناہوں کا

غفور الرحیم خدا کی شان دیکھو۔ امیر حمزہ کا قائل جس نے نہایت بڑبڑولی سے اسلام کے
شہسوار کو قتل کیا تھا۔ تائب ہوئے پر وہ بھی بخشا گیا۔

عجب سرکار ہے تیری میں صدقے اس کریمی کے

ہنرمندوں سے بخشے جائینگے واں بے ہنر پہلے

جو وقت یہ آیت رحمت عالم کی زبان سے حبشی نے سنی فوراً ایمان لایا اور صدق

دل سے مسلمان ہوا۔ یہ وہی حبشی تھا جس نے حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں سلیمہ کذاب

جنگ یمامہ میں قتل کیا۔

منافقین ہمیشہ مسلمانوں میں تخم نفاق بونے کے لئے طرح طرح کے منسوبے کھڑا کرتے تھے آخر انہوں نے ایک اور مسجد اس مطلب کے لئے بنائی کہ مسجد نبویؐ میں کمی لوگ جایا کریں اور ظاہر یہ کیا کہ جو لوگ بیمار یا کمزور ہیں وہ یہاں نماز پڑھیں۔ جب رسول خداؐ بتوک تشریف لیجانے لگے تو انہوں نے آکر عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور کمزوروں کے لئے مسجد بنائی ہے آپ چلے آئیے ایک بار اس میں نماز پڑھ لیں تاکہ مقبول ہو جائے آپ نے فرمایا کہ بتوک سے واپسی پر دیکھا جائیگا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو حکم دیا کہ اس مکان کو جلا دو جو محض نفاق ڈالنے کے لئے کھڑا ہوا اور ضرر پہنچانے کو بنایا گیا ہے۔ مالک نے جا کر یہ مکان جلا دیا۔ ہمارے خیال میں ایسے مکان کو جو دغل و غل کی بنیاد پر بنایا گیا ہو سب سے کہنا گناہ ہے۔

ایمان کعب
بن زبیرؓ

کعب بن زبیر نے اپنی آتش بیابانی سے قبائل عرب میں آگ بھڑکا دی تھی جب یہ آگ باران رحمت سے بجھ گئی تو کعب بن زبیر بہت نادوم ہوا۔ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کس طرح آستانہ بوسی کرے۔ آخر بھیس بدل کر بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر کعب کو میں حاضر کر دوں اور وہ مسلمان ہو جائے تو کیا اس کو معافی مل جائیگی آپ نے فرمایا یا بیشک۔ یہ سن کر اس نے عرض کی وہ گنہ گار ہی ہے جو حضورؐ میں حاضر ہے۔ مسلمانوں نے چاہا کہ قتل کر ڈالیں۔ مگر آپ نے منع کیا اور کہا یہ بخشتا جا چکا ہے۔ کعب نے کلمہ پڑھا اور اپنا مشہور قصیدہ جو فصاحت و بلاغت کی جان ہے "بانت سعاد" پڑھ کر سنایا۔ آپ نے سن کر صلہ میں ردائے مبارک عطا کی۔ یہ وہی چادر تھی جو امیر معاویہ نے چالیس ہزار درہم کو خریدی اور اب تک سلطنت روم میں تبرکات میں داخل ہے۔

ذیقعدہ ۹ھ ہجری میں رسول اللہ نے تین سو مسلمانوں کا قافلہ مدینہ منورہ روانہ کیا۔ قافلہ سالار حضرت ابو بکرؓ مقرر ہوئے اس قافلہ میں حضرت علیؓ نقیب اسلام بن کر گئے اور سعد بن وقاص، جابرؓ اور ابو ہریرہؓ معلم تھے۔ یہ حج وہ تھا کہ جس کو حج اکبر کہا گیا ہے۔ اس وقت تک وہ لوگ جو مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے حج کے وقت وہی جاہلانہ

رسوم بجا لاتے تھے مثلاً برہنہ ہو کر سات بار طواف کرتے تھے۔ تالیاں بجاتے تھے۔ کوٹے ناچتے تھے۔ اس سال اپنے حکم دیدیا کہ آئندہ کوئی بت پرست مسجد الحرام مکہ میں داخل نہ ہو اور طواف کے وقت کوئی برہنہ نہ ہو۔

حضرت ابو بکرؓ نے مناسک حج کی لوگوں کو تعلیم دی۔ حضرت علیؓ نے اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک کعبہ میں آنا نہ پائیگا اور مشرکین سے جو معاہدہ ہو چکے ہیں آج سے چار ماہ کے بعد کالعدم ہو جائیں گے۔ ابو ہریرہؓ نے ایت یا ایہا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا

”اے ایمان والو مشرکین ناپاک ہیں اس سال کے بعد وہ کعبہ میں نہ آئیں۔“

اس ابند آواز سے بار بار پڑھی کہ ان کا گلا بٹھ گیا۔

اسی سال غزوہ تبوک سے پہلے ایک نہایت ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جسے واقعہ ایلا کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ پر حاجی ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی نے اپنی مینظیر کتاب سیرۃ صدیقہ میں بسیط بحث کی ہے۔ وہ بحث قابل دید ہے۔

مخالف مورخ لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ازواج مطہرات کیلئے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں ایک دن جناب حفصہؓ کی باری تھی اور آپ نے ان کے گھر میں ماریہ قبطیہ کو بلایا جناب حفصہؓ نے آپ کو ماریہ کے ساتھ خلوت نشین دیکھ لیا اور بگڑ گئیں۔ رسول خدا نے ان سے کہا کہ خفانہ ہو آج سے ماریہ قبطیہ مجھ پر حرام ہے مگر یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ جناب حفصہؓ اور جناب عائشہؓ صدیقہ کے حجرے ملحق تھے۔ بیچ میں سوراخ تھا۔ اس میں سے گفتگو ہو سکتی تھی جناب حفصہؓ نے یہ راز حضرت عائشہؓ سے کہ دیا اور رفتہ رفتہ تمام ازواج مطہرات کو خبر ہو گئی اور رسول خدا کی سب سے ناراضی ہو گئی۔

اس گروہ کے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے کہا کہ میں اپنے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلیفہ کروں گا۔ انہوں نے اپنے باپ کو خلافت کی خبر دی جب رسول اللہ صلم کو معلوم ہوا تو دونوں پر عتاب فرمایا اور ان سے علیحدہ ہو گئے۔

لیکن یہ تمام روایات سراسر بے سرو پا طبع زاد اور اصلیت سے کوسوں دُور ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات میں اوسے گھرانوں کی خاتونیں تھیں۔ مثلاً حضرت حفصہؓ فاروقِ عظیم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پردہ بزرگوار حضرت ابو بکرؓ تھے۔ ام حبیبہؓ رئیسِ قریش کی آنکھوں کا نور تھیں۔ حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی المصطلق کی رئیس کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا باپ خیر کار رئیسِ عظیم تھا انہوں نے امیری شان و شوکت اپنے گھروں میں دیکھی ہوئی تھی اور رسولِ مقبولؐ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دُور دُور دن تک گھر میں آگ تک نہ جلتی تھی۔ جب فتوحاتِ اسلام کا دائرہ وسیع ہو گیا اور مالِ غنیمت سے انصار اور مہاجر مالا مال ہو گئے تو ان یہودیوں کے دلوں میں بھی نانِ نفقہ بڑھانے کا خیال پیدا ہو گیا اور آخر کار تو وسیعِ نفقہ کا تقاضا حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اتفاق سے انہیں ایام میں جناب رسولِ خداؐ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپؐ کے پاس کہیں سے شہد آ گیا۔ رسولِ خداؐ شہد کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو رشک ہوا آخر انہوں نے ایجا کیا کہ جب رسولِ خداؐ ہمارے پاس آئیں تو انہیں کہیں کہ آپؐ کے دہن مبارک سے مغفیر کی بو آتی ہے۔ یہ بات انہوں نے اور یہودیوں کو بھی سکھا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپؐ جس خاتون کے ہاں گئے اُسے یہ ہی کہا کہ آپؐ کے مُنہ سے مغفیر کی بو آ رہی ہے رسولِ خداؐ نے قسم کھائی کہ آئینہ میں شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری۔ یا ایہا النبی لم تخوم ما احل اللہ لک۔ بنتنقی مرضات ازواجک۔

اے پیغمبر اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کیوں کرتے ہو۔

اسی زمانہ میں یہ خرابی ہوئی کہ رسولِ خداؐ نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہؓ سے فرمائی یہ تحقیق نہیں ہوا کہ وہ کیا بات تھی۔ مورخِ ناحق قیاس و دُڑا رہے ہیں مگر جو کچھ لکھتے ہیں وہ بالکل قیاس ہی قیاس ہے یہ رازِ حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا۔ رسولِ خداؐ کو یہ بھی بُرا معلوم ہوا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

واذا سر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ

واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا
 بہ قالت من انباءک هذا قال نبأنی العلیما الخبیر : (تحریم)
 اور جب کہ رسولؐ نے اپنی بعض عورتوں سے بھید کی بات کہی اور انہوں نے ظاہر کر دی اور خدا
 نے پیغمبرؐ کو خبر دی تو اُس نے کچھ حصّہ اُن سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا اور جب اُن سے کہا تو انہوں نے کہا کہ آپ کو
 کس نے کہا تو نبیؐ نے کہا کہ مجھے خدا نے جو سب کچھ جانتا ہے خبر دی ہے۔

غرض تقاضائے توسیعِ نفقہ۔ رقابتِ بوجہ اقتضائے بشریت و منافستِ افشاء
 راز۔ مظاہرہ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ جس میں دیگر خاتونوں نے یہی شرکت کی ایسی باتیں
 تھیں جن سے شکرِ بنی بڑھتی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے خاتونانِ انصار کی
 تقلید کرنی چاہی یہ اپنے شوہروں پر حاوی تھیں۔ اس آگ کو منافقوں نے اور بھی
 سلگایا۔ یہ منافق ایسی تاک میں رہا کرتے تھے کہ کسی طرح رسولؐ خدا اور اُن کے خاندان
 اور اصحاب کے درمیان تفرقہ پڑ جائے۔ اُمّ جلدیج بجائے خود ایک کٹنی تھی وہ ازواجِ
 مطہرات کو ہمیشہ بھڑکایا کرتی تھیں۔ غرض رسولؐ خدا نے تنگ آ کر عہد کر لیا کہ ایک
 مہینے تک ازواجِ مطہرات سے نہ ملینگے۔ خدا کی قدرت آپ انہیں دنوں میں گھوڑے
 سے گر پڑے اور ساقِ مبارک پر زخم آگیا۔ اسوجہ سے آپ نے بالاخانہ پر گوشہ نشینی اختیار
 کر لی۔ یہ بالاخانہ مسجدِ نبویؐ اور حضرت حفصہؓ کے گھر کے بالکل متصل تھا۔ تعمیر مسجدِ نبویؐ
 کے وقت صرف رسولؐ خدا نے دو حجرے اپنے اہل خانہ کے لئے بنائے تھے کیونکہ اُس وقت
 دو ہی بیبیاں جناب عائشہؓ اور حضرت سودہ تھیں پھر جوں جوں اور نکاح ہوتے گئے
 حجرے ہی بنتے گئے۔ جب ازواجِ مطہرات کی تنگ طلبی سے آپ نے ایک ماہ کے لئے
 گوشہ نشینی اختیار کر لی تو لوگوں کو قرنیہ سے یہ گمان ہوا کہ رسولؐ خدا نے تمام ازواج
 کو طلاق دے دی۔

ایک دن حضرت عمرؓ کسی بات پر انہی بیوی سے خفا ہوئے اور کہا تم میری برابری
 کرتی ہو۔ وہ بولیں کہ تم کیا ہو رسولؐ اللہ کی بیویاں اُن کو برابر کا جواب دیتی ہیں اور اجل
 سب روٹھی ہوئی ہیں حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے ہاں گئے اور

پوچھا کہ کیا واقعی تو رسول اللہ سے روٹھی ہوئی ہے۔ حفصہ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا تو نہیں جانتی کہ رسول خدا کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے بخدا رسول اللہ کو میرا خیال ہے ورنہ تجھے طلاق دیکھنے کے ہوتے۔ پھر حضرت عمرؓ وہاں سے اُم سلمہؓ کے مکان پر گئے اور ان سے شکایت کی وہ بولیں کہ عمرؓ تم ہر معاملے میں دخل دینے لگے ہو یہاں تک کہ رسول خدا اور ان کے ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے ہو۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔ کچھ رات گئی حضرت عمرؓ کے ہمسائے گھبرائے ہوئے آئے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے پوچھا کیوں خیر تو ہے کیا غسانی آگئے انہوں نے کہا نہیں اس سے بھی زیادہ خرابی کی بات ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ازواج کو طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ حفصہ کے پاس گئے تو وہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں آپ نے کہا کیوں میں نے تجھے نہ کہا تھا۔ وہاں سے آپ مسجد نبویؐ میں آئے تو وہاں تمام صحابہ کو روتے دیکھا۔ آپ بھی وہاں بیٹھ گئے مگر چین کہاں آتا تھا۔ اٹھ کر بالاخانہ کے قریب گئے اور رباح خادم خاص سے کہا کہ اطلاع کر دو عمرؓ آیا ہے۔ اُس نے اطلاع دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ عمرؓ پھر مسجد نبویؐ میں آئے۔ مگر قرار کب آتا تھا پھر اٹھ کر بالاخانہ کے نیچے آئے اور دوبارہ اجازت طاقات طلب کی مگر پھر بھی جواب نہ آیا۔ ابجے عمرؓ نے پکار کر کہا کہ رباح حضورؐ سے کہدے میں حفصہ کی سفارش کرنے نہیں آیا۔ اگر حکم ہو تو اُس کی گردن اڑا دوں۔ رسول خدا نے عمرؓ کی آواز سن لی اور اندر بلا لیا حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ پیغمبر صاحب ایک کہری چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک پر بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف ٹھھی بھر جو دھرے ہوئے تھے اور ایک کونے میں کسی جانور کی کھال لٹک رہی تھی۔ عمرؓ رونے لگے۔ حضرت صلعم نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ قیصر و کسریٰ مزے لوٹ رہے ہیں اور پیغمبر خدا اس تکلیف میں ہے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ کیا تم خوش نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ نے دنیا لی اور ہم نے آخرت۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ازواج کو طلاق دی۔ رسول خدا نے فرمایا نہیں۔ عمرؓ کے منہ سے جوش مسرت میں بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ نکلا اور وہ جلد

مسجد نبوی میں آئے جہاں صحابہ منعم بیٹھے تھے اور ان کو یہ مژدہ سنایا۔ چونکہ ایلاء کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ رسول خدا بھی مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

”اے پیغمبر اپنی عورتوں سے کہدے کہ اگر تم کو دنیاوی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تمہیں بھرتی جوڑے دے کر بطرزا حسن نصحت کروں اور اگر خدا اور خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے“

مسجد سے اٹھ کر رسول خدا صلعم پہلے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں گئے اور انہیں یہ آیت سنائی اور کہا لو بتاؤ اب کیا چاہتی ہو دونوں باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ حضرت عائشہؓ ایک ماہ تک رسول خدا کی جدائی کا صدمہ برداشت کر چکی تھیں ان کو اس آیت کی بھی خبر تھی جو ان کی اور حفصہؓ کی شان میں اتر چکی تھی۔

”اگر تم دونوں خدا کی طرف توجہ کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اگر ان کے مقابلہ میں لگا کر تو خدا اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور ان کے بعد فرشتے رسول خدا کے مددگار ہیں۔“

اس لئے اپنے سر جھکا کر کہا کہ میں سب کو چھوڑ کر صرف خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ باقی ازواج نے بھی یک زبان یہ ہی جواب دیا اور اس طرح پر اس عظیم سازش کا خاتمہ ہوا۔

۹۔ ہجری کو مورخ عام الوفود یعنی ایلچیوں والا سال کہتے ہیں۔ اس سال کثرت سے ایلچی حاضر ہوئے جن سے رسول خدا نہایت مہربانی سے پیش آئے آپ کے اخلاق۔ مروت اور تعلیم دین نے ان ایلچیوں پر اس قدر اثر کیا کہ جب وہ واپس ہوئے تو ان کے سینے کینوں سے خالی تھے وہ جناب کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ دیکھ کر حلقہ بگوش ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ گروہ مسلمان ہونے لگے اور تمام عرب میں اسلام کی روح افزا نسیم چلنے لگی۔

اب وہ وقت تھا کہ مدینہ و بائے کفر سے پاک اور صاف ہو گیا۔ اب نہ قریش و یہود کا فساد تھا نہ قبائل عرب کا عناد۔ نو سال میں مدینے کی کا یہ پلٹ گئی۔ جہالت کا اندھیرا کافور ہو گیا۔ پرتو اسلام سے عالم نورا علی نور ہو گیا۔ تقویٰ اور طہارت نے

ضلالت کی ہستی مٹادی اور اخوت و ہمدردی نے ہر طرف ایک جوئے شیر بہادی۔
خلق اور مروت نے ضیافت کے دسترخوان بچھا دیئے اور شعل حق پرستی نے بُت پرستی
کے دھوئیں اُڑا دیئے۔

اب اس لالہ زار اسلام میں صرف ایک خاردار جھاڑی موجود تھی اور یہ عبد اللہ
بن ابی اور اُس کے متعلقین کا وجود تھا مگر اس سال شوال میں اس کو دفعتاً پیامِ اجل
آگیا۔ رحمتِ عالم نبی اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ابن ابی نے کہا کہ رسول اللہ
میری ایک تمنا ہے۔ فرمایا کیا۔ کہا کہ مجھے اپنا پیر ہن عطا ہو اور اُس میں مجھے دفن کیا
جائے۔ آپ کو وہ وقت یاد تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد حضرت عباسؓ کو اُس نے
اپنا کرتا دیا تھا۔ آپ نے فوراً اپنا پیر ہن اُس کے حوالہ کیا۔ اُس نے کہا کہ ایک اور آخری
درخواست ہے فرمایا کہو۔ بولا کہ میرے جنازہ کی نماز آپ پڑھائیں اور میرے حق میں
دُعائے مغفرت فرمائیں۔ کریم النفس نبی نے اس آخری سوال کو بھی رد نہ کیا۔ جب
ابن ابی مر گیا تو آپ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھانے چلے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ
یہ منافق تھا اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں۔ رسول خدا نے کہا کہ اے عمرؓ بخشنا بخشنا
خدا کے اختیار میں ہے لیکن جو بات میرے اختیار میں ہے اس سے میں باز نہیں ہو سکتا۔
اس الطاف اور کرم کا یہ اثر ہوا کہ قریباً قریباً تمام منافق سچے مسلمان ہو گئے۔

اس سال میں جب نبی و شجر اسلام جس کی چھاؤں سے تمام عالم نے آرام
کرنا تھا مستحکم ہو گئی اور ہر طرف سے ہر طرح کی تسلی ہو گئی تو سورۃ النصر نازل ہوئی۔
اذ جاء نصر اللہ والفتح۔ ورايت الناس يدخلون في دين اللہ افواجا۔
فسبح بحمد ربك واستغفره انہ كان توابا

”جب کہ خدا کی مدد آئی اور فتح اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ دین کے فدائی جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے
بزرگوار کی حمد کیساتھ تسبیح میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو بیشک وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔“
جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سورۃ کو سنا تو کہنے لگے یا رسول اللہ اس سے
ہوئے مفارقت آتی ہے اور رونے لگے۔

باب (۱۵)

سلسلہ ہجری

اب سلسلہ ہجری شروع ہوا۔ اب حبیب کبریٰ نے بخران صوبہ یمن کے باشندوں کو جو عیسائی تھے ہدایت نامہ بھیجا۔ اس کے جواب میں وہاں سے جو وہاں عالم وکیل بن کر آئے۔ جب خدمت عالی میں پیش ہوئے تو آپ نے ان کو سمجھایا کہ اسلام کا سبق سچی توحید ہے اگر آپ حضرت مسیح کو اس لئے خدا کا بیٹا کہتے ہو کہ ان کا والد نہ تھا اور وہ بغیر باپوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو حضرت آدمؑ پر جب اولاد کے خدا کے فرزند تھے کیونکہ ان کے ماں اور باپ دونوں نہ تھے اس دلیل کا دیکھنا کو کوئی جواب نہ سوچھا انہوں نے صرف یہ کہا کہ ایک یعنی تین میں ایک کا مسئلہ اسرار خدا ہے اور ہماری ناقص عقل اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو رسول خداؐ حکم الہی مباہلہ کے لئے مستعد ہو گئے اور کہا کہ آؤ فریقین اپنے اپنے بچوں کو لیکر نکلیں اور دو عاکریں کہ جھوٹا نیست و نابود ہو جائے۔ عیسائیوں نے منظور کیا۔ دوسرے دن حضرت مباہلہ کے لئے حسب وعدہ نکلے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے۔ امام حسنؑ کی انگلی پکڑی ہوئی تھی۔ آپ کے پیچھے جناب سیدہ زہراؑ خاتون تھیں ان کے پیچھے حضرت علیؑ مرتضیٰ تھے۔ ابوالحارث نے جو گروہ انصار کا سردار تھا کہا کہ اے میرے ہمراہیو کیا دیکھتے ہو یہ صورتیں جو میرے روبرو ہیں ان کی دعا کبھی خالی نہ جائیگی خبردار مباہلہ نہ کرنا ورنہ تمہاری موت یقینی ہے۔ گروہ انصار پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مباہلہ سے دست بردار ہوئے۔ لیکن مسلمان ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم سے عہد نامہ ہو جائے اور ہمیں امان دی جاوے حضرت صلعم نے عہد نامہ تحریر کر دیا جس کے رو سے ان لوگوں کو کامل آزادی عطا کی اور اختیار دیا

مباہلہ

کہ اپنے طور پر اور اپنے طریقے پر جس طرح چاہیں عبادت کریں۔ راہب اور پادری اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں اور جب تک نقص امن نہ ہو کسی قسم کا تعرض نہ ہوگا۔ پھر رسول کریم نے ان لوگوں سے حسب منشا حضرت ابو عبیدہ کو ان کے ہمراہ کر دیا کہ ان لوگوں کو وعظ کر کے ان کے دل سے شکوک رفع کریں۔ چند دن کے بعد واعظ کی سعی سے عیسائی علماء دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔

خسر و پرویز کے بعد باذان نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ حاکم یمن تھا۔ جب اُس نے وفات پائی تو حضرت رسول خدا نے یمن کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کا حاکم ابو موسیٰ اشجری ہوا۔ دوسرے کا معاویہ بن جبل اور تیسرے کا شہر لیسپر باذان۔

رسول خدا نے ان ہر سہ عالموں کو ہدایت کی کہ رشوت حرام ہے۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ ظلم نہ کرنا۔ یتیموں اور غریبوں کی آہ سے ڈرنا۔ اہل کتاب کو تعلق اور مدارا سے تعلیم سلام دینا۔ یمن کے انتظام سے فارغ ہو کر جناب رسول نے صوبہ یامہ کی طرف توجہ کی جناب علیؑ کو وہاں بھیجا اور فرمایا کہ اے علیؑ اگر تیری سعی سے ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ شیر خدا تو گل بخدا وہاں گئے اور اس خلوص دل اور خضوع اور خشوع سے کوشش کی کہ قبیلہ عبد الممدان تمام مسلمان ہو گیا۔

جب اس روحانی اہتمام اور حقانی انتظام سے رسول خداؐ فارغ ہوئے تو حج کے ایام قریب آگئے۔ آپؐ ۲۵ ذیقعد کو مدینے سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اچھے آپؐ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص نے حج کرنا ہے وہ ہمراہ چلیں۔ لوگ اشارہ چشم کے منتظر تھے ایک مجمع کثیر اور مخفیہ ہر کاب ہولیا عرفات کا سارا میدان انسانی سروں کا ایک قلوم ذخار اور بحر ناپیدا کنار بن گیا۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ عالم جاہل۔ غریب اور امیر۔ منعم اور فقیر۔ جوان اور پیر۔ کالے اور گورے۔ محمود اور ایاز۔ مسکین اور گردن فراز سر کھولے ایک چادر اوٹھے ذوق و شوق مجتہد بن کر بیتک بیتک کہہ رہے تھے۔

اللہ اکبر۔ وہی تیم جو کفالت کا محتاج تھا جس کے راستہ میں کانٹے پھٹے جاتے

تقسیم یمن

اسلام یامہ

حجۃ الوداع
شعبہ

تھے۔ جس پر راہ چلتے ہوئے پتھر پھینکے جاتے تھے جس پر خاک اڑانی جاتی تھی۔ جس کو شہر سے باہر محصور کیا گیا۔ جس نے فار میں پناہ لی۔ جس نے مکہ کو بیدل ہو کر چھوڑا۔ جس سے سوائے محدودے چند جان نثاروں کے سب نے منہ موڑا۔ اس وقت سالار بیت الحرام بنا کھڑا تھا اور اس کے علم رحمت کے تلے ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا پرست شراب عقیدت سے مخمور اور رات کے نشے میں چور کھڑے تھے۔ دل صاف نیت پاک تھی اور منہ میں بان بجائے خود مسواک تھی۔

دوپہر کے بعد جبل عرفات پر کھڑے ہو کر عرب کے اُمّی نبیؐ نے ایک خطبہ پڑھا گویا فصاحت اور بلاغت کے جسم میں جان ڈال دی۔ خلاصہ خطبہ کا یہ تھا۔

”اے حاضرین اہل اسلام خدا جانے اگلے سال میں تم میں ہوں یا نہ ہوں میری گفتگو غور سے سُنو اور اس پر توجہ کرو۔ یہ مہینہ تمہارے لئے مقدس ہے۔ اسی طرح ہر سال اس خدا کے گھر میں حاضر ہو کر مسلمانو یا اور کھو کہ کسی کا خون کرنا یا کسی کا حق چھیننا حرام ہے۔ تم نے ایک دن خدا کے روبرو حاضر ہو کر حساب دینا ہے۔ دیکھو عورتوں کے حقوق نہ بھولنا۔ عورتیں خدا کے حکم سے تمہارے تصرف میں آئی ہیں اگر ان کی حق تلفی کرو گے تو خدا کے بندار ہو گے۔ غلاموں سے سختی نہ کرنا۔ جیسا کھانا خود کھانا ویسا انہیں کھلانا۔ جیسا لباس وغیرہ پہننا ویسا انہیں پہنانا۔ اگر ان سے کوئی ایسا تصور ہو جائے جسے تم معاف نہیں کر سکتے تو ان پر ظلم نہ کرنا وہ خدا کے بندے ہیں۔ گزارہ نہ ہو تو جڈا کر دینا۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کا مال زبردستی نہ لینا اگر وہ خوشی سے دے تو جائز ہے۔ مسلمانوں قرآن مجید ایسی شے ہے کہ وہ ہدایت کے راستہ کا چراغ ہے وہ گمراہی سے تمہیں بچائے گا۔ اخلاص۔

اخوت اور اتفاق سے کبھی منہ نہ موڑنا یہ تین چیزیں بے بہا ہیں۔“

خطبے سے فارغ ہو کر رسولؐ خدا نے لوگوں سے پوچھا مسلمانوں قیامت کے دن تم سے خدا پوچھے گا کہ میں نے تم سے کیسا برتاؤ کیا اور اپنا فرض کس طرح ادا کیا کہو کیا جواب دو گے چاروں طرف سے صدائیں آئیں کہ آپ نے حق رسالت پورا کیا احکام خدا ہمیں بطرز احسن پہنچا دیئے۔ یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے تین بار کہا

”اللہم اشہد۔ اللہم اشہد۔ اللہم اشہد“ یعنی اے خدا تو گواہ ہو خطبہ سے فارغ ہوئے تو فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔

ایدم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً
 ”آج ہم نے دین کو کامل کیا اور تم پر نعمتوں کو پورا کیا اور تمہارے لئے ہم نے اسلام کا دین ہونا پسند کیا“
 حج سے فارغ ہو کر ذوالحجہ کے مہینے میں صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ واپسی میں آپ کو معلوم ہوا کہ صوبہ یامہ کی نظامت میں بعض آدمی حضرت علیؑ سے بدگمان ہیں آپ راہ میں ٹھہر گئے لوگوں کی غلط فہمیاں رفع کیں اور حضرت علیؑ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کہا کہ اے خدا تو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

باب (۱۶) سلسلہ ہجری

وفات

مدینہ میں پہنچ کر جناب رسولؐ نے سلسلہ ہجری کے آغاز میں سفر آخرت کی طیاری شروع کر دی۔ آپ اکثر بقیع اور احد کے قبرستانوں میں تشریف لیا کر دُعا اور استغفار میں مصروف رہنے لگے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایام میں ایک دن ہم سب مکان میں بیٹھے تھے کہ جناب سیدہ فاطمہؓ تشریف لائیں اور جناب رسولؐ نے اپنی عادت کے موافق بہت پیار سے اپنے پاس بٹھالیا اور فاطمہؓ کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سن کر وہ رونے لگیں۔ پھر کچھ آپ نے فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ مجھے تعجب ہوا۔ جب فاطمہؓ

جانے لگیں تو میں نے ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا اس وقت انہوں نے کچھ نہ بتایا لیکن بعد وفات پیغمبر بتایا کہ آنحضرتؐ نے مجھے کہا تھا کہ اب سفر آخرت درپیش ہے۔ اس پر میں روئی جب انہوں نے کہا کہ میرے سبب رشتہ داروں میں سے پہلے تم ہی مجھے ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔

بخاری سے روایت ہے کہ وفات سے چند دن پہلے آپؐ کوہ احد میں تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیدان پر الوداعی نماز پڑھی۔ پھر مدینہ کے گورستان بقیع میں جا کر اہل قبور کے لئے آدھی رات کے وقت دعا کی اور دونوں مقامات پر اِنَّا کُمْ لَلْآحِقُّوْقِ کَ الْفَاظِ کہے۔

ماہ صفر کے اخیر میں چہار شنبہ کے دن آپؐ جناب میمونہ کے گھر میں تھے کہ درد شروع ہوا اور لحظہ بلحظہ طبیعت بگڑتی گئی آخر شدت کا بخار ہو گیا۔ اس وقت آپ نے ام المومنین میمونہ کے ہاں سب بیویوں کو بلوایا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دو تو بیماری کے ایام میں عائشہ کے گھر بسر کروں۔ سب نے آپؐ کا منشا دیکھ کر کہا کہ بہت بہتر بسر و چشم یہ سن کر آپؐ بوجہ نقاہت فضل بن عباس اور علیؑ رضی اللہ عنہما کے سہارے سے جناب عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے۔ ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ خدا کے رسولؐ نے اس وقت سر سے رومال باندھا ہوا تھا میں نے اُسے ہاتھ لگایا تو بدن سے سینک آتا تھا۔ جب حضرتؐ کی طبیعت ناساز ہوا کرتی تھی تو یہ دعا پڑھ کر اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک
شفاء لا یغادر سقما

”اے انسانوں کے خدا خون کو دہر کر دے اور تندرستی عطا فرما۔ شفا دینے والا تو ہی ہے سدا رہی شفا کا نام شفا ہے تو تجھ سے ملے اور ایسی شفا دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔“

حضرت عائشہؓ نے یہ دعا پڑھی اور رسول کریمؐ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ حسب دستور ہاتھوں کو جسم پر پھرا دیں مگر آنحضرتؐ نے ہاتھ پرے ہٹالئے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ غُفْرٰلِی

والحقتی بالرفیق الاعلیٰ۔

صحابہ میں سے کسی کو ذات لجنب کا اندیشہ ہوا لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ شیطانِ مرض ہے خدا مجھ پر لائق نہیں کرے گا۔ حرارت کا بہت غلبہ تھا آپ دم بدم پہلو بدلتے تھے فرمایا کہ سات مشکیں پوری کی پوری مجھ پر بہا دو۔ اسی وقت سات مشکیں منگائی گئیں اور اتم المؤمنین حصہ کے طشت میں بٹھا کر آپ پر بہائی گئیں اس سے آپ کو بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے فرمایا اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ پھر دعائی کہ اے خدا میری قبر کو میرے بعد مت نہ بنا دو بچو اور لوگوں کو تاکید کی کہ دیکھنا گمراہ قوموں کی طرح گور پرست نہ ہونا۔ ابنائے جنس کے ساتھ نیکی کرنا۔ وفا پیشہ انصار کی رعایت کرنا۔ اہلبیت کی حرمت کا خیال رکھنا اور عبادت الہی نہ چھوڑنا۔

اس مرض سے آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اس لئے حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے کاندھوں پر سہارا دیتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ اس جگہ مجمع کثیر تھا عورتیں اور لڑکیاں تک دیدار نبی کے لئے گھروں سے نکل آئی تھیں۔ رسول خدا نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مسلمانوں۔ اب میرا وقت قریب ہے اگر میں نے کسی کو کچھ تکلیف دی ہے تو ہوقت مجھ سے اس کا بدلہ لیلے۔ اگر کسی کا مجھ پر حق ہو صاف ابھی کہہ دے۔ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا حضور میرے تین درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں آپ نے اپنے نام سے مجھ سے ایک فقیر کو دلائے تھے۔ آپ نے فضل بن عباسؓ کی طرف اشارہ کیا انہوں نے فوراً تین درہم ادا کر دیئے اس وقت آپ نے فرمایا کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت بہتر ہے۔ اخیر میں آپ نے حاضرین کے لئے دعا فرمائی اور بقول طبری یہ آیت پڑھی۔

تلاب الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوانی الارض ولا
فسادا والعاقبۃ للمتقین

یہ آخرت کا گھر ہے جس کو ہم نے خاص کر ان کے لئے رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی بڑائی کرنا

نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں۔ عاقبت پر یہ لوگوں کے لئے ہے۔

اس کے بعد آپ جناب عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بہت روئے اور آپ کی بیماری میں چالیس غلام آزاد کئے۔

مورخان یورپ کا خیال ہے کہ آپ کو نمونیا ہو گیا تھا اور شش میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ ہماری رائے میں نمونیا نہ تھا صرف بخار تھا۔ آپ کو چوداں دن بخار رہا اور چوداں دن میں سے گیارہ دن خود نماز پڑھاتے رہے۔ گیارہویں دن عشا کی نماز پڑھانے کے لئے تین دفعہ مسجد میں جانے کی تیاری کی تینوں ہی دفعہ وضو کرتے ہوئے یہ ہوش ہو گئے۔ آخر فرمایا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں جب حضرت ابو بکرؓ خدا کے رسولؐ کے مصالے پر کھڑے ہوئے تو ان پر اور صحابہ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی اس وقت طبیعت کچھ درست تھی اس لئے مسجد میں تشریف لائے۔ ابو بکرؓ نے چاہا کہ آپ کے لئے جگہ چھوڑ دے مگر آپ نے ہاتھ سے منع کیا اور ان کے بائیں ہاتھ نماز ادا کی۔

نماز کے بعد آپ نے حاضرین سے کہا کہ مسلمانو! اب میں تمہیں خالق عالم کے سپرد کرتا ہوں۔ اب میں دنیا سے علیحدہ ہونے والا اور دنیا چھوڑنے والا ہوں خدا تمہاری نگرانی کرے گا۔

حضرت عائشہؓ کے پاس سات دینار تھے فرمایا فی سبیل اللہ خرچ کرو تا کہ دنیا سے بالکل فارغ البالی ہو۔

بخاری میں ہے کہ جس رات صبح کو انتقال ہونا تھا اس رات چراغ کا تیل حضرت عائشہؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتاً منگوا لیا تھا اور زرہ نبویؐ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو میں گروی تھی۔

آخری دن طبیعت کچھ اس قدر درست ہو گئی کہ لوگوں کو صحت کا احتمال ہو گیا۔ خدا کے رسولؐ نے صبح کے وقت حجرہ عائشہؓ کا پردہ اٹھایا جو مسجد کی طرف تھا اور

دیکھا کہ صفیں درست ہیں۔ مسلمان نماز میں مشغول ہیں اس مقدس نظارہ سے آپ کے چہرہ پر بشارت نمودار ہوئی۔ اور آپ نے صبح کی نماز حضرت ابو بکرؓ کی امامت میں ادا فرمائی جب نماز ادا کر کے واپس تشریف لائے تو یک قلم طبیعت نے پلٹا کھایا اور حالت نزع طاری ہو گئی۔ اس وقت پانی کا ایک پیالہ سر ہانے رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہؐ اس میں ہاتھ ڈال کر ماتھے پر بار بار پھیرتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سُرخ کبھی زرد ہو جاتا تھا بقول بخاری زبان پر لا الہ الا اللہ ان للموت سكرات کے الفاظ جاری تھے۔ جناب فاطمہؓ پاس بیٹھی تھیں ان کی طرف دیکھا اور فرمایا بیٹی موت آرزوؤں کے خاک میں ملانے والی۔ تمناؤں کو قطع کرنے والی۔ عزیزوں میں جدائی ڈالنے والی۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنے والی ہے۔ یہ سن کر جناب سیدہ روڑھی آپ نے دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھیں اور فرمایا روڑھی نہیں پھر حسن اور حسین آئے دونوں کو نانا سے بہت اُلفت تھی دونوں رونے لگے آپ نے دونوں کو چومنا اور اُن کے احترام کے بارے میں وصیت کی۔ پھر ازواج مطہرہ کو بلایا اور تشفی دی۔ روایت ہے کہ اس وقت جناب صفیہؓ کو سخت رنج تھا انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ کا مرض خدا کر کے مجھے ہو جائے یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے دوسری ازواج کی طرف دیکھا اور آنکھ سے اشارہ کیا رسول خدا نے دیکھ لیا اور کہا کہ صفیہؓ نے جو کچھ کہا ہے وہ سچی محبت کی وجہ سے کہا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا انہوں نے سر مبارک گود میں لیلیا۔ آپ نے فرمایا علیؓ صبر کرو۔ لوٹدی اور غلام پر کبھی سختی نہ کرو انہیں خوب کھلاؤ پلاؤ اور اُن سے نرمی سے بات کرو۔ حضرت علیؓ باہر چلے گئے تو جناب صدیقہؓ نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ عبد الرحمن بن ابوبکرؓ تشریف لائے اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ اس وقت طاقت گویائی کم تھی بار بار مسواک کی طرف دیکھتے تھے میں نے پوچھا کیا مسواک چاہئے آپ نے اشارہ سے کہا ہاں میں نے مسواک لیکر اپنے منہ میں نرم کر کے دی آپ نے مسواک لیلی اور کی۔ اس وقت زبان مبارک سے نکلا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ و مالکت ایمانکم پھر فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ یعنی خدا سب سے

بڑا رفیق ہے۔ اس کے بعد آنکھ کی ٹپلی پھیلنے لگی اور ۱۳ ربیعِ سالہ ہجری روزِ دو شنبہ کو
بعض تریسٹھ سال پانچ دن قمری اور بعض اکٹھ سال ۱۵ یوم شمسی بوقت چاشت مطابق
الرجوان ۱۳۷۶ فیضِ قدسی اعلیٰ علیہین کو سدھارا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کے رسول صلعم کی وفات کا جو صدمہ جناب فاطمہؑ کو ہوا قابل بیان نہیں ہے
آپ رو رہی تھیں اور فرما رہی تھیں۔ اے پیارے باپ آپ جنت کو سدھارے
آہ اب وحی کس پر آئیگی اور جبرئیل کس پر اترے گا۔ اے خدا مجھے میرے باپ کے
پاس پہنچادے۔ اے خدا مجھے اپنے رسول کا دیدار دکھا اور میری مصیبت دور کر۔
حضرت عائشہؓ کا غم بھی کسی طرح جناب فاطمہؑ کے غم سے کم نہ تھا۔ ان کے جگر خراش
فقر وں سے کلبجے لہو ہو رہے تھے۔ ان کے اظہارِ غم کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ میرا درویش وہ
میرا فقیر وہ امت کی خاطر رات کو نہ سونے والا وہ احسان مجسم وہ جس کے موتی جیسے
وانت پتھر سے توڑے گئے وہ جس کی نورانی پیشانی زخمی کی گئی وہ جس نے پیٹ بھوکے کبھی جو
کی روٹی بھی نہیں کھائی۔ آہ آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔

صحابہ جو آپ پر جان دیتے تھے غم سے دیوانے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ
انہیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ خدا کے رسول نے انتقال فرمایا۔
حضرت ابو بکرؓ گھر میں گئے جسمِ اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما اور بھول
بخاری رو رو کر کہا کہ اے میرے رسول تجھ پر میرے ماں باپ فدا واللہ اللہ تجھ پر
دو موتیں وارد نہ کرے گا یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔

جناب عائشہؓ کے حجرہ سے جناب ابو بکرؓ مسجد میں آئے اور آپ کی وفات کا اعلان
کیا۔ اپنے فرمایا کہ جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ انتقال کر گئے اور جو
شخص اللہ پاک کی عبادت کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اللہ نے فرمایا
ہے کہ محمدؐ ایک رسول ہے ان سے پہلے بہت سے پیغمبر اور رسول ہو چکے ہیں۔ اگر
محمدؐ نے وفات پائی ہے تو کیا تم لوگ برگشتہ ہو جاؤ گے اگر برگشتہ ہو بھی جاؤ تو خدا کو
کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو شکر گزار ہیں جزا خیر دے گا۔

یہ خطبہ سن کر لوگوں کو جو سرا سیمہ اور سرگردان تھے کچھ صبر نسا آگیا۔

روایت ہے کہ سرورِ عالم کے قیام گاہ کے قریب ایک پردہ بنایا گیا اور حضرت علیؑ حضرت عباسؑ حضرت فضلؑ اسامہؑ قثم اور شقران نے باقاعدہ غسل دیا۔ امیر الغسال علی مرتضیٰؑ تھے غسل کے وقت جناب کا لباس نہیں اتارا گیا جسوقت غسل دیا جا رہا تھا حضرت علیؑ کے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان یہ درد لادوا ہے۔ اس غم کا کوئی علاج نہیں ہے مصیبت کبھی جا نہیں سکتی آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کبھی نہ گئی تھی۔ اپنے رب کے روبرو جا کر ہمیں بھول نہ جانا۔

کفن کے بارے میں مختلف روایات ہیں تحقیق یہ ہے کہ آپ کو تین کپڑوں میں دفنایا گیا۔ پہلے رشتہ داروں نے۔ پھر مردوں نے۔ پھر عورتوں نے۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ جناب عائشہؓ چونکہ اسقدر وسیع نہ تھا کہ بہت سے آدمی کی بارگی وہاں نماز پڑھ سکتے اس لئے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ دس دس شخص اندر جاتے تھے اور جب وہ فارغ ہو کر باہر آتے تو دس اور اندر جاتے تھے یسارہ لگاتار جاری رہا اس لئے جناب سرورِ عالم انتقال سے قریباً ۳۲ گھنٹوں کے بعد حجرہ جناب عائشہؓ میں دفن ہوئے۔

دفن کے بعد جناب فاطمہؓ نے نہایت حسرت اور رنج کے ساتھ حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے کس دل سے میرے باپ کو زمین میں اتارا اور اس پر اسقدر مٹی ڈالی۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ حکم رب یہی تھا صبر کرو۔

اگرچہ وہ مقدس مشعل ہماری دنیاوی نگاہوں سے غائب ہے مگر سیکڑوں جھاڑ ہزاروں فانوس اور سرد چراغاں۔ اور لاکھوں قندیلیں۔ کنول۔ چھاپے۔ اکتے اور ٹے جو اُس سے روشن ہوئے اب تک جگمگ کر رہے ہیں اور قیامت تک علم اور سائنس کی آنکھیں ان سے خیرہ ہوتی رہیں گی۔»

باب (۱۷)

طبعی عادات اور حالات

حلیہ مبارک

آنحضرت کی تصویر لفظوں کے ذریعہ اتارنے کو ہم نے بہت چاہا کہ ہمیں شبہ مبارک کہیں سے دستیاب ہو مگر بڑی چھان بین کے بعد یہ ہی ثابت ہوا کہ آپ نے کسی مصور کو تصویر کھینچنے کی اجازت نہیں دی۔ بت شکنی کی بیخ کنی کے لئے آپ تصویروں کے ہمیشہ مخالف رہے۔ آپ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ گھر میں ایسا پردہ لٹکایا جائے جس پر تصویر تھی۔ فوراً وہ پردہ اتار لیا اور پھاڑ دیا گیا اور جناب عائشہؓ کو اجازت نہ دی کہ تصویر الاتکیہ گھر میں رکھیں۔

ہارس ورتھ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ جہان کی جلد پانچ صفحہ ۱۹ پر جہاں اسلام کے زمانہ شجاعت کا ذکر ہے ایک تصویر جناب رسول کی درج کتاب کی ہے۔ جس میں صاحب تصویر کی لمبی مونچھیں کانوں تک ہیں اور ان سے ہونٹ بالکل دکھائی نہیں دیتے اور طرفہ یہ ہے کہ عمامہ پر سامنے کی طرف ایک پروں کا طرہ آویزوں سے بہہ تصویر بالکل خیالی ہے اس میں وہ باتیں مطلق نہیں ہیں جن کا ذکر پرانی عربی کتابوں میں موجود ہے۔ تعجب ہے ہارس ورتھ جیسے معزز مصنف نے ایسی سخت غلطی کر کے اپنی عزت کے دامن پر داغ لگالیا۔

مولوی حاجی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے بھی ایک بار ایک ایسی اخبار میں جناب رسول کی خیالی تصویر دکھی تھی۔ یہ تصویر ایک بڑے صفحے پر ہے۔ ایک شخص عربی لباس میں باریش و فش کھڑا تھا اور اس کے شانہ پر ایک کبوتر بیٹھا ہوا تھا۔ خیال فرمائیے کہ بانی اسلام اور یہ تصویر۔

واشنگٹن ارونگ سے بھی اسی قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے مورخوں کے لئے ایسی

جرات ہماری رائے میں اخلاقی گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا۔
 صوفی منش اصحاب نے حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے اس مبالغہ سے کام لیا ہے
 کہ ان کی نازک خیالی کو کاغذی پیرہن پہنانے کی گستاخی ہم سے نہیں ہو سکتی۔
 جہاں تک ہماری تحقیقات کو رسائی ہو سکی ہے اس سے حلیہ مبارک حسب ذیل
 ثابت ہوتا ہے:-

قامت میاں تھا۔ نہ بہت لمبائے ٹھنکنا۔ یوں کہنا چاہئے کہ بلندی کی طرف راغب
 تھا اور جس مجمع میں آپ کھڑے ہوتے تھے سب سے سر بلند معلوم ہوتے تھے۔ رنگ سُرخ و
 سپید تھا مگر بالاحت۔

روایت ہے کہ جناب عائشہؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ زیادہ حسین ہیں کہ یوسف
 علیہ السلام۔ آپ نے فرمایا کہ میں ملیج ہوں اور بھائی یوسفؑ بہت گورے تھے۔
 مصنف تاریخ جیب اللہ رقم طراز ہے کہ آپ کے ملیج ہونے میں ایک نکتہ ہے۔
 نمک کی یہ تاثیر ہے کہ دوسرے کو آپ سا کر لیتا ہے۔

ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد آخر

سر بڑا تھا بال لمبے اور گھنے کبھی دوشس مبارک تک ہوتے تھے کبھی نرم گوش
 تک۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ بالوں میں مانگ نکالتے تھے برخلاف اس کہ یہودی بالوں کو
 یوں ہی چھوڑ دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ بھی یہودیوں ہی کی موافقت کرتے
 تھے۔ کان موزوں تھے۔ پشانی فراخ اور روشن تھی۔ ابرو کمان کی صورت پیوستہ معلوم
 ہوتے تھے مگر فی الحقیقت پیوستہ نہ تھے دونوں میں فرق تھا اور دونوں کے درمیان
 ایک رگ تھی کہ غصہ کے وقت پھول جاتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی دلکش تھیں جن میں
 سُرخ ڈورے نہایت خوبصورت معلوم ہوتے تھے آنکھوں کی پٹلیاں سیاہ تھیں۔
 جناب کی آنکھیں بغیر سُرمہ سُرگین تھیں۔ رُخسارے پُر گوشت اور نرم لیکن پھولے ہوئے
 نہ تھے۔ ہونٹ نہایت خوشامیزہ فراخ مگر موزوں و انت سفید اور مجلے تبسم کے وقت
 ان میں بجلی کی چمک نمودار ہوتی تھی۔ چہرہ بحالت مجموعی نہایت دلکش۔ آواز میں بھاری پن

ریش بھری ہوئی تھی۔ گردن بلند اور سانچے میں ڈھلی ہوئی۔ دستس پر گوشت تھا۔ دونوں کندھوں میں فرق تھا جیسا کہ طاقتور آدمیوں میں ہوا کرتا ہے۔ سینہ فراخ۔ پیٹھے اور جوڑے مضبوط تھے۔ ہاتھ نرم اور ملائم تھے۔ بغلیں سفید جن میں بال قدر تانے تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان ایک گوشت کا ٹکڑہ بیضہ کبوتر کی طرح ابھرا ہوا تھا اس کے گرد تل اور چھوٹے چھوٹے بال تھے اس کو ہر نبوت کہتے ہیں۔ سینہ کے سوا اور کہیں جسم پر بال نہ تھے۔ شکم بالکل ہموار تھا تو نذک کہیں نام و نشان ہی نہ تھا۔

آپ کا پسینہ خوشبودار تھا۔ خطیب ابن عساکر ابو نعیم ویلی نے دو طریقہ پر محمد بن اسمعیل بخاری سے روایت کی ہے اور بخاری سے عمر بن محمد بن جعفر نے ان سے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ان سے ہشام بن عروہ نے انہوں نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ جناب صدیقہؓ بیٹھی ہوئی سوت کات رہی تھیں اور آنحضرتؐ اپنا جوتا سی رہے تھے کہ آپؐ کی پیشانی پر عرق آنے لگا اور پسینہ میں ایسا ٹور پیدا ہوا کہ آپؐ مہوت ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپؐ بخود کیوں ہو گئیں تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی پیشانی عرق آلودہ ہو رہی ہے اور پسینہ ایسا ٹور پیدا کر رہا ہے کہ آپؐ کبیر الہنسر لی شاعر کے اشعار کے پورے مصداق ہیں۔ یہ سن کر جناب رسولؐ نے حضرت عائشہؓ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بہت خوش ہوئے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ صبح کے وقت کپڑا سی رہی تھیں ابھی منہ اندھیرا تھا۔ انہوں نے سوئی کو ڈھونڈا نہ ملی اتنے میں جناب رسولؐ آگئے آپؐ کے چہرہ اقدس کی ٹورانی ضیاء سے وہ سوئی مل گئی۔ جناب صدیقہؓ نے اس واقعہ سے آپؐ کو آگاہ کیا آپؐ نے فرمایا اے حمیرا افسوس ہے۔ پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے اس شخص پر جس نے نظر کو میرے چہرہ سے حرام کیا۔ ابو نعیم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورتی میں احسن الناس تھے رنگ میں انسانوں سے زیادہ ٹورانی تھے۔ آپؐ کے

چہرہ مبارک کا پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا اور خوشبو میں مشک کی نظیر تھا۔ روایت ہے کہ جو آپ سے مصافحہ کرتا تھا تمام دن اُس کے ہاتھ میں خوشبو آتی تھی اور پسینہ عطر سے بڑھ کر خوشبو دار تھا۔ جس کو چہرے سے آپ گزر جاتے تھے وہاں سے روح افزا خوشبو آنے لگتی اور لوگ جان جاتے تھے کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔

پُرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پس پشت سے آپ کو ویسا ہی نظر آتا تھا جیسا کہ سامنے سے اور آپ کا سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ جسم کثیف ظلمانی کا ہوتا ہے نہ لطیف نورانی کا۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

پس بصر نہ اُثرت سایہ تاشک بدن یقین نیفتد

یعنی ہر کس کہ پرواوست پیدا ست کہ بر زمین نیفتد

ڈاکٹر ہنری سمٹھ ولیمز کی تاریخ جہان میں جو پچیس جلدوں میں ہے جلد آٹھ کے صفحہ ۱۳۲ پر جو حلیہ مبارک جناب رسول کا درج ہے وہ اس جلد سے جو ہم نے اوپر لکھا ہے بہت ملتا جلتا ہے۔ اس نے ابن سعد سے لیا ہے۔

بود و باش اور خورد و نوش میں آپ نہایت سادگی طلب تھے کسی قسم کا کھانا ہو جو آپ کے روبرو رکھ دیا جائے تناول فرمالتے تھے صرف صدقہ کے گوشت یا ایسے جانور کے گوشت سے جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے نفرت تھی۔ کئی دن تک برائے نام غذا استعمال کرتے تھے آپ نے جناب صدیقہ سے ایک دن فرمایا کہ اے عائشہؓ تو ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر انہوں نے دریافت کیا کہ کس سے تو حضورؐ نے فرمایا بھوک سے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات چھوہاروں اور خالص پانی پر بسر کرتے تھے۔ اُن چھنا جو کا آٹا آپ کی بڑی خوراک تھی۔ مولینا عبداللہ صاحب لکھنوی حضرت رسالت مآب کی غذا کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

آپ کا معمول تھا کہ جب کھانا آتا تو نہ پھیرتے اور نہ کسی خاص غذا کے فراہم کرنے کی زحمت گوارا کرتے۔ جب پاک اور اچھی غذا سامنے لا کے رکھی جاتی تو اُسے

طرز معاش

ضرورتاً فرماتے اور کسی کھانے کو بُرا نہ کہتے۔ جی چاہتا تو کھا لیتے اور نہ جی چاہتا تو چھوڑ دیتے۔ حلوا اور شہد بہت مرغوب خاطر تھا۔ اکثر ایک پیالہ پانی اور شہد کا پیتے۔ جسے مزہ لے لے کر اور جرعه جرعه کر کے پیتے تھے پھر اُس کے بعد ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ کھل کے بھوک لگتی تب پانی یا روغن کے ساتھ تھوڑی سی جو کی روٹی ملاحظہ فرماتے۔ صاحب سفر السعادت کے بیان کے موافق صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آپ نے مندرجہ ذیل جانوروں کا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے:-

اونٹ۔ بھیر۔ مرغی۔ سرخاب۔ خرگوش مچھلی اور ایک جانور جسے عنبر، بحر می کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے کھجور اور چھوہارے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ دو دھبھی پانی ملا کے اور کبھی خالص نوش فرمایا ہے۔ روٹی چھوہارے کے ساتھ کھائی ہے اور سر کے سے اور صاف کی ہوئی چربی سے بلا کے ہی تناول فرمائی ہے اور جس پانی میں کھجوریں یا چھوہارے بھگوئے گئے تھے اس کو کھیر کے ساتھ ملا کے کھایا ہے۔ بھیر کی بھونی ہوئی کلیجی۔ اُبل ہوا گوشت۔ پنیر اور شوربے میں توڑی ہوئی روٹی یعنی ثرید۔ روغن زیتون کے ساتھ روٹی مسکے کے ساتھ چھوہارے اور تربوز کے ساتھ کھجوریں ملاحظہ فرمائی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی بھی حلال و طیب غذا ہوتی آپ نہ پھیرتے اور کچھ نہ ملتا تو صبر فرماتے حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے شکم مبارک پر تمھرا بندھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دو دو اور تین تین مہینے گزر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔ کھانے کے بعد کوئی نہ کوئی دُعا ضرور پڑھتے جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

الحمد لله الذي اطعمني الطعام وسقني الشراب وكساني العساي و
هداني الضلال لتوبصر من العمى على كثير ممن خلق تفضيلاً الحمد لله رب العالمين
روایت ہے کہ آنحضرت اپنے گھر میں ایک باکرہ لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے
آپ اپنے گھر کے لوگوں سے کبھی خود کھانا نہ مانگتے تھے جو کچھ وہ آگے رکھ دیتے تھے کھا لیتے
تھے۔ کبھی خود اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے لے لیتے تھے۔ ایسے ہی پہننے کی حالت تھی کہ آپ خود
کسی قسم کا لباس نہ مانگتے تھے۔ جو پیش کیا جاتا وہ پہن لیا کرتے تھے۔ اپنے جوتوں میں اور

پارچات میں خود پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک چمڑے کا گدلا تھا جس میں ناریل کے ریشے بھرے تھے۔ یہ ڈوگرو لہیا اور سواگرن چوڑا تھا کبھی اس پر اور کبھی ٹاٹ پر سو جاتے تھے اور ٹاٹ کے نقش آپ کے جسم پر نمودار ہو جاتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ رات کو بھوکھا نہ سونا چاہئے اس سے انسان قبل از وقت بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور المعام میں آیا ہے کہ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانا بھوک رکھ کر کھانا چاہئے ایک تہائی حصہ معدہ کھانے کے لئے ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی خود معدے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ آنحضرت گھر کا کام کاج خود کرتے تھے طبیعت میں مطلق انانیت یا سختی نہ تھی۔ مولشی کو چارہ خود ڈالتے تھے۔ اونٹ باندھتے تھے۔ گھر میں صفائی کرتے تھے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے خادم کو کام کاج میں مدد دیتے تھے۔ سلام میں اونے اعلیٰ سے سبقت کرتے تھے۔ کوئی کیسا ہی حقیر ہو کسی کی دعوت رد نہ فرماتے تھے۔ نیک خو کریم الطبع اور کشادہ روتھے۔

روایت ہے کہ ایک سفر میں اصحاب نے ایک بکری ذبح کی اور آپس میں کام تقسیم کر لئے۔ ایک نے کہا کہ کھال صاف میں گردوں کا ایک نے کہا کہ گوشت میں بناؤں گا ایک نے کہا کہ میں پکاؤں گا آپ نے فرمایا کہ لکڑیاں جنگل سے میں اٹھا لاؤں گا۔ ہر چند صحابہ نے اصرار کیا آپ نے نہ مانا اور جا کر لکڑی اٹھا لائے۔

حضرت انس بن مالک آپ کے خادم تھے وہ کہتے ہیں کہ دس برس میں نے آپ کی خدمت کی جب قدر سفر اور حضر میں میں آپ کا کام کرتا تھا اس سے زیادہ آپ میرا کام کرتے تھے اس دس سال کے عرصہ میں آپ نے نہ مجھے جھڑکانہ گالی دی نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ بخاری میں ہے کہ ایک دن اسی کے حق میں آپ نے دعا کی کہ الہی اسے بہت مال اور اولاد اور اس میں برکت دے۔ آپ کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنسے کبھی ہنسی تبسم تک محدود تھی لیکن چشم پر آب اکثر ہو جاتے تھے۔ نماز تہجد میں بسا اوقات رو پڑتے تھے۔ ایک بار جب آپ کی انا حلیمہ کی لڑکی اسیران جنگ میں برو آئی

تو چشم پر آب ہوئے۔ جب جناب زینبؓ آپ کی دختر کا ہار جو ان کو جہیز میں جناب خدیجہؓ نے دیا تھا آپ نے دیکھا تو رو دئے۔ آپ کے فرزند ابراہیم کی تدفین کے وقت آپ کی آنکھیں نم تھیں جب آپ کی لڑکی دختر زینبؓ سانس توڑ رہی تھی تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔

ایک بار ابن مسعود قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔
فیکف اذا جئنا من کل امة شهید وجئنا بک علی هولاء شهیداً
یعنی تب کیسی ہوگی جب ہر ایک امت پر خدا ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو سب امتوں پر شہادت کے لئے کھڑا کرینگے تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔
مختصر یہ کہ آپ انتہا کے رقیق القلب تھے۔ متحمل مزاج اس قدر تھے کہ بشر کے لئے اس قدر متحمل ناممکن ہے۔

متحمل

زید بن سحنہ یہودی کا اپنے قرضہ دینا تھا وہ یوم وعدہ سے تین دن پہلے آگیا اور شدید تقاضا کیا یہاں تک کہ آپ کی چادر شانہ سے اتار لی اور کہا کہ تمہارا خاندان مشہور ناوہند ہے یہ حال دیکھ کر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا انہوں نے یہودی کو جھڑکا۔ آپ نے بہ لب تبسم آمیز فرمایا کہ عمرؓ تمہیں لازم تھا کہ مجھے حسن ادائیگی اور ان کو حسن تقاضا سکھاتے یہ کہہ کر یہودی کو کہا کہ ابھی تو تین دن باقی ہیں لیکن اپنا روپیہ لیجا یہ کہہ کر قرضہ ادا کر دیا اور بیس صلح زیادہ دیئے یہ اسلئے کہ عمرؓ نے اسے کیوں ڈرایا اور ہمکایا۔ یہ حال دیکھ کر یہودی مسلمان ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ کے متحمل کا امتحان منظور تھا۔
امام بخاری سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارے کی تھی جھٹکا دیا اور اس زور سے جھٹکا دیا کہ اس کا کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی بولا کہ محمدؐ یہ مال خدا جو تیرے پاس آئے نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا اس میں سے ایک بار شتر مجھے ہی دلادے آپ نے ذرا خاموشی کے بعد کہا مال بیشک خدا کا ہے میں اس کا غلام ہوں یہ کہہ کر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر خرمائے سے دیئے جائیں۔

طائف میں جو زیادتی آپ پر ہوئی وہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ پتھروں کی پوچھاڑ سے آپ اہو میں نہا گئے اور بیہوش ہو گئے مگر پھر بھی زبان پر بدعانہ آئی۔

جنگ اُحد میں کافروں نے زخمی کیا۔ غار میں گرایا۔ دانت توڑے۔ سر پھوٹا۔ مگر پھر بھی کسی کو بددُعا نہ دی۔ صحابہ نے اصرار کیا تو فرمایا میں رحمت ہوں لعنت کے لئے نبی بن کر نہیں آیا۔ پھر بجائے بددُعا کے دُعا کی الہی ان لوگوں کو نیک ہدایت دے۔ جناب عائشہ صدیقہ کا مزاج بوجہ تقاضائے عمر کسی کسی وقت تیز ہو جاتا جب وہ کسی پر ناراض ہوتی تھیں تو آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ اے عولیش یہ دُعا مانگ۔ اے اللہ بخشدے میرے گناہ اور دُور کر میرے غصتہ کو اور بچا مجھے فتنوں سے۔“

جب جناب صدیقہ آنحضرت سے روٹھ جاتی تھیں تو آپ نہایت تحمل سے نہیں مناتے تھے اگر وہ نہ ملتی تھیں تو فرمایا کرتے تھے اچھا کسی کو حکم بنا لو۔ ایک دفعہ ایسا ہی معاملہ درپیش ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا عمر کو حکم بنا لو۔ صدیقہ نے کہا نہیں وہ بہت سخت ہیں میں اپنے باپ کو حکم بناتی ہوں چنانچہ ابو بکرؓ بلائے گئے وہ اٹھ کر صدیقہ کو مارنے لگے آپ دوڑ کر رسول خدا کی پشت سے لگ گئیں جب ابو بکر چلے گئے تو پھر روٹھ بیٹھیں۔ آنحضرت ہنس پڑے کہ ابھی تو میری بیٹھ سے لگی بیٹھی تھی اب بلاتا ہوں تو آتی نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ غصتہ میں تھیں آپ نے فرمایا عائشہؓ جس شخص کو نرمی سے بہرہ ور کیا گیا اُسے دین و دنیا کی نعمتوں کا حصہ دیا گیا جو نرمی سے محروم کرو یا گیا اُسے دین و دنیا کی نعمتوں سے کچھ حصہ عطا نہیں کیا گیا۔ اللہ خود نرم ہے اور نرمی پسند کرتا ہے۔

ایک دفعہ جناب عائشہؓ کی سواری میں ایک شوخ ادنٹ تھا وہ اُس کو سختی سے کبھی دائیں کبھی بائیں پھراتی تھیں یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا اے عائشہؓ سہولت اور ملائمت اختیار کر یہ ایسی شے ہے کہ جس چیز میں برتو اسی کو زینت ہو جائے اور جس میں نہ ہو اسی کو محبوب کر دے۔

شفا قاضی عیاض میں ہے کہ ایک دن سوا و بن عمر آنحضرت کے روبرو دنگین ریشمی کپڑا پہنے ہوئے آگئے۔ آپ نے خط خط فرمایا اور ان کے شکم میں چونکا ہی دیا انہوں نے

تواضع

کہا کہ میں قصاص لوں گا آپ نے فوراً اپنا شکم برہنہ کر دیا۔
 تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے۔ سلام میں سبقت
 کرتے تھے مصافحہ کے لئے خود ہاتھ پھیلاتے تھے۔ صحابہ کو کنیت کے ساتھ پکارتے تھے۔
 کبھی کسی کی بات قطع نہ فرماتے تھے۔ اگر نفل نماز میں ہوتے اور کوئی آجاتا تو نماز کو مختصر کر دیتے
 اور اس کی ضرورت کو پوری کر کے پھر نماز میں مصروف ہوتے۔ اکثر متبسم رہتے۔ آپ کی
 ایک اونٹنی کا ناعضباء تھا اس سے آگے کوئی جانور نہ بڑھ سکتا تھا۔ ایک عربی اپنی سواری
 پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو اس کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی تھیں آپ نے
 مسکرا کر فرمایا کہ خدا اگر کسی کو اونچا اٹھاتا ہے تو نیچا بھی دکھاتا ہے۔

فرد تنی

فرد تنی اس قدر تھی کہ آپ اپنی وہ تعریف جس سے دوسرے نبی کی کسر شان ہو پسند
 نہ فرماتے تھے ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا خیر البریہ آپ نے فرمایا کہ یہ شان حضرت براہیم
 کی ہے ایسا نہ کہو۔

ہم نے بخاری میں آنحضرت کا حکم لا تخیر و بین الانبیاء حال میں دیکھا ہے ہم پہلے
 اس کے واقف نہ تھے اور عالم ناواقفی میں نعتوں میں اس قسم کے اشعار مثلاً
 جناب حضرت دیوانے سے حضرت کے نہ بلجائیں نصیب دشمنان سکتہ نہ ہو جائے بیاباں میں

اور

جمال حمدی کا سن کے شہرہ حضرت یوسفؑ

اور

تمہارا اسمِ عظیم گر نہ کھدواتا ننگینے پر
 ترا گرام لے لیتا تو بیسپاہل میں ہو جاتا
 میں دیوانہ ہوں حضرت کا ذرا اور میں سے کہد
 کھدائیں اسمِ عظیم ہم انگوٹھی کے ننگینے پر
 پے تعظیم حضرت پشتِ خم سب انبیاء یونہی
 ہمیں عشق پیمبر ہنہیجا سے کوئی کہدے
 تو رہتا مور تک باقی نہ سرکار سلیمان میں
 رہا کیوں انتظار پیرہن میں پیر کنعاں میں
 کریں تار نفس سے وہ رقومے گریباں میں
 سنا ہے اسمِ کندہ تھا کوئی مہر سلیمان میں
 کہ شاخ بارور جیسے جھکی ہو باغ رضواں میں
 کئی یوسف گدا ہیں کوچہ چاک گریباں میں

اپنے کہے ہوئے نعتیہ کلام میں نظم کرتے رہے یہ حکم ہم کو بعد میں معلوم ہوا اس لئے ہم صدق دل سے اگر ہم سے کوئی حکم عدولی ہوگئی ہے تو معافی مانگتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا محض جوش عقیدت میں کیا۔

بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی بیابان میں شامل ہوئے۔ لڑکیوں نے آپ کو دیکھا تو گانے لگیں کہ ہمارا پیغمبر ایسا ہے کہ کل کی بات بتا دیتا ہے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا لڑکیو یہ نہ کہو۔

ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور آپ کی ہیبت سے لرز گیا آپ نے اس کو تسلی دی اور کہا میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (بخاری)

عمر رسیدہ اشخاص کی آپ بہت عزت کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت ابو بکرؓ اپنے بوڑھے باپ کو بیعت اسلام کے لئے لائے آپ نے ان کی تعظیم کی اور کہا کہ ان کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

جب مکہ میں سخت قحط پڑا لوگوں نے ہڈیاں اور مردار بھی کھانے شروع کر دیئے۔ ابوسفیان ان دنوں آپ کا جانی دشمن تھا۔ آپ کھے پاس آیا اور کہا کہ محمدؐ تم تو لوگوں کو رحم کی تعلیم دیتے ہو۔ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے آپ نے فوراً دعا کی اور خوب ہی بارش ہوئی۔ (بخاری)

صدیہ کے میدان میں جب وقت مسلمان نماز میں مصروف تھے انہی آدمی چپکے سے کوہنجیم سے اترے تاکہ مسلمانوں کا کام تمام کر دیں مگر سب گرفتار ہو گئے آپ نے سب کو بلا کسی قسم کے معاوضہ کے آزاد کر دیا۔

فتح حنین کے بعد تمام اسیران جنگ کو بلا کسی فدیہ یا سوا کے رہا کر دیا۔ یہ عام حکم تھا کہ اسیران جنگ کی غذا اور لباس عمدہ ہوں۔

بر کے قیدی جب آئے تو وہ سوار تھے اور مسلمان پیادہ پا۔

فتح مکہ کے بعد ان تمام ظالموں کو جنہوں نے آپ کو سخت تکلیف دی تھی معاف کر دیا

بوڑھوں کی عزت

دشمنوں پر رحم

اور معافی کا عام حکم دیدیا۔

ہبار کو بھی جس نے جناب زینب کو نیرۃ مارا تھا اور وہ گر گئی تھیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا معافی مل گئی۔

سخاوت

سخاوت اس قدر تھی کہ تمام عمر کبھی کسی سائل کو نہ جھڑکا نہ کسی سے درشت کلامی کی اگر پاس کچھ نہ ہوتا تھا تو نہایت منت کے ساتھ معذرت کرتے تھے جیسے کوئی معافی مانگتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو خیرات نہ کرے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسد الغابہ میں ہے کہ ایک دن آنحضرت کے پاس چھ اشرفیاں تھیں۔ چار تو اپنے خرچ کر دیں دو باقی رہ گئیں ان کی وجہ سے تمام رات نہ سوئے۔ عائشہ نے کہا کہ بات ہی کیا ہے صبح ان کو بھی خیرات کر دیجئے گا آپ نے فرمایا کہ اے حمیرا کیا خبر ہے کہ صبح تک میں زندہ رہوں گا۔

ایک دفعہ آپ نے عائشہ کو کہا کہ اے صدیقہ دوزخ سے بچنے کی فکر کرو خواہ چھوڑے گا ایک ٹکڑہ ہی خدا واسطے دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک فقیر نے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے تم میرے نام پر قرض لیلو میں اتار دوں گا۔ عمر فاروق نے کہا کہ آپ اپنی قدرت سے بڑھ کر کام کرتے ہیں آپ خاموش ہو گئے۔ ایک انصاری نے کہا کہ بیشک خدا مالک ہے تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ رسول خدا ہنس پڑے اور چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے فرمایا کہ ہاں مجھے یہ ہی حکم ہوا ہے (شفا قاضی عیاض)

ایک بار ایک فقیر کو نصف وسق غلہ قرض لیکر دیا جب قرض خواہ وصولی کے لئے آیا تو ایک وسق دیا اور فرمایا آدھا قرض کا اور آدھا ہماری طرف سے جو دو سخا کا اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور قلاش ہو تو آپ اس کا قرضہ دافرما تے تھے اگر کوئی مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کو دلاتے تھے۔ (بخاری)

ابن ماجہ سے روایت ہے کہ آپ نے صدیقہ سے فرمایا کہ اے حمیرا اگر کوئی پانی۔ آگ اور نمک مانگے تو ان تینوں چیزوں کے دینے سے کبھی انکار نہ کرنا چاہئے یہہ

بہت کار آمد ہیں۔

آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ نبوت سے پہلے ہی آپ کو امین کا خطاب قوم نے دیدیا تھا۔ ابو جہل جیسے یہ قلب نے اقرار کیا کہ محمدؐ تو جھوٹا نہیں ہے لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھرتا۔

صدق

شرم و حیا عفت اور عصمت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ پر وہ نشین لڑکی سے بڑھ کر با حیا تھے۔ اگر کوئی مکروہ بات آپؐ کے روبرو کی جاتی تھی تو چہرہ مبارک فوراً بدل جاتا تھا۔ کبھی کسی مکروہ مجلس میں شامل نہیں ہوئے۔ آپؐ کو کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ تعمیر کعبہ کے وقت آپؐ کے چچا نے آپؐ کو زبردستی برہنہ کیا تو فوراً بیہوش ہو گئے۔ صدقہ آپؐ نے کبھی قبول نہیں کیا۔ ہدیہ صرف اہل کتاب سے منظور فرمایا۔ منسروں سے نہیں لیا۔ مقوقش شاہ مصر نے جو خچر بھیجا وہ قبول فرمایا۔ لیکن عامر بن مالک کے گھوڑے واپس کر دیئے۔ (زاد)

شرم و حیا اور
عصمت

صدقہ

انصاف کا یہاں تک خیال تھا کہ کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔ فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہؓ سے جو رسولؐ کے بہت مقبول تھے سفارش کرائی آپؐ نے فرمایا تم حدود الہی میں سفارش کرتے ہو۔ سنو اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا۔ (بخاری)

عدل و انصاف

موانہ و رشیں

اقہات المؤمنین سے مساوات برتتے تھے سب کے مکان یکساں تھے اور بار بار مقرر تھیں۔ تیرا فگنی شہسواری۔ نیزہ بازی۔ ان ایام میں تمام شریف خاندانوں کے نوجوان سیکھا کرتے تھے مگر آپؐ نے ان فنوں میں سے کسی کو بھی اکتسابا حاصل نہیں کیا البتہ مروانہ و زرشوں کا شوق دلایا کرتے تھے۔

رکانہ عرب کا مشہور شہسوار تھا اور بڑا پہلوان تھا وہ اپنے پچھڑ جانے کو سلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ جناب رسولؐ نے اسے تین بار پچھاڑا۔ (شفاء عیاض) تیرا فگنی میں آپؐ حصہ لیا کرتے تھے اور نشانہ بازی کا شوق دلایا کرتے تھے۔ گھوڑوں کی دوڑ آپؐ دیکھا کرتے تھے۔ لمبی دوڑ پانچ یا چھ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک

میل کی ہوتی تھی۔ (بخاری)

عیادت پیاراں

عیادت پیارا آپ ثواب سمجھتے تھے۔ صحابہ میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو اُس کے گھر تشریف لیجاتے تھے اُس کے پاس بیٹھ کر تسلی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی لڑکا جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہوا تو اُس کے گھر میں عیادت کو گئے۔ (زاد)

خاموشی

آپ بڑے شیریں گفتار اور عذب البیان تھے مگر خاموشی پسند تھے اور بلا طلب گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کی آواز میں کشش تھی اسلئے کفار اس کو جادو کہتے تھے۔

بچوں سے براؤ

آپ کو بچوں سے اُلفت تھی جب بچوں کے پاس سے گذرتے تھے تو ان کو خود السلام علیکم کیا کرتے تھے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرتے تھے اور گود میں اٹھالیا کرتے تھے کبھی کبھی اُن سے مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ محمود بن الربیع کی عمر پانچ برس کی تھی ایک دن وہ جناب رسول کے روبرو آئے آپ اُس وقت وضو کر رہے تھے آنحضرت نے اظہار محبت کے طور پر ان کے منہ پر گلی کا پانی ڈال دیا اس واقعہ کو انہوں نے یاد رکھا اور جوان ہو کر لوگوں سے بیان کیا تو سب نے یہ روایت قبول کی۔

ظرافت

ایسی ظرافت جو خلاف شرع نہ ہو آپ کو پسند تھی اور صحابہ سے ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے سواری مانگی آپ نے فرمایا میں تیری سواری کو اونٹ کا بچہ دوں گا۔ اُس نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا تو آپ نے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے تو اور کس کے ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور کہا کہ جناب کیا میں جنت میں جاؤنگی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنتی نہیں ہوگی وہ رونے لگی آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے وقت سب جوان ہوں گی۔

ایک دن زاہر بازار میں کھڑے تھے آپ نے پیچھے سے آکر کپڑا لیا اور کہا کہ کون ہے جو اس غلام کو مول لیتا ہے انہوں نے ہنس کر کہا کہ میں سیاہ فام ہوں میری قیمت بہت کم ملیگی آپ نے ہنس کر فرمایا نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو۔

ایک دن صحابہ بیٹھے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کہ حضور مجھے تو میرے بت نے

بہت نفع دیا۔ سب حیران ہوئے اُس نے کہا کہ جناب عالی میں سفر کو جاتا تھا میں نے پرستش کے لئے سُنو کا بُت بنایا۔ راہ میں توشہ ختم ہو گیا تو میں نے بُت کو توڑ کر کھایا مجھے توبت نے بہت نفع دیا۔ سب ہنسنے لگے۔

اس قسم کی بے تکلفی ہی آپ کی محفل میں ہوا کرتی تھی۔

آپ کے حکم سے عبادت فرض تھی اور آپ خود بڑے عابد تھے مگر اوروں کے لئے حکم تھا کہ عبادت بقدر طاقت ہو۔ آپ نے ایک گھر میں ایک رسی لٹکتی دیکھی دریافت پر معلوم ہوا کہ اس عورت نے لٹکا رکھی ہے رات کو عبادت کرتی ہے جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسی کھول دو۔ اس قسم کی عبادت و انہیں (بخاری) آپ کو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص تمام رات جاگتے ہیں اور تمام دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو روزہ ہی رکھو اور کچھ وقت کے لئے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لئے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ تیری بیوی۔ تیری آنکھ۔ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (بخاری)

عبادت

دریوزہ گری کو آپ نے روا نہیں رکھا آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو لکڑیوں کا گٹھ پیٹھ پر لاتا ہے اُس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگا کرتا ہے۔ (بخاری)

دریوزہ گری

اگر کوئی شخص والدین کا مطیع۔ فرمانبردار اور خدمت گزار ہو تو آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں دشمنان دین سے جنگ کرنا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اُس نے کہا جناب زندہ ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جہاد سے بہتر یہ ہے کہ انکی خدمت کرو۔ (بخاری)

خدمت والدین

آپ حیوانات پر سختی یا اُن کی طاقت سے زیادہ مشقت روا نہ رکھتے تھے۔ ایک دن صحابہ نے دریافت کیا کہ یا نبی اللہ کیا حیوانات پر رحم کرنے سے ہم کو ثواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہر جاندار حیوان پر رحم کرنے سے ثواب ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک پیا سا مسافر ایک کنوئیں پر آیا۔ کنوئیں میں اتر کر پانی پیا جب باہر آیا تو دیکھا کہ باہر ایک کتا کھڑا

حیوانات پر رحم

ہے جس نے پیاس کی شدت سے زبان باہر نکالی ہوئی ہے اور ہونک رہا ہے یہ حال دیکھ کر وہ مرد پھر کوٹیں میں اُترا اپنے موزے میں پانی لایا اور گتے کو پلایا۔ خدا کو یہ بات اس قدر پسند آئی کہ اُس کے تمام گناہ بخش دیئے۔ (بخاری)

معاملہ میں
گھراپن

آپ کی بڑی تاکید کہ معاملہ گھرا ہونا چاہئے۔ اور اپنا فرض یاد سے ادا کرنا چاہئے۔ ایک شخص کا آپ نے اونٹ دینا تھا جب وہ اونٹ لینے آیا تو اُس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اُسے دیا اور فرمایا کہ نیک اور برتر وہ شخص ہے جو قرض خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔ (بخاری)

عبداللہ بن الحما سے آپ کا وعدہ تھا کہ ایک جگہ ملنا ہے۔ اتفاقاً اُس کو وعدہ بھول گیا۔ تیسرے دن جب وہ وہاں گیا تو آپ اُس کے انتظار میں موجود تھے۔ آپ ذرا بھی ناراض نہ ہوئے صرف اتنا کہا کہ مجھے تکلیف دی میں تین دن سے یہاں موجود ہوں۔

بادشاہ سے
دقاری

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حاکم وقت کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بالنت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلیگا تو اُسے وہ موت نصیب ہوگی جو ظہور اسلام سے پہلے موت تھی۔ (بخاری)

زہد

زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مہینہ چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ مدینہ میں آکر تین دن برابر گہوں کی روٹی کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی زرہ رہن تھی اور اور رہن بھی اناج کے عوض تھی۔ جب آپ کا نزع کا وقت آیا تو گھر میں تیل نہ تھا۔ جناب صدیقہ نے پڑوسن سے مانگ کر لیا۔ (بخاری)

ایشار

ایشار اس قدر تھا کہ آپ فاقہ کشی کرتے تھے۔ زمین پر سوتے تھے۔ جناب سیّدہ حبیبی بیٹی کو لونڈی خرید کر دینے سے انکار کیا اور ابنائے جنس اور اصحاب صفہ کی ضروریات کو اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات سے مقدم سمجھا۔

جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن جب آنحضرت گھر میں تشریف لائے تو ایک مکلف بستر دیکھا جس میں صوف بھرا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیلے ہے تو جناب

عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہاں ایک انصاری عورت آئی تھی وہ آپ کا بستر دیکھ کر چلی گئی اور گھر جا کر یہ بستر بھیج دیا ہے۔ آپ نے تین بار کہا کہ یہ بچھونا واپس کر دو۔ جناب صدیقہؓ کو یہ بستر پسند تھا مگر آپ نے مجبور کیا اور کہا کہ عائشہؓ ضرور واپس کر دو اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ میرا خالق چاندی اور سونے کے پہاڑ چلاتا۔

جناب کو عورتوں کی آسائش کا بہت خیال تھا۔ ایک دفعہ ناقہ کا پانوں پھسلا۔ آنحضرتؐ اور جناب صفیہؓ جو سفر میں آپ کے ہمراہ تھیں دونوں گر پڑے ابوطالبؓ آنحضرتؐ کی طرف دوڑے کہ انہیں اٹھائیں تو آپ نے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔

سفر میں جب جناب صفیہؓ اونٹ پر سوار ہونے لگتی تھیں تو آنحضرتؐ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیا کرتے تھے صفیہؓ اپنا پانوں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔ (بخاری) ایک دفعہ جناب عائشہؓ کے مکان کے آگے بازی گرتا مشہ کر رہے تھے۔ دروازہ پر پردہ حائل تھا۔ آپ کھڑے ہو گئے اور عائشہؓ کو اجازت دی کہ ٹیک لگا کر تماشہ دیکھیں وہ دیر تک تماشہ دیکھتی رہیں اور آپ اسی طرح کھڑے رہے۔

ایک سفر میں اونٹوں کے کجا دوں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان حدی خوانی کرنے لگا اور اونٹ تیز تیز چلنے لگے آپ نے فرمایا دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ چھوڑ نہ دینا (مسلم) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ایک انصاری لڑکا کا نکاح کیا۔ جب رسول اللہؐ گھر میں آئے تو پوچھا کہ کیا تم نے اس لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیج دیا۔ عائشہؓ بولی کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا کہ نہیں۔ صدیقہؓ نے کہا کہ نہیں تو حضورؐ نے فرمایا واہ انصار تو گانے کو بہت پسند کرتے ہیں اگر تم اس کے ساتھ کسی گانوالی کو بھیج دیتیں اور وہ یہ گاتی جاتی۔ اتینا کم اتینا کم فحیانا رضیا کم یعنی تمہارے پاس آئے ہم ہمارے پاس آئے تم خدا تمہیں اور ہمیں سلامت رکھے تو بہتر ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ایک دن جناب عائشہؓ نے کہا کہ حضور صفیہؓ کو تاہ قدہ ہے اس کا کوتاہ قد ہونا اسکو چھوڑ دینے کے لئے کافی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ بات ایسی کی ہے کہ اگر اُسے سمندر میں ملایا جاوے تو اُسے ہی خراب کر دے۔ (ترمذی)

عورتوں کی آسائش
کا خیال

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی اور پر والی پسلی ہوتی ہے اگر کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے گا تو سیدھا کرنے کی بجائے اس کو توڑ دیگا۔ اگر ویسے ہی رہنے دیگا تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ تم عورتوں کے حق میں اچھی باتوں کی وصیت قبول کر لیا کرو۔ (مسلم اور بخاری)

آپ فرمایا کرتے تھے۔

(۱) وعاشروهن بالمعروف

عورتوں کے ساتھ معقول طریقہ پر گذر کرو۔

(۲) واخذنا منكم ميثاقا غليظا

وہ تم سے گہرا عہد لے چکی ہیں۔

(۳) والصاحب بالجنب

برابر کے رفیق سے نیکی کرو۔

علم و فضل

آپ کسی مکتب میں نہیں پڑھے نہ کسی دُنیاوی اُستاد کی شاگردی کی۔ اس لئے اپنے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ آپ اُمّی محض تھے۔ نوع انسان میں کوئی آپ کی اُستادی کے قابل نہ تھا۔ آپ کا معلم۔ ہادی۔ رہبر صرف خدا تھا جس نے آپ کو تمام دماغوں سے افضل اور اعلیٰ اور منور دماغ بخشا تھا۔ صحیفہ عالم روز و شب آپ کے پیش نظر تھا عامر علم لدنی زیب سراور قبائے معرفت دربر تھی اس لئے تمام جہان کے علوم و فنون آپ کے غلام اور عقل کل آپ کی دست نگر تھی۔

قیمے کرنا کردہ قرآن درست

کتب خانہ چند ملت پشت

قرآن

آپ کے علم لدنی کا نمونہ قرآن مجید ہے۔ یہ پاک کلام ۲۳ سال کی مدت میں جناب رسول پر نازل ہوا۔ یہ وہ صحیفہ قدسی ہے کہ اس پر بلاغت قربان ہے اور یہ بلا مبالغہ فصاحت کی جان ہے۔ اس کو خدا کا کلام اور رسول اللہ کی زبان کہنا چاہئے۔ چودہ سو برس ہونے کو آئے اور اب تک یہ زبانوں پر جاری۔ دلوں پر قابض اور دماغوں پر

حاوی ہے۔ وہی حالت ہے کہ جو آنحضرت کی زبان سے نکلنے کے وقت تھی زیر زبر اور
 نقطے تک فرق نہیں۔ قرآن پاک وحی کے ذریعہ اُترا۔ نزول وحی آنحضرت پر بہت سخت
 گذرتا تھا۔ رنگت فق پڑ جاتی تھی اور جسم میں گرانی آجاتی تھی۔ اگر آپ اونٹنی پر سوار ہوتے
 تھے تو اونٹنی سے بوجھ سنبھالانا جاتا تھا۔ نزول وحی کے وقت خواہ کیسا ہی جاڑا ہو آپ
 پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔ پہلے پہلے آپ کو نزول وحی کے وقت ڈر ہی لگتا تھا۔ وحی
 کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ مکہ۔ مدینہ۔ سفر۔ حضر۔ جلوت۔ خلوت۔ رات۔ دن۔ کل اوقات
 اور حالات میں نزول وحی ہوا ہے۔ آپ الفاظ وحی کے اعادہ فرمانے میں عجلت فرماتے
 تھے اور فوراً کسی پڑھے لکھے صحابی کو بلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔ خدا کی شان وحی کے الفاظ
 فوراً صحابہ کے زبان زد ہو جاتے تھے۔ پہلے کبھی بہرن کی جھلیوں۔ اونٹ کی ہڈیوں۔ کھجور
 کے تپوں اور تپھر کے کتوں پر وحی لکھی جاتی تھی۔ قرآن خدا کا کلام تھا اس لئے خدا نے
 اُس کی حفاظت کا فوری مستحکم انتظام فرمایا۔ آنحضرت کے زمانہ میں گویہ کیجا نہیں ہوا پھر بھی سالم
 قرآن کسی صحابہ کو ازبر تھا۔ ہر ایک زمانہ میں لاکھوں مسلمانوں کو اس کے حفظ کرنے کا شوق
 رہا ہے۔ اب بھی لاکھوں حافظ قرآن موجود ہیں اگر خدا نخواستہ تمام روئے زمین سے کتبوتی
 قرآن معدوم ہو جائیں تو ہر قطعہ زمین میں حافظ موجود ہیں اُن کی یادداشت سے فوراً
 پھر لکھا جاسکتا ہے۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ وید۔ زند پانچ نہ مختلف مذاہب کی کتابیں
 موجود ہیں لیکن ان کا کوئی حافظ نہیں۔ اگر کوئی ہے تو ہمارے سامنے آئے۔ اور اگر کسی کو
 آنحضرت کے علم لدنی سے انکار ہے تو قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورۃ ہمیں بنا کر یا
 بنا کر دکھا دے۔ ہم تاریخ جہاں پر نگاہ ڈالتے ہیں اور ہم کو آپ جیسا عابد۔ زاہد۔ مستغنی۔
 متواضع۔ حلیم۔ بڑو بار۔ عاقل۔ صادق۔ امین۔ عقیف۔ بے ریا۔ عادل۔ منصف۔ متین۔
 ایثار پسند۔ تامل قوم و ملت دکھائی نہیں دیتا۔ اور بہت سے پختہ ہوئے اور بعض اُن
 میں بڑے جلیل القدر تھے۔ مگر وہ تمام خاص خاص قوموں کے لئے مبعوث ہوئے۔
 جناب رسول کی تعلیم تمام دنیا کے لئے کارآمد ثابت ہوئی اور یہ رحمت عالم ثابت ہوئے
 آپ نے وہ کیا جو کسی نے نہیں کیا۔ آپ نے شریک کا استیصال کیا اور توحید کی بنیاد کو

ہمیشہ کے لئے مستحکم کر دیا۔ آپ نے ہر قسم کے تعصبات اور توہمات کو جڑ سے اُکھیر ڈالا اپنے نوع انساں میں رشتہ اخوت جس سے سب نا آشنا تھے پیدا کیا۔ آپ نے جہالت کو دُور کیا اور خود پرستی کی جگہ دُنیا میں اتقا۔ ایثار اور حکمت کی روح پھونک دی۔ آپ نے شرابخواری بڑکاری۔ پھیائی۔ زنا اور قمار بازی کی بیلگنی کی۔ ان کی جگہ زہد۔ پاکدامنی اور اشغالِ حلال کا ڈنکا بجا دیا عورتوں کو غارِ ذلت سے نکالا اور ان کے حقوق تعین فرمائے۔ تکثیر از وواج کو منع کیا۔ غلامی جیسی خوفناک و باکاستیصال کر دیا۔ عادت انتقام کے بدلے غوئے احسان سکھائی اور خیرات کی پٹی پڑھائی۔ اصراف کا خرابات گرایا اور اُس کے بدلے کفایت شعاری کا قصر بنایا۔ ظلم اور ستم کو ہٹایا اور جاہلانہ شج سے سُو دلینا منع فرمایا اور قرض حسنہ دینے کا شوق دلایا۔ وحشیوں کو آداب سکھایا۔ حیوانوں کو انسان بنایا اور انسانوں کو خدا ملایا اور بہشت کا راستہ دکھایا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ جو ایسی صفات سے متصف تھا کون تھا۔ یہ سوال نہایت کڑا ہے اور اس کا جواب نہایت مشکل ہے۔

اہل جہان نے اس کا جواب مختلف الفاظ میں دیا ہے مختلف مذاہب کے پیرو تو ہنجیال نہیں ہو سکتے مگر تعجب ہے کہ اہل اسلام بھی اس سوال کے جواب میں یک زبان نہیں ہیں۔ ہم مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے خیالات کو فرداً فرداً یہاں درج کر کے ایک بدمزہ بحث چھیڑنا مصلحت نہیں سمجھتے۔ ہم بحالت مجموعی بلا تخصیص مختلف اشخاص کی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

بعض لوگ جن کی عقیدت اور ارادت ہمارے سر اٹکھوں پر یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نُورِ خدا تھے۔ دُنیا اور افلاک خدانے انہیں کی خاطر بنائے۔ وہ نہ ہوتے تو دُنیا نہ ہوتی۔ سب سے پہلے اُن کا نُور پیدا ہوا۔ آپ وہ تھے کہ پردہٴ میم کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ آپ ایک نُور تھے کہ جس کے پر تو سے تمام عالم جلوہٴ ظہور میں آیا۔ آسمان اور زمین اور ستارے اور چاند اور سورج اور سب انبیا اور اولیا اسی نُور کے پرتو ہیں۔ انہیں اصحاب کے رنگ میں ہم نے ایک دفعہ ایک نعت میں لکھا تھا

احد کا پرتو ایوں ہے نمایاں روئے احمدیہ

کہ جیسے فلسفہ میں مسئلہ ہے عرض و جوہر کا

پروفیسر سید نواب الدین ایم۔ اے۔ انہیں لوگوں کے ہنجیال معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے اپنی رائے کو چشم بدوور عجیب و کجش الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”کیا بیان ہو کہ وہ ذات پاک کیا تھی۔ کیا کمالات انسانی کا روشن چراغ تھا جس نے ظلمت جسمانی کو دور کر دیا۔ کیا حقیقت کا آفتاب تھا جس نے عالم رنگ و بو کو روشن کر دیا۔ کیا شعاع طور تھا جس نے فضا کے ہستی کو وادئی امین بنا دیا۔ کیا جمال ازل کا ایک جلوہ تھا جس نے مشاقین کے قلوب کو ابد تک نور سے معمور کر دیا۔ بس کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کیا تھا۔ بہت کچھ کہہ گیا پھر بھی کچھ نہ کہا آہ سے

دامان نگہ تنگ و گلِ حُسن تو بسیار

گلچین بہار تو ز دامن گلہ وارد

ان اصحاب کے مقابلہ میں جن کی رائے ہم نے اوپر ظاہر کی ہے ایک دوسرا گروہ ہے جو دلائل عقلی اور قرآین خیالی کو اپنا ایمان سمجھتا ہے ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آپ ہمارے جیسے انسان تھے اور چونکہ خاتم المرسلین تھے اس لئے ہم کو آپ کی اسی قدر عزت کرنی چاہئے جیسا کہ ہم اپنے خاندان کے بزرگوں کی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی نسبت ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ خدا ان کو ہدایت دے اور ان کو چشم بینا اور گوش شنوا عطا کرے۔ ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ ابتداء عالم سے لیکر آج تک ان میں یا ان کے بزرگوں میں کوئی اور بھی ایسا ہوا ہے جس نے امتی ہو کر توحید کامل کی تعلیم راسخ کر دی جو کہ نہ صرف خاتم النبیین بلکہ رحمت اللعالمین ہی ہو جس میں تمام وہ خوبیاں ہوں جو تمام جہان کے مشترکہ خوبیوں میں نہ تھیں اور جس کی شان میں شہر صادق آسکے

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دہریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موسیٰ ساحر تھے۔ عیسیٰ طبیب تھے اور حضرت محمد
شاعر تھے۔ یہ لوگ قابل معافی ہیں جن کی آنکھوں۔ کانوں اور دلوں پر مہر لگ چکی
ہے اور جن کو خدا ہی دکھائی نہیں دیتا وہ اُس کے پیغمبروں کو جو چاہیں کہیں سے

گر نہ ہند بروز شہر چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اہل ہنود کی یہ رائے ہے کہ وہ ہاتمان بدھ۔ منو۔ حضرت عیسیٰ۔ حضرت موسیٰ
اور حکمائے یونان کی طرح ایک بزرگ تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ زرتشت کی توحید ناقص
تھی اُس کا واجب الوجود قادر مطلق نہ تھا۔

بدھ نے دیوتاؤں کی نفی کر کے کسی ایک وجود کا اثبات نہیں کیا اُس کی تعلیم یہ
تھی کہ دنیا غموں کا گھر ہے۔ انسان کو چاہئے کہ مرنے سے پہلے مر جائے یعنی نفس کشی
کر کے رنج و راحت کے خیالات ترک کر دے اور فنائے مطلق یعنی نردوان کا مرتبہ
حاصل کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گوتم کے پیرو رفتہ رفتہ خدا کو بالکل بھول گئے اور الحاد کا دروازہ
کھل گیا۔

حضرت مسیح کی تعلیم بمقتضائے وقت محض صوفیانہ تھی۔ ان کی زندگی میں ہی
اُن کے دین میں تفرقہ نمودار ہو گیا وہ دین کو نامکمل چھوڑ گئے۔ اور نصاریٰ اتحاد اور
حلول کے قابل ہو گئے۔

حضرت موسیٰ ہی توحید کو مکمل نہ کر سکے اور توحید کا خیال تشبیہ کے درجہ تک رکھ لیا۔
یہود خدا کو مجسم سمجھنے لگے۔

منو نے اگر اُس کا وجود ثابت ہے۔ ایک وجود مطلق پر ہم بڑھا سوچا لیکن اُس کو
جملہ صفات سے اس طرح بری کر دیا گیا کہ حقیقت میں وہ بالکل معطل اور بیکار ہو گیا۔
حکمائے یونان بھی فلاسفران ہند کی طرح ناکام رہے۔ علت لعل عقل اول کو پیدا
کر کے الگ ہو گیا۔ واجب الوجود قادر مطلق نہ رہا۔

آنحضرت نے وہ کام کیا جو کسی سے نہ ہو سکا اپنے توحید کو کامل کیا اور کامل کر کے

راسخ کر دیا۔ اس صورت میں کیا یہ کہنا انصاف نہیں ہے کہ آپ اُن بزرگوں جن میں اہل ہنود آپ کو شامل کرتے ہیں افضل اور برتر تھے۔ ہاں افضل اور برتر تھے کیونکہ آپ حضرت ابراہیم جیسے رحم دل۔ آپ حضرت مسیح اور یعقوب اور ایوب جیسے صابر اور شاکر۔ نوح جیسے سرگرم اور پرجوش۔ یوسف جیسے درگزر کرنے والے اور دریا دل۔ داؤد اور سلیمان جیسے صاحب وقار۔ حضرت موسیٰ جیسے ہوشمند اور جلیل القدر تھے۔

یورپ کے موخ و قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لئے ان کو پھول کانٹے دکھائی دے رہے ہیں یہ لوگ محیط تہذیب سے باہر نکل کر آپ کی شان میں ایسے نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ان کا دوہرا ناہم گناہ سمجھتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو مخاطب کر کے صرف شہر پرٹھ دیتے ہیں لگے منہ ہی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے مذہب کی رعایت مد نظر رکھ کر بھی گل انصاف کو سونگھ ہی لیتے ہیں۔ مثلاً:-

پروفیسر سڈلو اپنی کتاب تالیخ العرب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت خندہ رو۔ ملنسار۔ خاموشی پسند۔ عابد۔ شب زندہ دار۔ لغویات سے متنفر۔ یہودہ پن سے نفور۔ بہترین رائے۔ بہترین عقل والے تھے۔

فرانس کے مشہور مصنف کانٹہنری دی کاسٹر میں فرماتے ہیں۔

”ان روایات کا پتہ لگانا جن سے یہ ثابت ہو کہ محمد نے عیسائیوں۔ یہودیوں اور ستارہ پرستوں کے عقائد بالمشافہ حاصل کئے تھے فائدے سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان سے ان مقامات کی تشریح ہوتی ہے جہاں قرآن اور تورات کی آیتیں ہم مضمون ہیں لیکن پھر بھی یہ دوم درجہ کی بحث ہے کیونکہ گویہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی کتابوں سے ماخوذ ہے لیکن مشکل حل نہیں ہوتی کہ محمد میں یہ مذہبی روح کیونکر پیدا ہوئی اور وحدانیت کا ایسا مضبوط اعتقاد کیونکر آیا جو ان کے جسم اور روح پر بالکل چھا گیا۔“

یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد توریت اور انجیل کے مطالعہ سے پیدا ہوا ہو۔ اگر محمد ان کتابوں کو پڑھا ہوتا تو ان کو اٹھا کر پھینک دیا ہوتا کیونکہ وہ ان کی فطرت اور وجدان اور مذاق کے مخالف تھیں۔ اس قسم کے اعتقاد کا محمد کی زبان سے ادا ہونا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مظہر ہے اور وہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رسولِ صادق اور پیغمبرِ مامور تھے۔

مسٹر کارلائل یورپ کے نامور فاضل اور فلاسفر فرماتے ہیں:-
 ”اس سیاہ اور روشن چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس۔ معاشرت پسند اور درد بھرے دل والے بادنشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دُور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی اور اُس کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا شعاً سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ حکمانہ مسائل اور سنی سنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار دے کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں لیکن اس شخص کی تسکین ان باتوں سے نہ ہو سکتی تھی وہ اپنی روح اور عالم شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھ عرصہ کا ثبات میں ایلا کھڑا ہوا تھا۔ جیات کا عظیم الشان عقیدہ کبھی اس کو ڈراونی اور بھیانک صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اس کی آنکھوں میں چمکا چوندا پیدا کر دیتا تھا۔ انا الموجود کی ناقابل اظہار حقیقت کو منظونات اور سموعات اس کے ادراک سے مخفی نہ رکھ سکتے تھے۔ اس کی سچائی اور خالص ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتے تھے ایسے شخص کی بات اُس صدا سے تعبیر کی جاسکتی ہے جو براہ راست خود فطرت کے دل سے نکلی ہو۔ اسی آواز کو انسان سن سکتا ہے اور لازم ہے کہ سنیے اس ایک آواز کے سامنے باقی تمام صدائیں بے معنی ہیں۔“

(ہیرداور ہیرودرشپ)

مسٹر جان ڈیلون لیورٹ۔ اپنی کتاب ابا لوجی فار محمد اور قرآن میں لکھتے ہیں:-
 ”جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اس کے کچھ چارہ

نہیں ہے کہ اس پر دل سے کچھ توجہ کی جائے۔ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا ہے ان میں اکثر اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب محمد سے انسان کو فائدہ کثیر ہو گا۔

گبن۔ اپنی مشہور کتاب سلطنت روما کا زوال میں لکھتے ہیں:-
 ”عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دہنی اس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسائے کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے اور اس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا کہ جس کی نظیر عیسوی دین میں نہیں ہے۔ چنانچہ نصف صدی گم ہیں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا۔ جب عیسائے کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیروؤں بھاگ گئے اور اپنے مقتدر کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چل دیئے۔ اگر بالفرض اسکی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو اس کی تشفی کے لئے تو موجود رہتے۔ برعکس اس کے ختم کے پیروؤں اپنے مظلوم کے گرد و پیش رہے اور اس کے بھاؤ میں لہنی جانیں خطرہ میں ڈال کر اس کو گل و شمنوں پر غالب کر دیا۔“

پروفیسر مارس کہتے ہیں ”روم کے عیسائیوں کو کوئی شے فارگمراہی سے نکال نہ سکتی تھی جس میں وہ ڈوبے ہوئے تھے آخر (محمد کی) وہ آواز جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی جس سے یونانی انکار کرتے جاتے۔ ایسی آواز نے دنیا میں وہ کام کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا کہ اس سے بہتر ناممکن تھا۔“
 ڈاکٹر سپرننگ صاحب آپ کی نسبت اپنی کتاب لائف آپ محمد میں لکھتے ہیں:-

”جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور تھا اور جس کو طلوع ہونے آفتاب۔
 رستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا قدرت دکھائی دیتا تھا۔“

اور رعد کی گرج اور پانی کی آواز طیور کی نغمہ سرائی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پڑانے شہروں کے کھنڈرات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ وہ کیا تھے۔ ہماری اپنی شخصی رائے یہ ہے کہ ہم اپنا حشر اصحاب صوفی مزاج کے ساتھ چاہتے ہیں اور ہم اسی قطار میں کھڑا ہونا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔

اے شہنشاہ کونین ڈاکٹر اقبال نے آپ کی شانِ اطہر میں کیا اچھا کہا ہے میں اس پر آنکھوں سے صا د کرتا ہوں۔

آپ کوثرِ ثناء کا ماںِ محبت کا ہے تو جس کے ہر قطرے میں شہِ موتی ہو وہ دریا ہے تو
طور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تو معنیٰ لیسین ہے تو مفہومِ ادا دلے ہے تو

اُس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو

جو نہ سمجھا احمد بے میم کے اسرار کو

بزمِ عالم میں طرازِ مسندِ عظمت ہے تو بہر انسان جبریلؑ آئی رحمت ہے تو
اے دیارِ علم و حکمت قبائِلِ اُمت ہے تو اے ضیائے چشمِ ایمان زیبِ ہر درخت ہے تو

دردِ جو انسان کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا

قلزمِ جوشِ محبت تیرے آنسو سے اٹھا

دلربائی میں مثالِ خندہِ مادر ہے تو مثلِ آوازِ پدِ شیریں نراز کوثر ہے تو
جس سے تاجِ عرش کو زینت ہو وہ گوہر ہے تو از پئے تقدیرِ عالم صورتِ اختر ہے تو

زیبِ حُسنِ محفلِ اشرفِ عالم تو ہوا

تھی مؤخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہوا

تیرا رتبہ جو ہر آئینہ لولاک ہے فیض سے تیرے رگناکِ یقینِ نمناک ہے

تیرے سائے سے منور ویدہ افلاک ہے کیمیا کہتے ہیں جس کو تیرے رکی خاک ہے

تیرے نظارے کا موسیٰ میں کہاں مقدوس ہے

تو ظہور کن ترانی گوئے طوج طور ہے

وہ پناہ دین حق وہ دامن غار حما
وہ حصار عافیت وہ سلسلہ فاران کا
جو ترے فیض قدم سے غیرت سینا ہوا
جس کے ہرزے سے اٹھی دین کامل کی
نخر پابوسی سے میری آسماں سا ہو گئی
یہ زمین ہمپاۂ عرش معلّٰی ہو گئی

اے شاہ حرم مجھے یاد آ گیا۔ آپ نے بار بار اپنی زبان گوہر نشاں سے فرمایا ہے
کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں صرف فرق اتنا ہے کہ میں نبی ہوں۔ الامرفوق الادب
بہت اچھا آپ کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر۔ آپ بشر ہی سہی لیکن میں اتنا کہنے
سے نہیں رہ سکتا کہ آپ اسلئے بشر ہیں کہ آپ نے خدا کے حکم سے اُس کے بندوں کی
بہتری کے لئے جسم اور نفس انسانی اختیار کیا ہے۔ بس اجازت عطا ہو کہ میں آپ کو
خیر البشر کہوں تاکہ آپ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے اور میرا ایمان بھی قائم رہے
اور میرا تحفہ ناچیز یہ شعر قبول ہو

شرف خیر البشر کے واسطے نختا ہے خالق نے
لگے تھے ورنہ کیا سرخاب کے پر نوع انساں میں

باب
(۱۸)

جناب رسول کی تعلیم اور ان کی فلاحی

امر تنقیح طلب یہ ہے کہ پونچھبر آخر الزمان محمد رسول اللہ بانی اسلام کی تعلیم کیا
ہے؟ اس سوال کا جواب ماقبل و دل جناب حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی
تیرہ سو برس ہوئے دیکھئے ہیں۔

جب قریش کے سفیر نجاشی حبش کے دربار میں پادریوں کی وساطت سے اسلئے پہنچے کہ مسلمانوں کو حبش سے نکلوا دیں اور مسلمان دربار میں جواب دہی کے لئے طلب ہوئے تو نجاشی نے ان سے یہی سوال کیا۔ حضرت جعفر نے کہا:-
 ”ایہا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بُت پوجتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق اور دیانت سے سب واقف تھے اُس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ خون ریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں کو آرام دیں۔ عقیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ شکر اور ثمت پرستی چھوڑ دیں۔“
 یہ جواب کما حقہ جامع ہے۔ ہم اپنے الفاظ میں اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے

ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) خدا کو مانو اور اُس سے پہچانو (۲) دنیا میں اس طرح اوقات بسر کرو کہ تم سے کسی کو نقصان یا اذیت نہ پہنچے۔
 خدا کو ماننے اور پہچاننے کے متعلق قرآن میں احکام نہایت صاف اور زور دہم ہیں
 قل هو الله احد - الله الصمد - لم یلد ولم یولد - ولم یرکن له کفوا احد ط
 دیکھو اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اُس کے ماں باپ زن و فرزند نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے
 سبحان اللہ شرک کو دور کرنے کے لئے کیسی عمدہ تعریف توحید کی رسول خدا نے
 حکم خدا سے کی ہے۔

پھر فرمایا ہے۔

الله لا اله الا هو المحي القيوم لا تاخذه سنة ولا نوم له ما في السموات
 وما في الارض . وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
 ”اللہ کو مانو وہ اکیلا ہے عبادت کے لائق اور زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا نہ اُسے نیند آتی

ہے دغفلت اور جو کچھ زمین آسمان میں ہے سب اُسی کا ہے۔ اور اللہ نے تم کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔“

خدا اور خدا کے رسولؐ نے گویا فرمادیا ہے کہ خدا نے ہم کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور بندگی صرف اللہ کی ہونی چاہئے۔ چنانچہ قرآن میں حکم ہے۔
وما امر و الا لیعبدہ الہا و احد۔ یعنی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی
یعنی اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

شُرک کو جناب رسولؐ نے قرآن کے رو سے سب گناہوں سے بڑھ کر گناہ قرار دیا ہے اور ایسا گناہ جو کبھی معاف نہ ہوگا۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء
یعنی دوسرے گناہ قابل معافی ہیں مگر شرک قابل معافی نہیں ہے۔“

شُرک کو اس قدر برا سمجھا ہے کہ مشرکوں کے ساتھ شادی اور مناکحت تک حرام کر دی ہے۔

الذانی لا ینکموا الا نانیۃ او مشرکۃ والذانیۃ لا ینکموا الا زان او مشرک و حرم
ذالک علی المؤمنین

یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے خویش اور اقارب مشرک ہوں تو ان سے کنارہ کر دو۔
یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا اباؤکم و ابناؤکم و اولیاء ان استحبوا الکفر
علی الایمان

شُرک کی بیگنی کے لئے حکم دیا کہ مرادیں صرف خدا سے مانگا کر دو۔ مصیبت کے وقت اُسی کو یاد کیا کرو۔ خدا کے سوا تمہاری پکار کوئی نہیں سن سکتا اگر سن ہی لے تو مدد دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ علم غیب کا خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

استعینوا بالصبر والصلوۃ

(۲) ان تدعوہم لا یسمعوا دعائکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم

(۳) واللہ غیب السموات والارض والیہ یرجع الامر کلہ

”شُرک سے خبردار کر کے اور توحید کا قائل کر کے یہ حکم ہے کہ پیغمبر کی رسالت کا اقرار کر دو پیغمبر
خدا نے بھیج کر تم پر بڑا احسان کیا ہے۔ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔“
قرآن میں ہے۔

«لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من
انفسهم يتلو عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة
ووهب ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى
”قرآن کے ان احکامات پر کلمہ اسلام کا پہلا رکن قرار دیا گیا ہے جس سے انسان توحید کا قائل
ہوتا ہے اور رسالت کا اقرار کرتا ہے“

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبدا ورسوله
”یعنی گواہی دیتا ہوں تحقیق کہ نہیں ہے کوئی عبادت کرنے کے لائق مگر اللہ اور گواہی دیتا ہوں
تحقیق حضرت محمد بندہ اُس کا ہے اور اُس کا رسول“

دوسرے الفاظ میں پیغمبر صاحب کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کا پہلا حکم یہ ہے کہ سوا
خدا کے بندے دوسرے کی پرستش نہ کریں اور خدا کو واحد۔ زندہ۔ قیوم۔ خالق۔ رازق۔
قادر۔ علیم۔ سمیع اور بصیر جانیں اور محمد کو اس کا رسول مانیں۔ خدا کے حکم مانیں اور سوا
خدا کے اور کسی سے مدد نہ مانگے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ خدا کی عبادت کریں اور عبادت بذریعہ نماز نہ بچگانہ ہو۔ سال
میں ایک مہینہ جو مقرر کیا گیا ہے یعنی رمضان اُس میں روزے رکھیں۔ زکات دیں۔
یعنی ہر سال اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں۔ محتاجوں کو خیرات
دیا کریں۔ اور خانہ کعبہ کاج حج کرنے کو ایک بار مکہ میں ضرور جائیں۔

نماز کے لئے آنحضرت نے وضو لازمی کر دیا۔ وضو سے مراد ہاتھ منہ دھونا ہے۔ پانچ
وقت وضو کا حکم اس لئے دیا کہ ہمارا چہرہ گرد و غبار سے صاف رہے اور ہماری طبیعت
صفائی پسند ہو جائے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ منہ ہاتھ دھونے سے غفلت اور کاہلی دور
ہو جاتی ہے اور انسان چاک و چوبندہ ہو جاتا ہے پانچ بار وضو ہماری غفلت کا علاج ہے

آنحضرت عقیل کل تھے وضو کا حکم دیتے ہوئے آپ نے قلت آب اور عارضات جسمانی کو مد نظر رکھا ہے اور ایسی حالتوں میں جہاں پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال مضر ہو وضو کے بدلے یتیم فرض کیا ہے جس سے پانی کے بدلے خاک پاک سے وضو کیا جاتا ہے اس سے کئی فائدے ہیں یعنی ایک تو قاعدہ نہ ٹوٹے طبیعت کبر و نخوت سے متنفر ہو کر عجز پسند ہو۔ موت یا درہے کہ ہم خاک سے پیدا ہوئے اور خاک میں ملجانا ہے۔ نماز کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔

(۱) اس سے خدا ہمیں تمام دن یاد رہتا ہے اور دنیاوی کبھیڑے یا د خدا ہمیں کسی وقت بھلا نہیں سکتے۔

(۲) نماز کی عادت سے ہم صاف اور تھکے رہتے ہیں اور صفائی اور پاکیزگی کے عادی ہو جاتے ہیں۔

(۳) قیام اور قعود سے کاہلی اور سستی ہر اعضائے سے دور ہو جاتی ہے۔ عبادت کے ساتھ یہ ایک قسم کی ورزش بھی ہے کہ جس سے جسم میں سبکی اور پھرتی پیدا ہوتی ہے اور سپا ہیانہ مزاج مرتے دم تک قائم رہتا ہے۔ جن لوگوں کو اس کا محاورہ نہیں ہے، ان کو اپنا جسم اٹھانا دشوار ہو جاتا ہے۔

(۴) نماز ہمیں پابندی وقت کا عادی بناتی ہے۔

(۵) نماز ہمیں دل بہ یار و دست بہ کار کا سبق سکھاتی ہے۔

(۶) نماز سے ہمیں طلوع آفتاب سے پہلے جاگنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ جو لوگ سویرے اٹھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انسان تمام دن کس قدر مستعد اور ہوشیار رہتا ہے۔

(۷) نماز قیام اخوت کا ذریعہ ہے اور اس سے اتفاق کی بنیاد مستحکم ہوتی ہے۔ ایک ہی صف میں محمود وایاز۔ گدا اور گردن فراز کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے اس طرح ملتے ہیں جیسے بھائی بھائی سے۔ بار بار ملنے سے صد ہا قسم کی کدورتیں۔ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

روزے سے جناب رسول کو یہ مد نظر تھا کہ (۱) ہم بھوک۔ پیاس کی تکلیف کے

عادی ہو جائیں اور کبھی ایسا موقعہ آپڑے تو ہم کو اپنی طبیعت پر قابو رہے۔

(۲) ہم بھوکوں اور پیاسوں کی تکلیف کی قدر کر سکیں۔

(۳) روزے سے نفس امارہ کو شکست ہوتی ہے۔

(۴) روزے میں جھوٹ بولنا منع ہے اور غیبت وغیرہ سے پرہیز لازم ہے۔ ایک

مہینہ زبان بند رکھنے اور طبیعت کو روکنے سے ہمیں جھوٹ اور غیبت اور دیگر افعال بد سے نفرت ہو جاتی ہے۔

اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو روزہ ایسا بوجھ نہیں ہے کہ انسان سے اٹھایا نہ جائے۔ کیا یوں ہی ہم رات کے بازہ گھنٹے کھائے پیئے بغیر نہیں گزارتے۔

زکوٰۃ سے رسول خدا کو یہ مطلوب تھا کہ انسان بندہ درم نہ ہو جائے۔ بخیلی اور کنجوسی سے نفرت کرے۔

خوردراحت پائے اور روں کو راحت پہنچائے۔ ہمدرد اور متواضع۔ مخیر اور ایثار پسند بن جاوے اور محتاجوں اور یکسوں کو زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملے۔

حج سے جناب رسالت مآب کا یہ منشا تھا کہ لوگوں کو سفر و سیاحت کا شوق ہو۔ معلومات میں وسعت ہو۔ تبادُلہ خیالات ہو۔ جہالت دُور ہو۔ شائستگی پھیلے۔ مسلمان ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ اسلام پھیلے۔ اور مرنے سے پہلے ہر مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کر لے۔ اس بارہ میں احکام قرآن قابل دید ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝
وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تَقَدَّمُوا لَكُمْ مِنَ الْخَيْرِ تَجِدُوا
عِنْدَ اللَّهِ وَرِئَاسَةً عَلَى النَّاسِ ۗ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتَبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كَتَبَ عَلَى الَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

پیغمبر صاحب کی تعلیم کے رو سے خدا کا تیسرا حکم یہ ہے۔ کہ دین میں اپنی طرف سے کمی زیادتی نہ کرو یعنی بدعت نہ کرو۔ دین کی باتوں میں جھوٹ نہ ملاؤ اور لوگوں کو

گمراہ نہ کرو۔ دین کو کھیل تماشہ نہ بناؤ۔

(۱) ومن یعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها
(۲) فمن اظلم ممن افترى على الله كذباً ليضل الناس بغير علم
(۳) وذر الذين اتخذوا دینهم لعباً ولهواً وخرت لهم الحیوة
الدنیا سورہ انعام۔ رکوع ۸ پارہ ۱۷)

عبارت بالا سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ خدا کو جاننے اور پہچاننے کے لئے رسول پاکؐ کی تعلیم یہ ہے کہ انسان زبان اور صدق دل سے کہے۔

امنت باللہ وملا یکتہ وکتبہ ورسولہ والیوم الآخر والقدار
خیزہ وشر من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت یعنی ایمان لایامین اور
اللہ کے اور اوپر فرشتوں کے اور اوپر کتابوں کے اور اوپر رسولوں کے اور اوپر دین قیامت کے
اور نیکی بڑی خدا کی طرف سے ہے اور موت کے بعد زمرہ پھر ہونا ہے۔

جو ان میں سے کسی بات پر بھی ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔

ہمارا مطلب ہمارے ناظرین کے خیال شریف میں آگیا ہو گا۔ ہم یہ کہتے ہیں
کہ خدا کو جاننے اور پہچاننے کے لئے رسولؐ خدا نے کفر اور شرک اور بدعت سے منع کیا ہے
اب ہم تعلیم رسولؐ خدا کے دوسرے مقصد کی طرف آتے ہیں یعنی دنیا میں اس طرح
زندگی بسر کرو کہ تم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور کوئی بڑی نگاہ سے تمہاری طرف نہ
دیکھے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے رسولؐ پاک کی تعلیم قرآن پاک میں درج ہے،

خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جہالت سے کنارہ کرو۔

قال اعوذ باللہ ان اكون من الجاهلین

وقل رب زدنی علماً

(۲) اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کو دین کی تعلیم و تربیت سے قافل نہ رکھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقَوْهَا النَّاسُ وَالْمَجَارَةُ

(۳) جس بات کی تم کو خبر نہ ہو وہ جلنے والوں سے پوچھ لیا کرو۔

فَاَسْأَلُوا أَهْلَ الدِّارِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

(۴) اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

(۵) آپس میں اتفاق رکھو۔

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۝

(۶) اگر دو فریقے مسلمانوں کے ہوں تو صلح کرادو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۝

(۷) اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۝

(۸) ظلم نہ کرو خدا ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے۔

أَلَّا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

(۹) عدل اور انصاف کو نہ چھوڑو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۝

(۱۰) فضول خرجی نہ کرو۔

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ“ سورة اعراف رکوع ۳ پارہ ۸

(۱۱) سخاوت کرو اور نیک کاموں میں حصہ لو۔

مَنْ ذَا الَّذِي يقرض الله قرضًا حسنًا فيضعفه له وله اجرٌ كريمٌ ۝

(۱۲) دکھانے کے لئے خیرات نہ کرو۔ خیرات کر کے احسان نہ جتاؤ۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِينَ

يُنْفِقُونَ مَالَهُمْ رِيَاءَ النَّاسِ ۝

(۱۳) قل اور قسم کو نہ توڑو۔

«وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا»

(۱۴) تسخر نہ کرو۔

«لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُنَّ»

(۱۵) غیبت نہ کرو۔

«وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا يَخْتَابُ أَحَدٌ كُفْرَانَ يَأْكُلُ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ»

(۱۶) زنا نہ کرو۔

«وَلَا تَقْرَبُوا الرِّثَاءَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

(۱۷) تکلیف اور ایذا نہ دو۔

«إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمَّا تَوَبَّوْا قُلُّهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ»

(۱۸) شراب نہ پیو۔

«وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ

شراب کی محرمیت کے متعلق پہلے یہ آیت اتری یسئلونک عن الخمر والميسر قل فيها ما اثم كبير لوگ تجھ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں کہہ دے کہ دونوں میں بڑا گناہ ہے۔

پھر یہ آیت اتری کہ نشر کی حالت میں نماز گناہ ہے اور آخر کار یہ آیت آئی کہ مسلمانوں سے شراب اور انصاب۔ فال کے پتر سب ناپاک اور شیطان کے کام ہیں تو ان سے بچو کہ غالباً تم فلاح پاؤ گے شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تم لوگوں میں عداوت اور بغض طمانے اور محرم کو خدا کی راہ سے اور نماز سے روکے تو تم باز آؤ گے (مایدہ)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض شرابیوں نے اس آیت سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

ليس للذين امنوا و عملوا الصلحٰت جناحٌ فيما طعموا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور

اچھے کام کئے انہوں نے جو کچھ کھایا (یعنی شراب پی) ان پر کچھ الزام نہیں مگر یہ آیت ان لوگوں کے

ہے جو شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے مر گئے۔ آنحضرتؐ نے تو شراب پینے کے برتن تک طے و
دیئے تھے اور شراب کا سرکہ بنانے کی اجازت ہی نہیں دی۔

(۱۹) زینت حرام نہیں ہے۔

”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ“

(۲۰) مثلہ ترک لذات دنیوی خدا کا سکھایا ہوا نہیں ہے۔

”وَرَهَبًا نِيَّةً ابْتَدَأْتَهُمَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِنَّ“

(۲۱) کسی کے مذہب یا بانی مذہب کو گالی نہ دو۔

”وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ“

(۲۲) اگر مباحثہ و مناظرہ کرو تو نرمی سے کرو۔

”وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“

(۲۳) اگر نصیحت کرو تو نرمی سے کرو کیونکہ نرمی سے اثر پیدا ہوتا ہے۔

”وَادْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ“

(۲۴) خلق کے ساتھ احسان کرو۔

”وَإِحْسَنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ“

(۲۵) قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرو۔

”وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِحْسَانًا وَذِ الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ“

”وَإِنِ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ“

(۲۶) غرور اور تکبر نہ کرو۔

”وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ“

(۲۷) خیانت نہ کرو۔

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا“

(۲۸) آپ اور تم میں کمی نہ کرو۔

”وَلَا تَنْقُصُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِمُخَيَّرَاتٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ“

عَذَابَ يَوْمٍ مَّحِيْطٍ“

(۲۹) سُودا اور بیاج نہ کھاؤ۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ“

(۳۰) کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔

”وَالَّذِينَ يُرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ

ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا“

(۳۱) فساوندہ کرو۔

”لَا يَتَّبِعُ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ (سورۃ قصص رکوع ۲۰ پارہ ۲۰)

(۳۲) جھوٹ نہ ہو لو اور جھوٹی باتیں نہ سنو۔

”سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ“

(۳۳) کسی کے اقبال پر حسد نہ کرو۔

”أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ“

(۳۴) سفر کرو و دنیا دیکھو بھالو۔

”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ“ (سورۃ نمل رکوع ۶ پارہ ۲۰)

(۳۵) صبر کرو و صبر بہت اچھی چیز ہے۔

”إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ“

(۳۶) شکر کرو و شکر سے خدا راہی رہتا ہے اور شکر کرنے والے کو زیادہ دیتا ہے۔

”وَإِذ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ

إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ“

(۳۷) غصہ کو روکنا اور تصور معاف کرنا بہت اچھا ہے۔

”وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ صَابِرٌ وَكَفُورٌ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ

عَزَمِ الْأُمُورِ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَرَضِعُوا وَغَفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ عُفُورٌ رَحِيمٌ“

(۳۸) ہر وہ عورتوں کا نکاح کرو۔

”وَ أَنْتُمْ الْآيَاتُ مِنْكُمْ“

(۳۹) عورتوں کو پردہ میں رکھو۔ یعنی بے ضرورت باہر نہ نکلیں اور بغیر برقعہ کے باہر نہ نکلیں۔

”يَدُّ نِيْلَ عَيْبِهِنَّ مِنْ جَلَابِيْنِهِنَّ“

(۴۰) جو تکلیفیں تمہیں پہنچتی ہیں وہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔

”وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ آيِدِيكُمْ“ (سورہ شوریٰ - رکوع ۴ پارہ ۵)

(۴۱) پاکیزہ رہو۔

”وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ“

رسوۃ

(۴۲) خدا خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ“

(۴۳) اللہ وغا باز کو پسند نہیں کرتا۔

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا“

(سورہ نساء رکوع ۱ پارہ ۵)

(۴۴) حد سے نہ بڑھو۔

”لَا تَعْدُوا وَإِنَّ اللَّهَ لَآ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ“ (سورہ مائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۱۷)

ماہہ مذہب یعنی دینداری انسان کی فطرت میں داخل ہے انسان کو جو اشیا عالم جمادات۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات سے علیحدہ کرتی ہیں وہ طاقت گویائی اور دینداری یعنی مذہب ہیں۔ اس لئے مذہب کوئی انوکھی بات نہیں ہے جسے آنحضرتؐ کی ایجاد سمجھا جائے۔ ہماری دنیا کی آغوش میں صد ہا مذاہب نے بمقتضائے فطرت انسان پرورش پائی۔ کئی پیدا ہوتے ہی چل بسے۔ کئی جوان ہوئے اور عالم شباب میں ان پر بجلی گر گئی اور کئی عمر طبعی کو پہنچ کر آخر کار انقلاب روزگار اور اہل نفس اور اہل ہوا ہوس کی بدکاری سے اس طرح مسخ ہو گئے کہ اب ان کی جگہ بغیر رسم و رواج یا توہمات اور خام خیالات کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ان مختلف مذاہب میں سے بعض کے بانہوں نے توحید کی جھلک دکھائی مگر کسی نے توحید کو کامل کر کے راسخ نہیں کیا۔ یہہ آنحضرتؐ کی تعلیم کا فیض عام ہے کہ توحید کو کامل کر کے راسخ کر دیا۔ زمانہ لاکھ جہد و جہد

کرے مگر توحید قرآن کے آگے کوئی مرحلہ نہیں ہے۔

ہمارے پیغمبر کی تعلیم خدا کی تعلیم ہے یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام کے مقدس جسم میں جراثیم زوال داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی طرح اہل ہوا و ہوس داخل بھی کریں تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ قرآن اور مذاہب کے صحیفوں کی طرح زوال انقلاب میں نہیں آسکتا یہ کاغذی حصاروں کا محتاج نہیں ہے یہ خلقت خدا کے سینوں اور زبانوں میں محفوظ ہے اور اس طرح محفوظ ہے کہ ایک نقطہ ادھر سے ادھر نہیں ہوا۔ اگر آنحضرت کی تعلیم مکمل تعلیم نہ ہوتی تو قرآن کو اس طرح محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ چونکہ آنحضرت نے تربیت روح اور جسم اور دماغ مکمل کر دی اس لئے ان کے تعلیم کے مجموعہ پر جس کا نام کلام مجید یا قرآن ہے اناہل الحافظوں کی ٹہر لگ گئی۔ اب ان کے بعد کسی اور پیغمبر کی ہدایت کی ضرورت نہیں رہی۔

اگر دو لفظوں میں بیان کرنا ہو تو کہہ دیجئے کہ آنحضرت کی تعلیم یہ تھی کہ انہوں نے توحید کو کامل اور راسخ کیا اور اخوت کا بیج بویا جس سے دین و دنیا میں بیڑا پار ہو گیا۔ توحید سے خدال گیا اور اخوت سے بغض، حسد، غیبت، عداوت، خود پسندی، غرور و نخوت طمع اور حرص کی بیخ کنی ہو کر لوگ محبت اور ایثار کا کلمہ پڑھنے لگے۔ اے مسافران صراط مستقیم اگر منزل مقصود پر پہنچنا ہے تو آنحضرت کی تعلیم پر کاربند رہو۔ قرآن پڑھو۔ صرف قرآن پڑھو اور اُسے سمجھو۔

آنحضرت نے فرما دیا ہے کہ خدا تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا مگر دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لئے یاد رہے کہ اسلام کا صورت۔ لباس۔ ڈارھی۔ مونچھوں۔ سر کی مانگ اور حجامت سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

جو لوگ ظاہری بناوٹ کو یا لباس اور وضع قطع کو اسلام کا بڑا اصول سمجھ کر اس میں زیادہ کج بھٹی کرتے ہیں وہ اسلام کے دشمن اور اُس کے مقاصد سے بے بہرہ ہیں۔

باب (۱۹)

نبوت اور معجزات اور انکی فلافی

نبوت کی تعریف یہ ہے کہ نبوت وہ قوت یا ملکہ ہے جس سے ان اشیا کا ادراک ہو سکتا ہے جن کا ادراک حواس سے تمیز سے عقل سے نہیں ہو سکتا۔

امام غزالی منقذ من الضلال میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبوت کے تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جس میں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے وہ خاص چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن سے عقل بالکل محروم ہے جس طرح قوت سامعہ رنگوں کے ادراک سے بالکل معذور ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ انسان اصل خلقت کے لحاظ سے جاہل محض پیدا ہوا ہے۔ پیدا ہونے کے وقت ہر قسم موجودات میں سے کسی چیز سے واقف نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے اس میں لمس کا احساس پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ ان چیزوں کو محسوس کرتا ہے جو چھونے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ پیوست۔ نرمی۔ سختی اس حاسہ کو مرئیات اور مسموعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو شے محض سننے سے معلوم ہو سکتی ہے اس کے حق میں یہ حاسہ بالکل معدوم ہے۔ لمس کے بعد پھر انسان میں دیکھنے کا حاسہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ رنگ اور مقدار کا ادراک کر سکتا ہے پھر سننے کی قوت پیدا ہوتی ہے پھر چکھنے کی یہاں تک کہ محسوسات کی سرختم ہو جاتی ہے اور ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اب اس کو تمیز کی قوت حاصل ہوتی ہے اور ان چیزوں کا ادراک کر سکتا ہے جو حواس کی دسترس سے باہر ہیں یہ دو رساتویں برس سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے ممکن۔ محال۔ جائز و ناجائز کا ادراک ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے ہی آگے ہے اور جس طرح تمیز و

عقل کے درجات کے لئے حواس بالکل بیکار ہیں اسی طرح اس درجہ کے درجات کے لئے عقل محض بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے۔

یہ درجہ فطری ہوتا ہے یعنی پڑھنے سے یا سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ابتدا سے ہی بعض لوگوں میں یہ قوت مرکوز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دوسرے اشخاص کو کتنی ہی محنت اور کوشش کریں ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ یہ قوت کسی میں کم کسی میں زیادہ اور کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہنچتی ہے کہ سب تعلیم کے بغیر ان کو حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ ان کو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود ان کو اشیاء کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی قوت کا نام بلکہ نبوت ہے اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔

آپ تجربے اور مشاہدے سے کام لیجے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں نہیں ہیں۔ ذہن و ذکاوت۔ فہم و فراست۔ عقل و ذہانت مختلف افراد انسانی میں نہایت مختلف المراتب ہیں۔

ایک شخص کو دن ہے تو دوسرا ذہین۔ تیسرا اس سے زیادہ ذہین بڑھتے بڑھتے یہاں نوبت پہنچتی ہے کہ ایک شخص سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔

یورپ کے سائنس دانوں کو مادے کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن اب تو بڑے بڑے فلاسفر یہ ملنے لگے ہیں کہ حواس اور عقل کے سوا ایک اور قوت بھی ہے جس سے اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اسی کا نام نبوت ہے۔

اس بحث سے ظاہر ہے کہ نبوت کا وجود ممکن ہے اور وہ افراد انسانی میں پائی جاسکتی ہے جس شخص میں یہ قوت ہو اسے پیغمبر کہتے ہیں۔ جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں تو اس کے ایک ایک لفظ سے نبوت کے آثار نمایاں ہیں۔ اس سے صاف یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا حال بجز پیغمبر اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر سے جو فعل خرق عادت وقوع میں آئے اس کا نام معجزہ ہے۔ فلسفہ اور

سبب میں جو ان بن شروع ہوتی ہے اس کی نبیا و معجزات یا خرق عادات کا مسئلہ ہے فلسفہ کا سرمایہ ناز جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ وہ جزئیات کو کلیات کے تحت میں لاتا ہے اور ہر چیز کی علت اور سبب ڈھونڈ کر نکالتا ہے۔ خرق عادات اس سلسلے کو بالکل توڑ دیتا ہے اسکے طفیل سے جانور آدمی بن سکتا ہے۔ ذرہ پہاڑ ہو سکتا ہے۔ آگ پانی ہو سکتی ہے۔ سیا چلنے سے رُک جاتے ہیں۔

اسلام میں جب فلسفہ اور حکمت کا رواج ہوا تو اس مسئلے کی بحث پیش آئی۔ جن لوگوں کے سر پر فلسفہ کا جن سوار تھا انہوں نے صاف انکار کیا۔ رسائل اخوان الصفا کے ارکان اسی گروہ میں داخل ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری جو بہت بڑے محدث تھے ان کا یہ مذہب ہے کہ دنیا میں علت و معلول سبب و مسبب تاثرات اشیاء کا سلسلہ قائم ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی سلسلے کے مطابق ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خدا بطور اظہار قدرت کے یہ سلسلہ توڑ دیتا ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے۔

عام متکلمین کی یہ رائے ہے کہ معجزہ حسی ہوتا ہے۔ حسی کے یہ معنی ہیں کہ درحقیقت یہ واقعات اسی طرح وقوع میں آئے۔ اس کے امکان کے دلائل یہ ہیں۔

(الف) جو خدا نطفہ سے آدمی اور مادہ سے جاندار پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سنگریزے میں جان بڑالے اور حیوان کو گویائی کی قوت دے۔

(ب) تمام اجسام متماثل ہیں اس لئے ایک جسم میں جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہر ایک جسم میں پائی جاسکتی ہیں گو بالفعل نہ پائی جائیں۔

(ج) آفتاب ایک مدت میں ایک چیز کو گرم کر سکتا ہے آگ فوراً کر سکتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ جو امور بتدریج وقوع میں آتے ہیں پیغمبر کی تاثیر سے فوراً وقوع میں آئیں۔

معتزلہ کی یہ رائے ہے کہ معجزہ عقلی بات ہے حسی نہیں ہے عقلی سے یہ مراد ہے کہ ایک بات سے اس کے معنوی معنی لئے جائیں جیسا کہ خدا کے اس قول میں ہے کہ تمام

چیزیں خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قدر مخلوقات اور محدثات ہیں سب اپنے خالق اور موجد کی گواہی دیتے ہیں۔ جس طرح تعمیر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا

کوئی بنانے والا ہے اور تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی لکھنے والا ہے۔ اس کا نام زبان حال ہے اور متکلمین اس کو دلائل علی المدلول کہتے ہیں۔ حکما اور فلاسفہ کا خیال ہے کہ معجزہ خیالی واقعہ ہے۔ خیالی کے یہ معنی ہیں کہ زبان حال تمثیلاً محسوس صورت میں نظر آتا ہے۔ یعنی زبان حال تمثیل کے طور پر محسوس اور شاہدہ ہو جاتی ہے اور یہ انبیاء اور پیغمبروں کا خاصہ ہے عام لوگوں کے لئے خواب میں جس طرح یہ خیالی کیفیت محسوس صورت پکڑ لیتی ہے اور آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ مثلاً آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک انٹ اس سے باتیں کر رہا ہے یا گھوڑا اس سے خطاب کر رہا ہے یا کوئی مردہ اُسے کچھ دے رہا ہے یا اُس سے چھینتا ہے یا اُس کی انگلی چاند یا سورج بن گئی ہے یا اُس کا ناخن شیر ہو گیا ہے۔ اسی طرح انبیاء کو یہ چیزیں بیداری میں نظر آتی ہیں اور یہ چیزیں حالت بیداری میں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ جاگنے والوں کو اس حالت میں فرق نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ خیالی گویائی ہے یا حسی۔ سونے والے کو جوان دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جاگ اُٹھتا ہے اور سونے جاگنے کی حالت میں اس کو فرق معلوم ہوتا ہے۔ جس کو دلالت تادّ حال ہو جاتی ہے اس کی دلالت کی شعاعیں حاضرین پر بھی پڑتی ہیں یہاں تک کہ ان کو بھی وہ اشیا نظر آتی ہیں اور وہ آوازیں سنائی دیتی ہیں جو صاحب دلالت کو نظر آتی اور سنائی دیتی ہیں۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ معجزات کی تینوں اقسام میں سے تمثیل خیالی زیادہ متعارف ہے لیکن تینوں اقسام پر ایمان لانا واجب ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ آیا معجزہ نبوت کی دلیل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اشاعرہ عموماً اس کی دلیل نبوت ہونے پر متفق ہیں۔ حکمائے اسلام میں سے بوعلی سینا اشاعرہ کا ہم زبان ہے اور کتاب الشفا میں لکھا ہے کہ پیغمبر کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔

ہماری رائے میں نبی کے ارشادات اور ہدایات اور اعمال اور طرز زندگی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ معجزہ اگر پیغمبر کے پتے ہونے کی دلیل ہے تو صرف

ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس معجزہ کو دیکھا۔
 نبوت کی باہمت اور معجزوں کی حقیقت بیان کر کے اب ہم آنحضرت کے چند معجزات
 بطور نمونہ از خروارے معتبر کتابوں سے لیکر ذیل میں درج کرتے ہیں:-

معجزات قرآن مجید

(۱) آنحضرت کا اشرف اور اطہر معجزہ خود قرآن شریف ہے۔ آپ اُمّی محض تھے
 اور اُمّی کی زبان سے اس شان کا کلام نکلا کہ جو لا جواب ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے۔
 فاتو بسورۃ من مثله کسی سے نہ ہو سکا کہ ایسا کلام لکھ سکے یا سنا سکے۔

(۲) مولینا غلام نبی صاحب امرت سمری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ تین تلو سال سے زیادہ
 کی تحقیق کے بعد زمانہ حال کے علمائے سائنس دان اور ماہرانِ علم کُردہ زمین نے
 یہ معلوم کیا ہے کہ زمین اپنے کناروں سے سُکڑ جاتی ہے۔ وجہ یہ بیان ہوتی ہے کہ زمین
 میں مادہ کشش موجود ہے اور اس کی گرمی کے پھیلاؤ کو مندر کا پانی کم کرتا جاتا ہے۔ آنحضرت
 نے بغیر کسی کی تعلیم اور محنت کے یہ بات سورۃ رعد کے پانچویں رکوع میں کہہ دی ہے۔

اولم یروانا ناتی الارض نقصها من اطرافها

کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گٹاتے ہوئے اُس کے کناروں سے۔
 (۳) بڑے فلاسفروں نے بڑی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین اور آسمان گھڑی
 ہے۔ یہ بات انہوں نے کئی صدیوں کی تحقیق کے بعد دریافت کی ہے۔
 آنحضرت نے پہلے ہی سورۃ انبیاء کے تیسرے رکوع میں فرما دیا ہے۔

اولم یر الذین کفروا ان اسموات والارض کانتا رتقا ففتقنا

وجعلنا من انہاء کس شیء حی افلا یومنون

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین تھے گٹھری پس جدا کیا ہم نے ان
 دونوں کو اور کیا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا پس نہیں ایمان لاتے۔

(۴) یونانی ہیئت دان کہا کرتے تھے کہ سیارات آسمان میں نجینوں کی طرح جڑے

ہوئے ہیں۔ موجودہ علم ہیئت کی تحقیق ہے کہ سیارات بوسیلہ قوت جاذبہ فضائے بسیط میں معلق ہیں۔

آنحضرت نے یونانی ہیئت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور سورہ یسین میں فرمایا۔

کل فی فلک یسبحون

ہر ایک ستارہ بیچ دائرہ کے تیرتا ہے۔

(۵) ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ قریش نے جمع ہو کر آنحضرت سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم اپنا لائو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے درگاہ باری تعالیٰ میں دعا کی اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں ٹکڑوں میں اتنا فرق تھا کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر بھی کافر راہ راست پر نہ آئے اور کہا کہ یہ سحر ہے۔

سورہ قمر کی پہلی آیت ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر ان یر و آیتہ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر

قریب آئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور ٹکڑے کی کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیشگی

کا ہوا ہے۔

اس معجزے پر کئی اعتراض مخالفین کرتے ہیں۔

(الف) وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قیامت کے دن چاند پھٹ جائیگا۔ یہ اعتراض واہی ہے۔ انشق صیغہ ماضی کا ہے اور اپنے فاعل سے تانیم سے اور کوئی وجہ نہیں کہ شروع کلمہ میں اس کے مستقبل کے معنی لئے جائیں۔ اس کے علاوہ ان یر و آیت کے الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ پہلے کفار نے معجزہ دیکھا اور پھر منہ پھیرا۔ (ب) پھر کہتے ہیں کہ آسمان اور ستاروں میں خرق التیام محال ہے یہ اعتراض بھی کم نظری پر مبنی ہے۔ حکمائے انگلستان نے حال میں فیساغورس کی ہیئت پر بحث کر کے ثابت کر دیا ہے کہ سب ستارے کثیف زمین کی مانند ہیں اور سب قابل کون فنا

اور خرق اور التیام ہیں۔

(ج) اس کے بعد کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو اور اقلیم کے لوگ بھی دیکھتے۔ اور اپنی تواریخ میں ذکر کرتے اول تو شق القمر کا معجزہ رات کو ہوا۔ لوگ اس وقت جس طرح کسوف و خسوف کے دیکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں پہلے سے منتظر نہ تھے۔ کئی ملکوں میں چاند اس وقت نکلا بھی نہ ہوگا۔ کئی ملکوں میں اس وقت دن ہوگا۔ کئی ملکوں میں آبر میں چاند چھپا ہوا ہوگا۔ اس لئے تواریخ میں نہ ہونے سے تکذیب معجزہ لازم نہیں آتی۔ یہ غلط ہے کہ اور کسی نے شق القمر نہیں دیکھا۔ زمانہ وقوع میں سب نے یہ حال دیکھا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ بلبیبار کے راجہ نے جب برہمنوں سے پوچھا تو انہوں نے اس وقوعہ کی تصدیق اپنی کتابیں دیکھ کر کی۔

سوانح الحرمین میں ہے کہ شہر ڈاکہ کا راجہ اپنی چھت پر بیٹھا تھا اس نے یہ نظارہ دیکھا۔ مولانا رفیع الدین نے رسالہ شق القمر میں مجاہد اعتراضات کی کما حقہ تردید کی ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب ٹھہر گیا تھا۔ اس قصے کو بھی کسی اہل تواریخ نے نقل نہیں کیا حالانکہ وہ معاملہ دن کا تھا۔ یہ معاملہ تورات کا تھا اور ایسے وقت کا تھا جب بہت رات جا چکی تھی۔

(۶) سورۃ انفال کے دوسرے رکوع میں ہے:-

فلم یقتلوهما ولكن الله قتلهم وما زلت اذريت ولكن الله يحيى

مستومنہ ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے اور تو نے نہیں پھینکی تھی مٹی جس وقت پھینکی تھی

اس آیت سے دو باتیں نکلتی ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے مخالفین کو جنگ میں تلوار یا پتھروں سے قتل کیا۔ دوم یہ کہ آنحضرت نے ایک مٹھی خاک سے کفار مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ یہ معجزہ جنگ بدر میں ہوا۔

(۷) سورۃ روم کی پہلی آیت دیکھئے۔

المرغبتہ الروم فی ادنی الارض وھرمین بعد غلبہم ورسبغلبون

فی بضع سنین

”مغلوب ہو گئے ہیں رومی پنج نزدیک زمین کے اور وہ پیچھے مغلوب ہونے اپنے کے شتاب غالب

آؤینگے“

اس پیشین گوئی کے مطابق اہل روم فارس پر غالب آئے۔ اصل واقعہ یوں ہے۔ روم اور فارس کے بادشاہ ملک کی سرحد پر لڑتے تھے اور یہ ہردو ولایتیں عرب کے قریب تھیں جب ان کی لڑائی ہو رہی تھی کفار مکہ یہ چاہتے تھے کہ اہل فارس جیت جائیں کیونکہ اہل فارس آتش پرست تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ اہل روم جو اہل کتاب تھے فتح یاب ہوں۔ ان دونوں بادشاہوں کی لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل روم مغلوب اور اہل فارس غالب ہوئے۔ اس پر مسلمانوں کو نہایت رنج ہوا۔ رسول پاک نے اطلاع دی کہ اگرچہ اہل روم دب گئے ہیں مگر عنقریب ہی غالب آئینگے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ہوا۔

(۸) سورہ فتح میں ہے۔

لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام

انشاء الله آمنين مخلقين رؤسكم ومقصرين لا تخافون

”البتہ تحقیق سچ دکھلایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب ساتھ سچ کے البتہ داخل ہو گئے تم مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے اسے منڈاتے ہوئے سروں اپنے کو اور کتراتے ہوئے نہ ڈرتے ہو گے۔

سر منڈانا ارکان حج میں سے ایک رکن ہے لوگ ادا کرتے ہیں۔

کفار آنحضرت اور مسلمانوں کو کعبہ معظمہ کے قریب نہ آنے دیتے تھے۔ اس آیت کے بعد مسلمانوں کو اجازت ہو گئی اور وہ حج کے لئے مکہ میں آنے لگے۔

(۹) جب قریش ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لیکر آئے تو مسلمانوں نے صرف تین سو تیراں آدمیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ جنگ بدر میں کیا۔ اس وقت رسول پاک نے پیشین گوئی کی:-

سبہزم الجمع و بولون الدبر

”قریب ہے کے جماعت ہزیمت کھائیگی اور پشت پھیرے گی“

چنانچہ ایسا ہی ہوا کفار کو شکست فاش ہوئی۔

(۱۰) جھٹھے پارہ کے اخیر میں ہے:-

لجندن اقربہم مودة للذین امنوا الذین قالوا انا نصرے ذالک بان

منہم قسیبین و رہباننا و انہم لایستکبرون

”اور البتہ پائیکاتونزدیک اُن کا دوستی میں واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں ان لوگوں کو

کہہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔

یہ اس واسطے ہے کہ بعض ان میں پادری ہیں اور عبادت کرنے والے ہیں اور یہ کہ

وہ نہیں بکیر کرتے اس عجیب و غریب پیشین گوئی میں آنحضرتؐ کو نصارے کا مسلمانوں

کے دوست بننے کی خبر دی جاتی ہے۔

ہر چند کہ علمائے نصارے ظاہرین نے غیر واجب الزامات آنحضرتؐ

کی شان مبارک پر لگائے ہیں لیکن یونہی بہت سے نیک نیت منصف مزاج علمائے

نصارے موجود ہیں جنہوں نے اس پیشین گوئی کی تکمیل کر دی ہے مثلاً واشنگٹن

اردنگ۔ جان ڈیون پورٹ۔ گاڈ فری ہکنس۔ ڈاکٹر اے اسپرنگ۔ اڈواڈ گبن ریورینڈ

راڈویل۔ طامس کارلائل وغیرہ نصارے نے آنحضرتؐ کا ذکر کرتے ہوئے دامن نصا

ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قرآن کے معجزوں کے علاوہ اور معجزے

(۱)۔ بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ احد پر چڑھے آپ کے

ساتھ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ پہاڑ تھر تھرا یا۔ آپ نے اس کولات ماری اور کہا

ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں آخر کار اس پیشین گوئی کے

مطابق ہوا۔ عمرؓ کو ابولولوعبوسؓ نے شہید کیا اور حضرت عثمانؓ بھی ابوائیوں کے ہاتھ

شہید ہوئے۔

(۲)۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ ابی موسیٰ شعریؓ آنحضرتؐ کے ساتھ ایک باغ میں تھے

اتنے میں ابو بکرؓ آئے۔ پھر عمرؓ آئے پھر عثمانؓ آئے حضرت نے ان کو باری باری بتائی ہونے کی بشارت دی اور عثمانؓ سے کہا کہ تم پر بلوائی حملہ کریں گے۔ ترمذی میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ بیگناہ مارے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عثمانؓ اہل مصر اور عراق کے بلوے میں بے گناہ شہید ہوئے۔

(۳) غزوہ خیبر میں آپ نے آخر کار فرمایا کہ کل علم ایشیہ شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح خدا دیگا۔ صبح تمام صحابہ اس فخر کے امیدوار بن کر آئے۔ آپ نے فرمایا علیؓ کہاں ہے حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ نے علم انہیں دیا اور ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا وہ اچھے ہو گئے اور خیبر فتح ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم)

(۴) ایک دفعہ سعد بن ابی وقاص مکہ میں امام حجتہ الوداع میں بیمار ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کی عیادت کو تشریف لائے سعد کو بوجہ غلبہ مرض اپنی زندگی کی امید نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں مرو گے تم اس قدر جیو گے کہ بہت سے شخصوں کا بھلا اور بہت سے شخصوں کا بُرا تمہارے ہاتھ سے ہوگا۔ آنحضرتؐ کا فرمانا درست ہوا۔ سعد تندرست ہو کر قریب بیچاس برس کے اور جتنے عمر کے زمانہ میں ملک فارس انہوں نے فتح کیا۔ قادیسیہ کی لڑائی میں انہیں کے حُسن تدبیر سے دشمن کو شکست ہوئی اور رستم بن فرخ زاد قتل ہوا اور سفید محل کا خزانہ مسلمانوں نے تقسیم کیا۔ ان کے ہاتھ سے صد ہا مسلمانوں کو فائدہ ہوا اور صد ہا مجوسی تہ تیغ ہوئے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۵) ایک دن ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو بڑے گروہ مسلمانوں میں صلح کرواے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے اور ایک لشکر جرار لیکر امیر معاویہ پر چڑھ گئے ادھر سے وہ بھی بڑا لشکر لے کر آیا آپ نے اس خیال سے کہ ہزارا بندگان خدا ناحق مارے جائیں گے صلح کر لی۔ (بخاری)

(۶) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے جلے قتل ایک ایک کافر کی جو

یہ میں مارے گئے ایک دن پہلے دکھادی تھی۔ کسی نے ان میں سے اسجگہ سے تجاوز نہ کیا جہاں رسول اللہ نے ان کا مقتل بتایا تھا۔
(مسلم)

(۷)۔ غزوہ خندق میں جب لشکر کفار بھاگ گیا اور محاصرہ اٹھ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اب ہم ان پر چڑھ جائینگے اور وہ ہم پر نہ چڑھ سکیں گے۔ اسی کے مطابق ہوا۔ پھر کفار مدینہ پر لشکر کشی نہ کر سکے اور مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا۔
(بخاری۔ سلیمان)

(۸)۔ غزوہ خندق سے پہلے جب آنحضرت خندق کھود رہے تھے تو عمار بن یاسر بھی خندق کھودنے میں مشغول تھا۔ آنحضرت نے براہ شفقت اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ تمہیں باغی شہید کرینگے پھر عمار کو جنگ صفین میں معاویہ کی فوج نے شہید کیا۔
(مسلم۔ ابی قتادہ)

(۹)۔ غزوہ حنین میں اپنے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص قرمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب کفار سے مقابلہ ہوا تو یہ شخص زخمی ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ یا حضرت آپ تو اسے دوزخی فرماتے تھے آپ نے فرمایا کہ تحقیق یہ دوزخی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر قرمان نے خود کشی کی۔ یہ منافق تھا۔
(بخاری۔ ابو ہریرہ)

(۱۰)۔ غزوہ تبوک میں آنحضرت نے آندھی آنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج رات کو آندھی آئیگی اس میں کوئی نہ اٹھے اور جس کے پاس اونٹ ہو اُسے مضبوط باندھ لے۔ رات کو ایسا ہی ہوا شدید آندھی آئی ایک شخص اٹھا تو اُسے آندھی اڑا لیگی۔
(بخاری۔ ابو حمید ساعدی)

(۱۱)۔ ایک دن آنحضرت غنائم تقسیم کر رہے تھے۔ ذوالخویصرہ آیا۔ یہ ایک شخص بنی تمیم میں سے تھا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ عدل کرو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ حضرت عمرؓ موجود تھے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اس کا سر اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جانے دو اس کے ہمراہی دکھاوے کی نماز پڑھینگے اور یہ ایک دن بہترین فرقہ پر خروج کرینگے ان کے ساتھ اُس وقت ایک کالا آدمی ہوگا

کہ اُس کا ایک بازو مثل پستان عورت کے جنبش کرتا ہوگا۔

آنحضرتؐ کا فرمانا درست ہو حضرت علیؑ کے زمانے میں اُن پر فواج نے خروج کیا وہ لوگ قوم ذوالخو بصرہ میں سے تھے اُن کا سردار ذوالشترہ تھا جس کا رنگ سیاہ تھا اور اُس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان جیسا تھا۔ حضرت علیؑ نے ان سب کو قتل کیا۔

(بخاری - مسلم - ابوسعید)

(۱۲۱)۔ آنحضرتؐ نے ایک دن فرمایا کہ ملک حجاز میں ایک آگ نکلیگی جو شہر بصرہ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔ عہد خلفائے عباسیہ میں ایسا ہی ہوا۔ جمادی الاخر کی تیسری تاریخ ۶۵۲ھ ہجری میں جمعہ کے دن عشا کے بعد یہ آگ ملک حجاز میں متصل مدینہ طیبہ نکلی۔ یہ آگ کیا تھی آگ کا قلعہ تھا جو طول میں چار فرسنگ یعنی بارہ میل اور عرض میں چار میل تھا اور جس کا ارتفاع بقدر نو فیٹ تھا۔ یہ آگ دریا کی طرح موجیں مارتی تھی سیلاب کی طرح رواں تھی اور اس کی آواز رعد کی آواز کے مشابہ تھی۔ اس میں ایک بات عجیب تھی کہ اس سے پتھر سرسبز ہو جاتے تھے اور پہاڑ رانگے کی طرح موم ہو جاتے تھے۔ مگر درختوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اس آگ کی روشنی میں رات کو لوگ مدینہ میں اُن کی طرح کام کرتے تھے اور اس کی چمک نگاہ اور شہر بصرہ میں دکھائی دیتی تھی۔ ستائیسویں تاریخ رجب کی یہ آگ فرو ہوئی۔

(بخاری - مسلم - ابو ہریرہ)

(۱۲۲)۔ ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قوم ثقیف میں ایک شخص بڑا ظالم اور خونریز ہوگا اور ایک شخص بڑا جھوٹا اور کاذب ہوگا۔

آنحضرتؐ کے فرمانے کے بموجب حجاج نے ضحاک کے نام پر اوس برسادی تھی ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے۔ اور بڑا کاذب مخار ثقیفی تھا کہ جس نے بہ اظہار قصد قصاص قاتلان امام حسینؑ سیاست حاصل کی اور آخر جھوٹا دعویٰ پھنبری کا کیا۔

(مسلم - اسما بنت ابوبکر)

(۱۲۳) ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ان لوگوں کے طریقوں کی جہم سے پہلے ہوئے دست بدست اور بالشت بہ بالشت پیروی کرو گے اگر وہ لوگ سو سمار کے سوراخ

گھسے ہونگے۔ تو اس بات میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔ آنحضرت کی مراد ان لوگوں سے یہود و نصارا تھی۔ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی مسلمانوں نے یہودیوں کا حسد و طمع اور عادت اخلاقیہ حق اختیار کی اور نصارا کی طرح پیروں اور مرشدوں کو خدائی رتبہ تک پہنچا دیا۔ (بخاری - مسلم - ابو سعید خدری)

(۱۵) جابرؓ سے ایک دن آنحضرت نے فرمایا کہ قریب ہے کہ میری امت محمد فرس (انماط) پچھائیگی۔ چند دن کے بعد صحابہ جو تنگ دست تھے مالدار ہو گئے اور جابرؓ کی اہلیہ نے بھی پُر تکلف فرس گھر میں پچھایا۔ (بخاری - مسلم)

(۱۶) مسلمہ - ایک شخص نبی حنیفہ میں سے تھا وہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اپنے بعد اگر آپ مجھے اپنا ولیعہد بناؤ تو میں آپ کی مطابعت کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اُسے کہہ دو اسے میں ایک شاخ درخت بھی نہیں دے سکتا اور کہا کہ یہ ہلاک ہوگا۔ آنحضرت کے بعد بہت سے آدمی اُس کے پیرو ہو گئے مگر آخر کار خالد بن ولید نے اس پر چڑھائی کی اور وہ مارا گیا۔ (بخاری - مسلم - ابن عباس)

(۱۷) جب موتہ کے حاکم نے اسلامی قاصد کو قتل کر دیا تو اسلامی لشکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اس لشکر کا سپہ سالار آنحضرت نے زید بن حارث مقرر فرمایا یا ساتھ ہی فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ سپہ سالار ہوں اگر وہ بھی شہید ہوں تو عبد بن رواحہ سپہ سالار ہوں ان کے بعد مسلمان کسی کو اپنے درمیان سپہ سالار کر لیں۔

نتیجہ جنگ سے مطلع ہونے سے پہلے آپ نے خبر شہادت زید جعفر اور عبد اللہ سادی - آپ نے فرمایا کہ نشان لیا زید نے اور شہید ہوا۔ نشان لیا جعفر نے اور شہید ہوا۔ نشان لیا عبد اللہ نے اور شہید ہوا۔ یہ فرماتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے آخر فرمایا کہ نشان لیا خدا کی ایک تلوار نے اور فتح حاصل کی۔ خالد بن ولید کو سیف اسلام کا خطاب عطا ہوا تھا۔ (بخاری - انس)

(۱۸) جب صحیحہ نجاشی حبش فوت ہوا تو جس دن وہ مرا اسی دن آپ صحاب کے ساتھ عید گاہ کی طرف گئے اور صف بانہ کے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔ خبر آنے سے پہلے

ہی آپ کو آگہی ہوگئی *

(بخاری - مسلم - ابومرثد)

(۱۹) آنحضرتؐ سفر سے واپس آرہے تھے راہ میں آندھی آئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب مدینے میں آئے تو معلوم ہوا کہ رفاع بن زید منافق مر گیا *
(مسلم - جابر)

(۲۰) آنحضرتؐ نے ایک دن حضرت علیؑ کو فرمایا کہ تم اور زبیرؓ اور مقدادؓ اور رضہؓ شاخ تک جاؤ وہاں تمہیں ایک عورت ملیگی اُس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ یہ تینوں گھوڑے دوڑاتے وہاں گئے اور ایک عورت کو دیکھا کہ جا رہی تھی انہوں نے خط مانگا اُس نے انکار کیا انہوں نے تلاشی کی وہ ہلکی دی تب تو اُس نے سر کے بالوں میں سے خط نکال دیا۔ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ بدری نے کافران مکہ کو لکھا تھا اور غزوہ مکہ کے ارادہ سے اطلاع دی تھی آپ نے حاطب سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو اُس نے عرض کی کہ میرے لڑکے بالے مکہ میں ہیں اس لئے میں نے قریش پر احسان کرنا چاہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حاطب کو قتل کیا جائے مگر آپ نے معاف کر دیا کہ نہیں بدریوں کے تمام قصور خدا نے معاف کر دیئے ہیں۔ یہ حال آنحضرتؐ کو بوجی الہی معلوم ہو گیا تھا *
(بخاری - مسلم - حضرت علیؑ)

(۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے احد کی لڑائی میں آنحضرتؐ کے جانب راست و جانب چپ دو سفید پوش شخص دیکھے جو خوب قتال کرتے تھے انہیں میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ جنگ بدر میں بھی فرشتے امداد کے لئے آئے تھے * (بخاری - مسلم)

(۲۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا ناگاہ اُس نے دیکھا کہ ایک سوار کسی کو گھوڑے مار رہا ہے پھر اُس سوار نے کہا بڑھ اے حیر دم اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک جس کا وہ تعاقب کر رہا تھا چت گر پڑا ہے اور گرنے سے اس کی ناک بیٹھ گئی ہے اور سر پھٹ گیا اور جہاں جہاں گھوڑا لگا تھا وہاں جگہ نیلی ہو گئی ہے۔ مسلمان نے آنحضرتؐ کے

رو برو یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتہ تھا چیزِ دُومِ آسمانِ سوم کے فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔

(مسلم)

(۲۳) ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جبرئیل کو دو بار جناب رسول اللہ کے پاس دیکھا۔

(ترمذی)

(۲۴) اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انہوں نے ہی حضرت جبرئیل کو رسول اللہ کے پاس دیکھا۔

(بخاری - مسلم)

(۲۵) ایک دن ابو جہل نے قسم کھائی کہ اگر محمد کو میں نے سجدہ کرتے دیکھا تو لاتِ عزیٰ کی قسم ان کی گردن کو پانوں سے کچل دوں گا۔ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اسی ارادے سے آیا مگر یکبارگی اُلٹا پھرا اور اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو روک رہا تھا۔ لوگوں نے کہا تمھے کیا ہوا تو اُس نے کہا کہ میں نے آنحضرت اور اپنے درمیان ایک خندق آگ کی اور فرشتوں کے پردیکھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر اور نزدیک آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔

(مسلم - ابو ہریرہ)

(۲۶) ابو ہریرہ کی والدہ مشرک تھیں۔ ایک دن انہوں نے آنحضرت کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ کہا۔ ابو ہریرہ کو بہت ناگوار ہوا اور وہ روتے ہوئے رسول اللہ کے رو برو آئے اور کہا حضور دعا فرمائیں کہ میری والدہ کو خدا ہدایت دے۔ آپ نے اسی وقت دعا فرمائی۔ ابو ہریرہ خوش خوش گھر کی طرف لوٹے۔ جب مکان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ جب آپ کے قدموں کی آہٹ والدہ نے سنی تو آواز دی کہ ابو ہریرہ وہیں ٹھہرے رہو میں نہا رہی ہوں۔ غسل سے فارغ ہو کر والدہ نے دروازہ کھولا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ ابو ہریرہ کے جوشِ مسرت سے آنسو نکل آئے۔

(مسلم)

(۲۷) آنحضرت نے جریر بن عبد اللہ سے کہا کہ بت خانہ ذی الخلدہ جا کر ویران کر دو۔ اُن کا یہ حال تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتے تھے اگر سوار ہوتے تھے تو گر پڑتے تھے انہوں نے یہ حال صاف صاف کہہ دیا آپ نے جریر کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور

کہا کہ یا اللہ اس کو برقرار رکھ اس کو بادی اور مہدی بنا۔ اُس دن سے جبریل پر فرشتہ
گھوڑے سے نہیں گرے۔ اور ڈیڑھ سو سووار اپنے ساتھ لیجا کر بیت خانہ ذی الحکمہ
برباد کر دیا۔
(مسلم - بخاری)

(۲۸) آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت انسؓ کی والدہ حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ
انسؓ آپ کا خادم ہے اُس کے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے اُسی وقت دعا کی کہ یا اللہ انسؓ
کو بہت مال دے اور بہت اولاد دے اور جو کچھ تو نے اُسے دیا ہے اُس میں برکت
دے۔ انسؓ سے روایت ہے کہ میں بہت مالدار ہو گیا اور میری بیٹیوں اور بیٹوں کی
اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ ان کا شمار ستوتک پہنچ گیا۔ ابن جوزی کا قول ہے کہ
حضرت انسؓ کے انگور کے درختوں کو برس میں دو بار پھل لگتا تھا۔ (بخاری - انسؓ)
(۲۹) عبدالرحمن بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔
کل ہمراہیوں کی تعداد ایک سو تیس تھی۔ ان سب کے لئے ساڑھے تین سیر آٹا گوندھا
گیا اور ایک بکری ذبح کر کے اُس کی کلیجی بھونی گئی۔ خدا کی شان سب نے وہ بھنی
ہوئی کلیجی کھائی۔ بکری کا گوشت دو بڑے پیالوں میں بھر دیا گیا جو سب نے سیر ہو کر
کھایا اور بیچ رہا۔
(بخاری - مسلم)

(۳۰) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ تمام اہل صفہ کو بلالو۔ ابو ہریرہؓ سب کو
بلالائے۔ ان سب کے رو برو ایک پیالہ رکھا گیا جس میں سے سب نے سیر ہو کر
کھایا اور پھر بیچ رہا۔ بقول ابو نعیم تنواریؒ اسی ایک پیالہ میں سیر ہو گئے۔ (مسلم ابو ہریرہؓ)
(۳۱) آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ کے حق میں دعا کی کہ الہی ان کو سمجھ درست دے
اور ان کو علم تفسیر سکھا۔ اس دعا کی برکت سے اُن کا لقب ترجمان القرآن ہو گیا۔
(بخاری - مسلم - عباسؓ)

(۳۲) ایک دن عروہ بن الجعداری نے آپؐ سے دعا کی درخواست کی آپ نے دعا کی
جس کی برکت سے وہ مالا مال ہو گیا۔ اگر وہ مٹی بھی خریدتا تھا تو اُس میں بھی اُسے
نفع ہوتا تھا۔
(بخاری)

(۳۳) اسمانت ابو بکرؓ کے پاس ایک مجتہ تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ آپ اس مجتہ کو اگر بیمار کے جسم سے لگا دیتی تھیں تو وہ تندرست ہو جاتا تھا۔
(مسلم۔ اسمانت ابو بکرؓ)

(۳۴) ملک حجاز میں ایک سوداگر ابو رافع نامی رہتا تھا یہ بڑا کافر تھا اس کو آنحضرتؐ سے قلبی دشمنی تھی اور دشمنوں سے ملا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن غنیک اس کی سرکوبی کے لئے چند جوان انصاری لیکر روانہ ہوئے۔ ابو رافع کی رہائش ایک گڑھی میں تھی۔ عبد اللہ حکمت عملی سے اس کی خوابگاہ میں پہنچے اور اندھیرے میں تلوار چلائی۔ پہلا وار کارگر نہ ہوا اور ابو رافع بیدار ہو گیا۔ انہوں نے آواز بزل کر پوچھا کہ ابو رافع خیر ہے اُس نے سمجھا کوئی اُس کا ملازم ہے غضبناک ہو کر بولا کہ تمہارا بڑا بھو ابھی کسی نے مجھ پر تلوار چلائی ہے یہ سن کر عبد اللہ نے آواز پر وار کیا اور ابو رافع کو قتل کر ڈالا۔ گڑھی سے نکلتے وقت ان کا پانوں پھسلا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عبد اللہ نے اپنی پنڈلی اپنی پگڑی سے کس کر باندھی اور لنگر اتا ہوا خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ عبد اللہ نے پانوں پھیلا یا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور عبد اللہ کی پنڈلی صحیح و سالم ہو گئی گویا کبھی کوئی صدمہ پہنچا ہی نہ تھا۔
(بخاری۔ براء بن عازب)

(۳۵) خیبر کی لڑائی میں سلمہ بن اکوع کو ساق پر ایسا زخم آیا کہ جان کے لئے پڑ گئے آپ نے چوٹ پر تین بار دم کیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔
(بخاری۔ یزید بن ابی عبید)

(۳۶) ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے دیکھا اور کہا کہ دہنے ہاتھ سے کھایا کرو۔ اس شخص نے جھوٹ موٹ کہا کہ میرا دہنا ہاتھ بیکار ہے میں اُس سے کھانا نہیں کھا سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا بیکار ہی اسی اُس وقت سے اُس کا دست راست واقعی بیکار ہو گیا۔
(مسلم۔ سلمہ بن اکوع)

(۳۷) قوم مضر کی شرارت جب حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اُن کے حق میں بددعا کی۔ خدا نے اُن پر قحط کا عذاب نازل کیا۔ ابوسفیان نے حالانکہ مخالف تھا رحم کی استدعا کی۔ آپ رحمت مجتم تھے فوراً دعا کی اور خوب بارش ہوئی جس سے قحط جاتا رہا۔
(بخاری۔ مسلم ابن)

(۳۸) صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرتؐ نے اکثر سلاطین اور فرمانرواؤں کے نام لکھے اور انہیں دعوت اسلام دی۔ اس زمانہ میں فارس کا فرمانروا کسریٰ پریز نویش کا پوتا تھا۔ اس کے نام بھی خط گیا۔ سرنامہ میں آنحضرتؐ کا نام کسریٰ کے نام سے پہلے یہ حال دیکھ کر آگ ہو گیا اور براہِ تکبر نادِ عالی پھاڑ ڈالا۔ آنحضرتؐ نے بددعا دی کہا کہ اے خدا اس تکبر کی سلطنت کو پاش پاش کر دے۔ آپؐ کی دعا قبول ہوئی۔ مغرور بادشاہ قتل ہوا اور اس کی سلطنت کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ پھر فراہم نہ ہوا۔
(بخاری - مسلم - عبد اللہ بن عباس)

(۳۹) ایک دن خانہ کعبہ کے متصل آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے چند ہمراہی وہاں آگئے۔ ابو جہل نے کہا کہ کوئی جائے اور اونٹ کا اوجھ لاکر ان پر رکھ دے۔ عقبہ بن ابی معیط دوڑا ہوا گیا اور اونٹ کا اوجھ لے آیا۔ جو وقت آپؐ سجد میں گئے وہ اوجھ آپؐ پر ڈال دیا اور تمام ہنسنے لگے۔ جناب فاطمہؑ زہرا کو خبر ہوئی وہ آئیں اور اوجھ اٹھایا۔ آپؐ نے سر اٹھا کر ابو جہل - عقبہ - ولید بن عقبہ - ابی بن خلف - عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کے حق میں بددعا کی کہ الہی ان کو تباہ کر۔ آنحضرتؐ کی بددعا قبول ہوئی۔ یہ سب لوگ ہلاک ہوئے اور اکثر ان میں سے جنگ بدر میں جہنم واصل ہوئے۔
(بخاری - مسلم - عبد اللہ بن مسعود)

(۴۰) ایک دن حضرت عمرؓ بتوں کے پاس حاضر تھے ایک شخص آیا اور ایک گٹوسل بتوں کی نذر کر کے فوج کیا اس وقت ایک بت کے شکم سے آواز آئی۔ "اے مرد قوی ایک کام کی بات ہے ایک شخص فصیح کہتا ہے لا الہ الا اللہ"
یہ آواز سن کر سب لوگ بھاگ گئے حضرت عمرؓ وہیں ٹھہرے رہے۔ بت کے پیٹ سے پھر وہی آواز بلند نکلی۔ کچھ دن کے بعد حضرت عمرؓ نے سنا کہ آنحضرتؐ لا الہ الا اللہ یقین کرتے ہیں۔
(بخاری - حضرت عمرؓ)

(۴۱) جب آنحضرتؐ ہجرت سے پہلے غار میں پناہ گزین ہوئے تو کفار نے آپؐ کی گرفتاری کے لئے العام مقرر کر کے اشتہار دیا۔ عسرا قہ بن مالک کے دہن آن میں پانی بھرا آیا۔

جب آنحضرتؐ غارت سے نکل کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو عسراۃ گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کے قریب آپہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ نے سراقہ کو دیکھا اور کہا کہ یا حضرت دشمن آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور سراقہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ پھر اٹھ کر سوار ہوا تو گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دبسن گیا اب تو سراقہ کے اوسان خطا ہو گئے اور عاجزی سے معافی مانگی۔ آنحضرتؐ نے دعا کی اور اُس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ وہ اسی وقت واپس ہوا اور راہ میں جو دوسرے تعاقب کرنے والے ملے اُن کو بھی واپس لے گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے جب اپنے چچا زاد بھائی قاروں سے زکوٰۃ طلب کی تو وہ ناراض ہوا اور ایک فاحشہ عورت کو کچھ روپے دے کر آپ پر زنا کا الزام لگانا چاہا مگر وہ عورت اس قدر مرعوب ہوئی کہ اُس نے کچا چٹھا کہہ سنایا۔ اس وقت وہی نے بددعا کی اور قاروں زمین میں رفتہ رفتہ سما گیا۔ قاروں نے سرتاک سمانے سے پہلے ہر چند معافی مانگی اور رحم کی درخواست کی مگر حضرت موسیٰؑ نے معاف نہ کیا۔ آنحضرتؐ کی رحمت کا یہ عالم تھا کہ دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے تھے + (بخاری - مسلم)

(۴۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں لکھنے کا کام کرتا تھا۔ وہ مُرتد ہو گیا اور کافروں سے جا ملا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو زمین ہی قبول نہ کرے گی۔ ابو طلحہ ایک دن حضرت انسؓ سے ملے اور کہنے لگے کہ میں نے اس شخص کا مرنا دیکھا ہے۔ اُسے کئی بار دفن کیا گیا مگر ہر بار قبر سے وہ باہر آجاتا تھا۔ اس کا مردہ اسی طرح خراب ہوا + (بخاری - مسلم - انس)

(۴۳) جب آنحضرتؐ حدیبیہ میں تھے تو لشکر میں پانی کی قلت ہو گئی۔ لوگ پیاس سے گھبرائے۔ آنحضرتؐ کے پاس ایک لوطا تھا اس میں پانی تھا۔ آپ نے اپنا لٹکھ لیا اور ڈالا اور آپ کی انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح نکلنے لگا۔ سب نے سیر ہو کر پیا اور وضو کیا۔ لشکر میں اس وقت تخمیناً پندرہ سو آدمی کی بھیڑ بھاڑ تھی + (بخاری - مسلم - جابر)

حضرت موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا اور اس میں سے پانی جاری ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے

انگلیوں میں سے پانی نکال کر دکھا دیا *

(۴۴) حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جو پانی سے خالی ہو گیا۔ آنحضرتؐ کنوئیں پر تشریف لائے تھوڑا سا پانی منگایا اور اس کنوئیں میں ڈلو کر دُعا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کنوئیں میں اس قدر پانی ہو گیا کہ تمام لشکر نے جس میں چودہ سو آدمی تھے پانی پیا * (بخاری۔ براء عازب)

(۴۵) ایجابار آنحضرتؐ سفر میں تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ لوگ تشنگی سے سراپیمہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ کو اور ایک اور شخص کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ پانی ڈھونڈ کر لاؤ یہ ایک عورت کو ڈھونڈ لائے جس کے پاس دو بڑی مشکیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ آپؐ نے ایک برتن منگایا اور دونوں مشکوں سے پانی اس میں ڈلوایا پھر چالیس آدمیوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور جتنی مشکیں اور برتن ساتھ تھے وہ سب پانی سے بھر لئے۔ اس پر بھی اس عورت کی مشکیں بھری رہیں *

(بخاری۔ مسلم۔ عمران بن حصین)

(۴۶) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن آنحضرتؐ کے ہمراہ مہینے کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ تین سو یا قریب تین سو کے آدمی تھے۔ آپؐ نے ایک برتن منگایا اس میں پانی تھا۔ آپؐ نے دست مبارک اس پانی میں رکھا اور انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی نکلنے لگا جس سے سب نے وضو کر لیا *

(بخاری۔ مسلم۔ انسؓ)

(۴۷) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں بھی ایک دفعہ سفر میں تھا۔ پانی ختم ہو گیا ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا کچھ بچا ہوا پانی لاؤ ہم ایک برتن میں لے گئے آپؐ نے دست مبارک اُس پانی میں ڈالا اور انگلیوں میں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا *

(بخاری۔ عبداللہ بن مسعود)

(۴۸) ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب سفر میں تھے۔ میرے پاس ایک لوٹا تھا اس میں پانی تھا۔ اس لوٹے سے آنحضرتؐ نے وضو کیا تھوڑا سا پانی بچ رہا آپؐ نے فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھنا یہ کام آئیگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب دھوپ نکلی تو لوگ پیاس سے بیتاب ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اور وہی لوٹا منگوا لیا اور اس سے پانی ڈالنا شروع ہوا۔ آنحضرتؐ پانی ڈالتے جاتے تھے اور ہمیں پلاتا جاتا تھا لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے آپؐ نے فرمایا

گھبراؤ نہیں سب کے لئے کافی ہے۔ جب سب پی چکے تو آنحضرتؐ نے پہلے مجھے بلایا اور سب سے پیچھے خود پیا اور فرمایا کہ ساقی کو سب سے پیچھے پینا چاہئے۔ تمام لشکر ایک لوٹے سے سیراب ہو گیا۔

(۴۹) غزوہ خندق کے ایام میں مسلمان خندق کھود رہے تھے آنحضرتؐ ہی مزدوروں کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ ایک سخت پتھر خندق میں نکلا۔ سب نے کوشش کی مگر وہ نہ ٹوٹا آنحضرتؐ تین دن کے فاقہ سے تھے۔ پیٹ پر پتھر بندھے تھے۔ کدال لیکر اترے اور پتھر پر مارا وہ پتھر سُرمہ ہو گیا۔ جابرؓ گھر میں گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول خداؐ فاقہ سے ہیں کچھ ہے تو اُن کے کھانے کے لئے دو۔ جابرؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اُس کی عورت نے ایک صاع جو نکالے اور ان کو پیسا اور دیگچی چولہے پر رکھی۔ جابرؓ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپکے سے کہا کہ یا حضرتؐ آپ کے لئے کھانا تیار ہو رہا ہے آپ مع چند آدمیوں کے تشریف لے چلئے۔ آپ نے پکار کر کہا کہ اے اہل خندق جابرؓ نے تمہاری دعوت کی ہے تیار ہو جاؤ پھر جابرؓ سے کہا کہ چولہے سے دیگچی نہ اتارنا اور جب تک میں نہ آؤں آٹا نہ پکانا۔ پھر آپ اور تمام اہل خندق جابرؓ کے ہاں گئے آپ نے دعا کی۔ دیگچی چولہے پر تھی۔ سب نے اس میں سے پیالے بھر بھر کے کھایا نہ تو سالن کم ہوا نہ آٹا ختم ہوا اور ہزار آدمی سیر ہو گئے۔

(۵۰) ایک دن آنحضرتؐ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہؐ تھپنے مولیٰ ہلاک کر دیئے اور ہمارے عیال بھوکے مر رہے ہیں آپ نے اسی وقت مینہ کے لئے دعا کی۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ معاً آسمان پر ابر نمودار ہوا اور سات دن برابر پانی برسنا پھر اسی اعرابی نے کہا کہ اب دعا فرمائیں کہ بارش ختم جائے۔ مکان گر پڑے اور مال ڈوب گیا ہے۔ آپ نے پھر دعا کی کہ مینے میں نہ برے ارد گرد برسے۔ وہیں ابر کھل گیا اور مطح صاف ہو گیا مگر مینے کے ارد گرد بارش ہوتی رہی۔

(۵۱) غزوہ خندق میں جب کفار لشکر عظیم لیکر مدینہ پر چڑھ آئے تو آپ نے مسلمانوں کو

مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھودی اور قریب ایک پہینے کے لشکر کفار محاصرہ کئے رہا۔ آخر آنحضرت نے دعا کی اور ایسی آندھی چلی کہ ایسی کبھی نہ چلی تھی جس سے خمیے اُکھڑ گئے۔ جاؤر ہلاک ہو گئے۔ انسان تہ و بالا ہو گئے۔ اور آندھی کے ساتھ کفار بھی اُڑ گئے۔
خدا نے فرمایا ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا“
”اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر کیا جب آئیں تم پر فوجیں۔ اس وقت بھی ہم نے ان پر ہوا سرد کہ جس سے کڑا کے کا جاڑا پڑا اور ہوانے ان کو نہایت عاجز اور تنگ کیا اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے“

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول نے فرمایا کہ نصرت بالصبأ واهلكت عاد بالبور
یہ معجزہ آنحضرت کا ہود کے معجزہ کے متشابہ ہے۔ قوم عاد بھی ہوا سے ہلاک ہوئی تھی۔
(بخاری۔ عبداللہ بن عباس)

(۵۲) حضرت علی سے روایت ہے کہ میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ مکتے کے زمانہ کا ذکر ہے۔ جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا تھا کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔ (ترمذی)
(۵۳) جابد کہتے ہیں کہ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے مکتے میں سلام کیا کرتا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آنحضرت کا اشارہ سنگ اسود کی طرف تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اور پتھر ہے جو اب تک مکتے میں موجود ہے اور زقاق المرقن میں اب بھی لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں۔

(۵۴) خانہ کعبہ میں کفار کے تین سو ساٹھ بت تھے جن کے پاؤں سیسے سے جمے ہوئے تھے۔ جب فتح کے سال آپ مکہ میں داخل ہوئے آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ آپ اُس لکڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے جاتے تھے ”جاء الحق وزهق الباطل“۔ بت منہ کے بل اوندھے گرتے جاتے تھے۔
(بخاری۔ مسلم طبری)

(۵۵) جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا ہمارا گدرا ایک چوڑے میدان میں ہوا۔ آنحضرتؐ کو رفع حاجت کی ضرورت ہوئی۔ کوئی شے وہاں ایسی نہ دکھائی دی جس کی آڑ میں آپؐ فارغ ہوں۔ اس وادی کے کنارہ پر دو درخت نظر آئے۔ آپؐ نے باری باری سے دونوں کی شاخیں پکڑ کر کہا کہ خدا کے حکم سے میرا کہنا مانو دونوں درخت جو فاصلہ پر تھے باہم مل گئے۔ جب آپؐ فارغ ہو چکے تو پھر وہ درخت اپنی اپنی اصلی جگہ پر چلے گئے۔

(مسلم۔ جابرؓ)

(۵۶) ایک بار ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں کیسے جانوں کہ آپؐ پیغمبر ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں بلاؤں اُس خوشے کو جو اس درخت خرمایں ہے تو وہ گواہی دے گا کہ میں رسول ہوں۔ پھر آپؐ نے اُس خوشے کو بلایا وہ درخت سے جھکتا ہوا آپؐ کے روبرو آگرا اور آپؐ کی پیغمبری کی گواہی دی پھر آپؐ نے فرمایا کہ پھر جا اور وہ واپس چلا گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(ترمذی۔ ابن عباس)

(۵۷) آنحضرتؐ کا دستور تھا کہ خطبے کے وقت ایک ستون مسجد سے کہ جو چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگاتے تھے۔ جب منبر بنا تب آنحضرتؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا شروع کیا ناگاہ اس ستون مسجد سے چلا کے رونے کی آواز آنے لگی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ستون پھٹ جائے گا۔ آنحضرتؐ اسی وقت منبر سے اترے اور ستون کو بدن سے چمٹا لیا۔ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جسے رونے سے منع کیا جائے ہچکیاں لیتا ہے۔ آخر خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا آج جو نہ سنا تو رونے لگا۔

(بخاری۔ جابرؓ)

(۵۸) ایک دن آنحضرتؐ منبر پر کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے جب خدا کی شان بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ خدا بڑا جبار ہے۔ جبار ہے اور بہت بڑا ہے اور بہت بلندی والا تو جس منبر پر آپؐ کھڑے تھے کانپنے لگا۔

(مسلم۔ عبداللہ بن عمر)

(۵۹) اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر ایک رات آنحضرتؐ کی خدمت میں موجود تھے۔ جب رخصت ہونے لگے تو رات بہت جا چکی تھی اور رات بہت اندھیری تھی۔ ان دونوں کے

ہاتھ میں ایک چھوٹی لکڑی تھی دفعتاً ایک کی لکڑی مشعل کی طرح روشن ہو گئی دونوں اس روشنی میں چلے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں سے دونوں نے علیحدہ ہونا تھا تو دوسرے کے ہاتھ کی لکڑی بھی روشن ہو گئی۔ اس طرح روشنی میں دونوں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے (بخاری۔ انس)

(۶۰) جابرؓ کے والد کا جب انتقال ہوا تو وہ قرضدار تھے۔ جابرؓ نے قرضخواہوں سے کہا کہ ہمارے نخلستان کے چھوٹے لیلو۔ انہوں نے نہ مانا۔ جابرؓ رسول پاک کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ان قرضخواہوں کو سمجھاؤ۔ آپ نے فرمایا تم جا کر سب قسم کے چھوٹے لیلو علیحدہ علیحدہ انہار لگاؤ میں آتا ہوں جب آپ وہاں گئے تو قرضخواہ آپ کو دیکھ کر ادبھی زیادہ تقاضا کرنے لگے۔ آنحضرتؐ بڑے خرمن کے گرد تین بار گھومے اور پھر اُس پر بیٹھ گئے اور قرضخواہوں سے کہا کہ تولتے جاؤ۔ جب چھوٹے لیلو لگے تو تمام قرضہ بھی ادا ہو گیا اور وہ خرمن جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جابرؓ کی آرزو تھی کہ کاش تمام خرمن تقسیم ہو جائیں اور ایک چھوٹا بھی اُس کے بیٹوں کے لئے بیچ جائے تو عنایت سے اور یہاں آنحضرتؐ نے میحجزہ دکھایا کہ ایک ہی خرمن سے تمام قرضہ ادا ہو گیا اور خرمن برقرار رہا۔ بخاری۔ جابرؓ (۶۱) غزوہ تبوک میں ذخیرہ ختم ہو گیا اور لوگوں کو بھوک کی تکلیف محسوس ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس باقی رہ گیا ہے اسے منگا کر آپؐ دعا برکت فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے کہا بہت اچھا۔ ایک چرمی دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر جو کچھ کسی کے پاس تھا لاکر ڈھیر کر دیا گیا۔ بعض آدمی مٹھی بھر جواریا تھوڑے سے چھوٹے لیلو یا ایک روٹی کا ٹکڑہ ہی لائے۔ آپ نے اسی پر دعائے برکت فرمائی اور لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو۔ تمام لشکر نے برتن بھر لئے اور سیر ہو کر کھایا اور بیچ رہا۔ (مسلم ابوہریرہ)

(۶۲) ایک دن ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ آج جناب رسولؐ کی آواز میں بھوک کی وجہ سے مجھے نقاہت معلوم ہوتی ہے ام سلیم نے چند روٹیاں جو کی نکالیں اور ایک انڈی میں لپیٹ کر انس کو دیں۔ وہ روٹیاں بیکرا آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے آپؐ مسجد میں تھے آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ انس نے سلام کیا آپ نے کہا کیا تمہیں ابو طلحہ نے کھانا

دیکر بھیجا ہے انس نے عرض کی کہ ہاں۔ آپ نے حاضرین سے کہا کہ اٹھو چلو۔ آپ میرے ساتھ ہوئے اور آپ کے ساتھ شترانسی آدمی جو اس وقت موجود تھے وہ بھی ہوئے۔ انس نے آگے بڑھ کر ابو طلحہ کو خبر دی اُس نے کہا کہ ہمارے پاس اس قدر کھانا تو نہیں ہے ام سلیم نے کہا کہ رسول خدا سب کچھ جانتے ہیں۔ ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ آنحضرت نے ام سلیم سے کہا کہ جو کچھ ہے لے آؤ۔ انہوں نے وہ روٹیاں پیش کیں آپ نے فرمایا کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ ام سلیم نے گھی کا برتن نچوڑ کر ان ٹکڑوں کو چھڑو دیا۔ آنحضرت نے ان پر کچھ پڑھا اور فرمایا کہ دن دن آدمی آئیں۔ غرض دن دن آتے تھے اور پیٹ بھر کر اٹھ جاتے تھے۔ اس طرح شترانسی آدمی سیر ہو کر گئے۔ (بخاری۔ مسلم۔ انس)

(۶۳) ایک بار آپ ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے یہ گھوڑا نہایت سُست رو اور تنگ قدم تھا۔ جب واپس دیا تو فرمایا کہ یہ گھوڑا تو صبارِ فمار ہے۔ اُس دن سے وہ گھوڑا اس قدر تیز رو ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ نکل سکتا تھا۔ (بخاری۔ انس)

(۶۴) ایک سفر میں جابرؓ کا اونٹ تھک گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا۔ آپ نے جابرؓ سے پوچھا کہ تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا۔ میں نے کہا چلتا نہیں۔ آپ نے پھر کے اُسے ہانکا اور دعا کی وہ تازہ دم ہو کر سب سے آگے نکل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چالیس روپے سے میرے پاس بیچ دو۔ جابرؓ نے منظور کیا مگر مدینہ تک اُس پر جانے کی اجازت لیلی۔ مدینہ پہنچ کر جب جابرؓ اونٹ لیکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے قیمت عنایت فرمائی اور اونٹ بھی پھیر دیا۔ (بخاری۔ مسلم۔ جابرؓ)

(۶۵) آنحضرت ایک دن ایک باغ میں تشریف لے گئے اس میں ایک اونٹ تھا کہ بوجہ شہرت ہر ایک پر جو اس باغ میں آتا تھا حملہ کرتا تھا۔ آپ نے اس کو بلایا اور وہ جھک کر بیٹھ گیا آپ نے اُس کی ناک میں مہارٹو الہی۔ (مسلم۔ عبد اللہ بن جعفر)

(۶۶) ام مالکؓ ہمیشہ ایک طرف میں آنحضرتؐ کو گھمبھیجا کرتی تھیں۔ جب گھر میں کوئی شے نہ ہوتی تھی اور وہ اس برتن میں تلاش کرتی تھیں تو اس میں گھی موجود ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے برتن کو نچوڑ لیا۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اگر

(مسلم جابر بن عبد اللہ)

نہ سچوڑتیں تو ہمیشہ اس برتن میں گھی ملا کرتا۔

(۶۷) جب آنحضرتؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا تو اتم سلیم نے چھوہاروں۔ گھی اور پیر سے جلیں (صلوہ) تیار کیا اور ایک پیالے میں رکھ کر انش سے کہا کہ اسے آنحضرتؐ کی خدمت میں لیجاؤ۔ انش خدمت عالی میں جیس لیکر روانہ ہوا اپنے کہا پیالہ رکھو اور فلاں فلاں آدمی کو بلا لاؤ۔ انش کے بلانے پر قریب تین سو آدمی آگئے۔ آنحضرتؐ نے دست مبارک اس پیالے میں ڈالا اور کچھ زبان مبارک سے کہا۔ اس کے بعد آپؐ نے سن آدمیوں کو بلاتے تھے اور فرماتے تھے خدا کا نام لو اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ ایک گروہ نکلتا تھا اور دوسرا آتا تھا۔ جب سب کھا چکے تو پیالہ اس طرح جیس سے لبریز تھا

(بخاری۔ مسلم۔ انش)

(۶۸) ایک دن ابوہریرہؓ بھوک سے بیتاب تھے آپؐ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ آپ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ تھا جو کہیں سے ہدیہ آیا تھا۔ آپ نے کہا ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ ابوہریرہؓ نے دل میں کہا کہ ایک پیالہ دودھ سے اصحاب صفہ کو کیا ہوگا کاشش یہ مجھے ہی دیدیتے تو میں تو سیر ہو جاتا۔ ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بلا لائے اپنے فرمایا ان کو دودھ دو ابوہریرہؓ پیالہ ایک کو دیتا تھا جب وہ سیر ہو جاتا تھا تو دوسرے کو دیتا جب سب کھا چکے تو آنحضرتؐ نے کہا ابوہریرہؓ اب تم کھاؤ۔ ابوہریرہؓ بیٹھ گئے اور دودھ کھایا۔ آپ نے فرمایا اور کھاؤ۔ ابوہریرہؓ نے اور کھایا پھر اپنے فرمایا اور پو تو ابوہریرہؓ نے کہا اب پیٹ میں جگہ نہیں ہے یہ سن کر آپ نے اپنے پیالے لیا خدا کی تعریف کی اور باقی دودھ خود نوش فرمایا۔

(بخاری۔ ابوہریرہؓ)

(۶۹) ایک دن ابوذرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں موجود تھے آپ نے فرمایا قریب ہے کہ تم فتح کر لو گے مصر کو جہاں قیراط کا بہت رواج ہے۔ (قیراط پانچ جو برابر سونے کا سکہ ہوتا ہے) وہاں کے لوگوں سے نیکی کرنا کیونکہ ان سے قرابت ہے۔ اور جب تم دیکھو کہ دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے ہیں تو وہاں سے نکل آنا۔

مصر جناب عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا اور ابوذرؓ نے جب عبدالرحمن بن عوفؓ بن حبیل بن

اور پچھ اُس کے بھائی کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو وہاں سے چلے آئے
کچھ دن کے بعد مصر سے فتنہ عظیم اٹھا جس میں حضرت عثمانؓ بلویوں کے ہاتھ سے شہید
ہوئے * (مسلم - ابو ذر)

(۸۰) ایک اندھا خدمت عالی میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا نبیؐ و عافرائیں میں بیٹا ہو جاؤں
آپ نے فرمایا کہ اٹھ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھا اور پھر صدق دل سے دعا کر۔ اُس نے ایسا
ہی کیا اور اُس کی آنکھیں کٹورہ سی کھل گئیں * (ترمذی - نسائی - عثمان بن حنیف)
ہمارے خیال میں اسی قدر تفصیل کافی ہے۔ اس سے زیادہ طول کلامی ہے۔
اکثر انبیاء نے اُن پر سلام ہو مجزے دکھائے۔ لاطھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب
ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دکھایا لیکن ہمارے پیغمبر نے بڑا معجزہ یہ دکھایا کہ لوگو
بدل دیا۔ دلوں کو پاکیزہ کر دیا۔ جس نے آپ کی صورت دیکھی شیدا ہو گیا اور جس نے
کلام پاک سنا وہ غلام بن گیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

باب (۲۰)

آنحضرت کی اولاد

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک تو اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے
لطن سے اولاد ہوئی اور دوسرے جناب ماریہ قبطیہؓ کے لطن سے ان کے علاوہ اور کسی بی بی
سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی اولاد کا مجملاً ذکر ہم جناب حضرت خدیجہؓ اور جناب ماریہ
قبطیہؓ کے ذکر میں کر چکے ہیں اس لئے اس باب کی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارے چند
معزز دوستوں نے جن کی عقل سلیم پر ہمیں ناز ہے ہمیں مجبور کیا ہے کہ اولاد کا ذکر کسی قدر
مفصل علیحدہ باب میں ہونا چاہئے اس لئے اپنے اجاب کے حکم کی تعمیل میں ہمیں یہ

باب بڑھانا پڑا۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بطن سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاں سات اولادیں چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے بہ این تفصیل پیدا ہوئیں۔
زینبؓ۔ رقیہؓ۔ اُمّ کلثومؓ۔ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہم۔ قاسم۔ طاہر۔ عبداللہ رضی اللہ عنہم
آنحضرتؐ نے قاسم کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔

صاحبزادوں میں سب سے عمر میں بڑے قاسم تھے اور صاحبزادیوں میں زینبؓ۔
یہ چاروں صاحبزادیاں اور تینوں صاحبزادے پیغمبر صاحب کے زمانہ بعثت سے
پیشتر ہی پیدا ہو چکے تھے بلکہ تینوں صاحبزادے تو نبوت سے پہلے ہی وفات پا چکے
تھے۔ ہاں صاحبزادیوں نے نبوت کا عہد مبارک دیکھا اور سب مشرف بہ اسلام ہوئیں۔
ابراہیم صاحب ماریہ قبیلہ کے بطن سے مدینہ منورہ میں شہ ہجری میں پیدا ہوئے
یہ ایک سال آٹھ ماہ اور آٹھ یوم زندہ رہے۔ آنحضرتؐ کو ابراہیم سے بہت محبت تھی۔
ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی کنیز سلمیٰ دائی کی خدمت بجالائی۔ جب آپ نے ولادت کا مژدہ
سنا تو ابورافع کو جنہوں نے بیخبر آکر سنائی ایک غلام عطا فرمایا۔ یہ بچہ اُمّ بروہت
منذر انصاریہ کے سپرد ہوا جنہوں نے اسے دودھ پلایا۔ یہ صاحبزادہ جب عالمِ رضا
میں جاں بحق تسلیم ہوا تو اس کے دفن کے وقت آنحضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
اور فرمایا۔

”تدمع العین و یحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا
علیک یا ابراہیم لمحزونون“

”آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ
ہے۔ ابراہیم ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا“

جناب زینبؓ جو سب بہنوں میں بڑی تھیں پیغمبر صاحب کے نکاح کے پہنچ
سال بعد پیدا ہوئیں یعنی ان کی ولادت کے وقت پیغمبر صاحب کی عمر تین برس کی
تھی۔ ان کا نکاح ابوالعاص بن الریح سے ہوا جو جناب خدیجہؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔

یعنے ہالہ کے فرزند تھے۔ بی بی زینبؓ کے ہاں ابوالعاص سے ایک صاحبزادے
 علی نام اور ایک صاحبزادی امامہ پیدا ہوئیں۔ علی بلوغ کے قریب پہنچ کر انتقال
 کر گئے اور امامہ جوان ہو کر جناب فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
 بیاہی گئیں لیکن جب جناب علیؓ نے شہادت پائی تو امامہ کا دوسرا عقد مغیرہ بن نوفل
 بن حارث سے ہوا اور ان سے ایک فرزند رشید بچپنی نام پیدا ہوئے۔

ابوالعاص کا شمار مکہ کے بڑے دولت مندوں میں تھا بعثت کے بعد حضرت زینبؓ
 تو باپ کی پیغمبری پر ایمان لے آئیں مگر ان کے شوہر کافر ہی رہے۔ آنحضرتؐ نے
 چاہا کہ میاں بیوی میں مفارقت ہو جائے مگر بس نہ چلا۔ جب آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت
 کر گئے اور زینبؓ کو بلایا تو ابوالعاص نے جانے کی اجازت نہ دی۔ آخر جنگ بدر میں
 ابوالعاص بھی گرفتار ہوا اور مدینہ میں لایا گیا۔ ان کی رہائی کے لئے حضرت بیوی زینبؓ
 نے اپنا قیمتی ہار جو ماں نے جہیز میں دیا تھا مدینہ بھیجا۔ جس وقت آنحضرتؐ نے وہ ہار دیکھا
 تو پہچان گئے اور خدیجہؓ یاد آئیں جس سے دل پر چوٹ لگی آبدیدہ ہوئے اور صحابہ سے
 کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو اس قیدی کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو تاکہ ماں کی دی ہوئی چیز بیٹی
 کے پاس رہے۔ سب نے تسلیم خم کیا۔ ابوالعاص آزاد ہو کر اور وہ ہار لیکر اپنی پیغمبری
 بیوی کی طرف روانہ ہوئے۔ جلتے ہوئے وعدہ کر گئے کہ وہاں جا کر زینبؓ کو
 مدینہ بھیج دوں گا۔ آپ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو مکہ کی طرف روانہ کیا
 کہ صاحبزادی کو بہ آرام و حفاظت لے آویں۔ ابوالعاص گوا بھی مسلمان نہ ہوا تھا
 مگر وعدہ کا پکا تھا گھر پہنچتے ہی بیوی زینبؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دی اور جب
 معلوم ہوا کہ زید بن حارثہ لینے بھی آگئے ہیں تو کنانہ بن ربیع ہرا اور ابوالعاص نے بیوی
 زینبؓ کو ناقہ پر سوار کیا اور مسلح ہو کر ساتھ ہوئے تاکہ جا کر زید کے سپرد کر دیں۔ کفار مکہ
 کو اس بات کی خبر ہو گئی بلوہ راہ میں بیوی زینبؓ کے محل کو گھیر لیا۔ کنانہ نے جب
 اہل قریش کی یورش دیکھی تو کمان سنبھالی اور للکار کر کہا کہ جو قریب آئیگا وہ زندہ
 نہیں رہیگا۔ کنانہ کی وجہ سے کسی کو قریب آنے کی جرأت تو نہ ہوئی مگر حضرت بیوی

زینبؓ پر اسقدر خوف طاری ہوا کہ اسقاط حمل ہو گیا۔ اتنے میں ابوسفیان وہاں آ گیا اور کنانہ سے کہا کہ ہمیں اس عورت کے روکنے سے کیا فائدہ مگر خیال صرف یہ ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ پیغمبرؐ کی بیٹی کو دن دھاڑے لے گئے اور کسی سے روکا بھی نہیں گیا۔ رات کو ان کو زید کے سپرد کر دینا اس وقت مکہ میں واپس آ جاؤ۔ کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور مکہ میں پلٹ آئے۔ رات کو چپکے سے حضرت بی بی زینبؓ کو لہجا کر زید کو سو نپ دیا وہ لیکر مدینے میں آ گئے۔

ابوالعاص چند دن کے بعد تجارت کے لئے ملک شام کو گئے وہاں سے واپسی پر ان کے قافلہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور یہ بھاگ کر اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کے پاس آ گئے۔ دوسرے دن علی الصبح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوئے تو حضرت بی بی زینبؓ نے اُس حصہ مسجد سے جہاں عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں پکار کر کہا کہ میں نے ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لیا ہے آنحضرتؐ نے سُن کر کہا کہ مجھے اس حال کی خبر نہ تھی اگرچہ ہر ایک شخص اپنے قرابتی کو پناہ دے سکتا ہے لیکن زینبؓ دیکھو تم مسلمان ہو یہ مشرک تم اس پر حلال نہیں ہو۔ پھر سر یہ والوں کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ تم نے جو کچھ مال اور اسباب اس شخص کا لوٹا ہے اگر واپس کر دو تو مناسب ہے لیکن یہ بات تمہاری مرضی پر منحصر ہے کوئی زبردستی نہیں ہے سب نے بخوشی تمام واپس کر دیا۔ ابوالعاص وہ اسباب لیکر مگے آئے اور سب کو سب کا مال دیکر کہا کہ میں نے مدینے میں اس لئے اسلام قبول نہیں کیا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہمارا مال کھانے کو ایسا کیا ہے اب میں نے تمہاری امانت تمہیں دیدی ہے اس لئے میں مخلص ہوتا ہوں اور صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں یہ کہہ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطیب خاطر مسلمان ہوئے۔

بی بی رقیہؓ اور بی بی ام کلثومؓ کا پہلا عقیدہ پیغمبر صاحب کے چچا ابولہب کے بیٹوں عقبہ اور عتیہؓ سے ہوا۔ جب آنحضرتؐ نے تبلیغ اسلام شروع کی تو ان دونوں کافر شوہروں نے دونوں معصوم صفت صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ عتیہ نے تو

یہاں تک گستاخی کی کہ اُمّ کلثوم کو طلاق دے کر آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ کی طرف تھوکا اور صاحب زادی کو آنحضرت کے پاس چھوڑ گیا آپ کو یہ حال دیکھ کر بہت صدمہ ہوا مگر صبر کیا اور اتنا کہا کہ اے خدا اپنے کُتوں میں سے کسی کو اس پر قابض کر۔ خدایا کی شان چند دن کے بعد عقیبہ اپنے والد ابو لہب کے ساتھ شام کی طرف سے واپس آ رہا تھا ناگاہ ان کا گذر ایسے جنگل میں ہوا کہ جہاں شیروں کا ڈر تھا رات کو ایک شیر آیا اور عقیبہ کو ہلاک کر کے چلا گیا۔ (دیکھو السیرۃ الحلبیہ)

جس قدر ابو لہب اور اُس کے بیٹوں کو آنحضرت سے عداوت تھی اس سے بڑھ کر ابو لہب کی جو روام جمیل کو آپ سے دشمنی تھی۔ کمبخت تنو کا م چھوڑ کے بڑے بڑے کانٹے جمع کر کے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھایا کرتی تھی۔

جب عقیبہ بن ابو لہب نے بی بی رقیہ کو طلاق دیری تو اُن کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہوا جن سے ایک صاحب زادہ عبداللہ پیدا ہوا جو چھ برس کی عمر کو پہنچ کر انتقال کر گیا۔

جب مکہ میں مسلمانوں پر کفار کا ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو آنحضرت کی صاحبزادی رقیہ اور اُن کے شوہر حضرت عثمان نے پہلی حبش کے سفر کی تیاری کر دی۔ حضرت رقیہ کے ساتھ آنحضرت کی دائی اور کھلائی اُمّ امین بھی تھیں۔ عورتوں میں رقیہ مکہ میں نہایت صاحب جمال مشہور تھیں اور مردوں میں حضرت عثمان یوسف ثانی سمجھے جاتے تھے ان کی خوبصورتی کا چرچا تھا اکثر عورتیں شہر کا یا کرتی تھیں۔

احسن شیء قدیری انسان

رقیہ و بعدا عثمان

یعنی سب سے بہتر شے جسے انسان دیکھے رقیہ ہے اور اُن کے بعد عثمان ہے۔

جب آنحضرت مدینے تشریف لے گئے تو رقیہ اور حضرت عثمان بھی مدینے آ گئے۔

جب آنحضرت جنگ بدر میں شریک ہونے کے لئے جا رہے تھے تو یہ صاحب جمال اور معصوم پیغمبر زادی چچک میں مبتلا تھی۔ حالت چونکہ نازک تھی آپ حضرت عثمان کو انکی

خبر گیری کے لئے چھوڑ گئے۔ جب فتح بدر کی خبر مدینے میں آئی اُس وقت حضرت رقیہ وفات پا کر دفن ہو رہی تھیں۔ اس سانحہ سے فتح بدر کی خوشی میں بہت سا فرق آ گیا۔

انہیں ایام میں ابو لہب جو جناب رقیہ کا سابق خسر تھا مرض طاعون میں گرفتار ہو کر جہنم واصل ہوا۔ اس کی موت کا قصہ اہل شام نے عجیب بیان کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ابو لہب شکست بدر کے بعد حضرت عباسؓ کے گھر کے پاس سے گذر رہا تھا۔ یہ شریک جنگ نہ ہوا تھا اتفاقاً مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب سے دوچار ہوا۔ ابو لہب نے کہا جنگ کا حال سناؤ تو اُس نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو ہماری خوب ہی گت بنائی گئی اور ہمیں میدان جنگ میں چند گورے گورے انسان ابلق گھوڑوں پر سوار دکھائی دیئے جو آسمان سے زمین تک پھیلے ہوئے تھے۔ ابو رافع غلام حضرت عباسؓ نے یہ گفتگو سنی اُس سے رمانہ گیا بساختہ بول اٹھا کہ ہاں وہ فرشتے ہونگے۔ یسین کر ابو لہب جھنجھلایا اور ابو رافع کو زور دیکوب کرنے لگا اور اُسے گرا کر اُس کی چھاتی پر ہو بیٹھا۔ یہ حال دیکھ کر اُم الفضل زوجہ محترمہ جناب حضرت عباسؓ کو غصہ آ گیا انہوں نے پتھر اٹھا کر ابو لہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا کہ اس کا مالک جحیم ہاں نہیں ہے اس لئے اسے پکس سمجھ کر مارتا ہے اس واقعہ کے بعد جلد ہی ابو لہب دل شکستہ ہو کر سب طاعون کا شکار ہوا۔

جناب حضرت فاطمہؓ کو اپنی بہن رقیہ سے بہت محبت تھی ان کی وفات کے بعد آپ کی یہ حالت تھی کہ رسول اللہ قبرستان میں تشریف لیجاتے تو آپ ساتھ ہو لیتیں۔ اور قبر رقیہ کو دیکھ کر رویا کرتیں آنحضرتؐ اپنے دامن سے جناب فاطمہؓ کے آنسو پونچھا کرتے تھے۔

حضرت نبی بی رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نہایت پریشان حال رہا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی کانکاح اُن سے کرنا چاہا مگر انہوں نے اس وجہ سے کہ خیال تھا کہ وہ تنگ مزاج ہیں پہلو تہی کی اس لئے آنحضرتؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی اُم کلثومؓ کانکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا اور یہی وجہ ہے

کہ حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

آنحضرتؐ کی چوتھی صاحبزادی عابدہ - زاہدہ - صدیقہ خاتون جنت جناب فاطمہ الزہراءؑ تھیں۔ آپ ۲۰ جمادی الآخر ۶۱۰ عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت رسول کریم صلعم کا سن مبارک ۳۵ سال کے قریب تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکہ میں کعبہ کی تجدید ہو رہی تھی آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ جناب خدیجہؓ کی عمر ساٹھ سال کی تھی اور شادی کو بیس برس ہو چکے تھے۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا آپ کو ام المومنین جناب سوڈہؓ نے حقیقی بیٹیوں کی طرح پرورش کیا۔ جب آپ جوان ہوئیں تو آنحضرتؐ نے آپ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا اور فرمایا کہ بیٹی میں نے تجھے وہ خاوند دیا ہے جس سے بہتر اور کوئی اہل بیت میں نہیں ہے۔ یہ نکاح بعد شوال ۳ھ ہوا۔ جناب سیدہ کا والد بھی فقیر غنی تھا اور خاوند بھی درویش تھا اس لئے آپ نے تمام عمر تنگی میں بسر کی لیکن اس قسم کا استقلال اور ایثار دکھایا کہ اُس کی نظیر دُنیا میں نہیں ملتی۔ آپ فاقہ سے رہتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے چکی پستی تھیں اور خوش تھیں۔

جنگ خیبر تک ان کے گھر میں کوئی لوٹھی یا غلام نہ تھا۔ جنگ خیبر کے بعد آنحضرتؐ نے ایک کنیز فضلہ نامی آپ کے پاس بھیجی اور کہا بھجیا کہ ادھا کام گھر کا یہ کرے اور آدھا تم کرنا اور دونوں مل کر چکی پسننا۔ جو کھا نام خود کھاؤ وہی اس کنیز کو کھلانا۔

جناب سیدہؓ شکل و صورت اور حرکات و سکنات میں آنحضرتؐ سے بہت ملتی جلتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی طرح آپ کے جسم مبارک میں سیدب بہشت کی خوشبو تھی۔ آنحضرتؐ سے جناب سیدہؓ کو اس قدر محبت تھی کہ آپ کی وفات کے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہیں اور اس عرصہ میں کبھی آنسو نہیں تھمے۔ آخر کار دُنیا میں ۲۸ سال زندہ رہ کر اور عصمت عفت - جرأت اور استقلال - زہد اور تقویٰ کی نظیر قائم کر کے ماہ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ ۳۱ھ ہجری سے شنبہ کی رات کو آپ جنت کو سدھاریں اور وہاں جا کر خاتون جنت بن گئیں۔ جناب سیدہؓ کے دو صاحبزادے حسنؓ اور حسینؓ اور تین صاحبزادیاں زینبؓ - اُم کلثومؓ اور رقیہؓ تھیں۔

رقیہ کا انتقال چھوٹی سی عمر میں ہو گیا۔

اُم کلثوم کی شادی حضرت علیؑ نے اپنی رضا و رغبت سے حضرت عمرؓ بن خطاب سے کر دی جن سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی لیکن دونوں کی عمر نے وفات کی دونوں بچپن میں چل بسے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد عون ابن جعفرؓ نے اُم کلثوم سے نکاح کر لیا ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُس کے بعد آپ سے محمد بن جعفرؓ نے نکاح کیا ان سے ایک بیٹا ہوا جو عہد طفلی میں وفات پا گیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ سے آپ نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی بال بچہ نہ ہوا آخر انہیں کے نکاح میں آپ جنت سدھاریں۔

اُم کلثوم کی وفات کے بعد زینبؓ کی شادی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی جس سے ایک صاحب زادہ علی اور ایک صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اُم کلثوم کا نکاح قائم بن محمد بن جعفرؓ سے ہوا جن سے بکثرت اولاد ہوئی اور علی بن عبداللہ سے بھی سلسلہ اولاد بکثرت چلا جو جعفر بن فاطمی کہلاتے ہیں۔

جناب سیدہ کے صاحب زادوں میں جناب حسنؑ سر سے سینے تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے حضرت علیؑ کے بعد یہ خلیفہ ہوئے۔ امیر معاویہ نے بغاوت کی اپنے اس خیال سے کہ ناحق بندگان خدا کا خون ہوگا صلح کر لی اور شرائط صلح میں جو خط امیر معاویہ کو لکھا اُس کا مضمون یہ تھا کہ میں صرف شام نہیں بلکہ اپنی مقبوضہ مملکت بھی تیرے حوالہ کر دیتا ہوں اور خود احد من الناس ہو کر خلع خلافت کرتا ہوں بشرطیکہ تو اس بات کو مستحکم کر لے کہ مدینہ عالیہ۔ حجاز اور عراق کے لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھے اور کوئی چیز طلب نہ کرے اور یہ بھی کہ تیرے بعد ولیعہد میں ہوں گا اور یہ کہ بیت المال پر مجھے اختیار ہو کہ میں اپنی حاجات کے مناسب اس سے لیتا رہوں۔ امیر معاویہ تو یہ خدا سے چاہتا تھا اُس نے منظور کر لیا اور اپنے بیت المقدس میں جا کر بیعت کر لی اور صلح ہو گئی۔ خلافت کے زمانہ میں آپ نے حاجب اور دربان نہیں رکھا۔ دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ اس لئے آپ کو چند بار زہر دیئے گئے اور اثر نہ ہوا آخر کار جعدہ بنت

اشعث نے جو آپ کی منکوہ تھی اس قسم کا زہر پلا دیا کہ آپ کا جگر شق ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جعدہ نے یہ کام یزید کے مشورہ سے کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کے والد امیر معاویہ کے کہنے سے کیا۔ زہر کے واقعہ کے بعد آپ چالیس یوم زندہ رہے کلیجہ ٹکڑے ہو کر مٹنے سے نکلتا تھا۔ رنگ سبز ہو گیا مگر زہر دینے والوں کا نام نہیں بتایا۔ وقت وفات آپ کی عمر بقول واقدی اور شیخ ابن حاتم عسقلانی چھیالیس سال پانچ ماہ اور کچھ دن کی تھی۔

امام حسنؑ کثیر الاولاد تھے لیکن نسل آپ کی صرف دو صاحبزادوں سے چلی جن کے نام حسن بن حسن اور زید بن حسن ہیں۔

تذکرۃ السادات میں آپ کے گیارہ فرزند دکھائے گئے ہیں۔
 زید۔ حسین اثرم۔ طلحہ۔ اسمعیل۔ حمزہ۔ یعقوب۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ حسن ثنی
 عمر اور قاسم۔

نمبر چار سے سات تک امام حسنؑ کے سامنے لاولد فوت ہوئے۔ تین کر بلا میں شہید ہوئے۔ یہ بھی لاولد تھے چار سے اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ زید۔ حسن۔ ثنی۔ حسین اثرم اور عمر۔

حسین اثرم اور عمر کی اولاد ہوئی لیکن لڑکپن میں سلسلہ منقطع ہو گیا۔ باقی رہے زید و حسن ثنی یہ کثیر الاولاد ہوئے روئے زمین پر جو جتنے سادات ہیں اسکا منبع اور مصدر بھی دو صاحبزادے ہیں زید کا انتقال بعمر ۹ سال ۲۱ ہجری میں ہوا۔ حافظ ابرو کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کے پندراں بیٹے تھے۔ حسن ثنی۔ زید۔ عمر۔ حسین۔ عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ اسمعیل۔ محمد یعقوب۔ جعفر۔ طلحہ۔ حمزہ۔ ابوبکر۔ قاسم اور پانچ بیٹیاں تھیں ام حسن۔ زینب۔ ام عبداللہ۔ ام سلمہ۔ فاطمہ۔

حضرت امام حسینؑ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب شہید اور سید الشہداء اور سبط الصغر ہے۔ آپ کو ام الفضل بنت حارث حضرت عباس بن عبد المطلب کی بی بی نے دودھ

پلایا تھا۔ آپ ناف سے قدم تک جناب رسالتآب سے ہم شکل تھے۔ آپ کی سخاوت اور بڑی باری زبان زد خلائق ہے۔ ایک دن ایک سائل خدمت عالی میں آیا اور کہا کہ جناب درمانہ اور محتاج ہوں اپنے اُسے ٹھہرایا اتنے میں پانچ توڑے دیناڑکے معاویہ بن سفیان نے بھیجے اپنے پانچوں توڑے اس فقیر کو دیدیئے اور حذر کیا کہ تجھے انتظار میں بہت تکلیف ہوئی۔

ایک دن آپ ہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ خادمہ ایک پیالے میں آتش لیکر آئی۔ اتفاقاً اس کا پائون پھسل گیا اور کاسہ آپ کے سر مبارک پر گر پڑا۔ آپ نے تادیب کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا وہ سہم گئی اور کہا۔ والکاظمین الغیظ۔ آپ نے فرمایا میں نے غصہ روکا اُس نے کہا والعاظین عن الناس۔ آپ نے فرمایا میں نے مُعاف کیا اُس نے کہا واللہ مُحِبُّ الحسین۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔

جب معاویہ بن ابی سفیان نے انتقال کیا اور یزید بن معاویہ اُس کی جگہ ملک اسلام پر مسلط ہوا تو اُس نے جناب امام حسینؑ کو بیعت کا پیغام بھیجا۔ آپ نے بیعت سے انکار کیا۔ اس پر وہ ہنگامہ برپا ہوا جسے فتنہ کر بلا کہتے ہیں۔ یہ مضمون طول اور طویل ہے جس فریب اور مکر سے اہل کوفہ نے آپ کو مدعو کیا اور جس بُزدلی اور سفاکی سے شہر اور یزید نے آپ کو اور آپ کے گئے کو عذابِ تشنگی دے کر شہید کیا اس ذکر کو دوہرا سنے ہوئے قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے۔ خدا کی شان کہ اشقیانے مسلمان کہلا کر رحمت اللعالمین کے نواسے اور اُس کے عیال اور اطفال سے یہ سلوک کیا۔ اس بیان کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے اور یہ مضمون سیرت نبوی کے احاطہ سے باہر ہے۔ صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ جب حضرت عباسؑ اور حضرت عثمانؑ اور حضرت محمدؑ اور حضرت عبداللہؑ اور حضرت جعفرؑ اور حضرت عبداللہ جناب امیر المومنین کے صاحبزادے اور حضرت قاسمؑ اور حضرت عبداللہ اور حضرت عمرؑ اور حضرت ابو بکرؑ امام حسنؑ کے جگر پارے اور حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عبداللہ معروف علی اصغر جناب امام حسین کے لخت جگر اور دیگر اصحاب اور موالی

اور تمام شجاعان اہلبیت صدمہ اشتقیا کو فی النار کر کے العطش کہتے ہوئے ماء الحیات شہادت سے زندہ جاوید ہو گئے تو سید الشہداء بنفس نفس معرکہ قتال میں تشریف لائے اور دم زدن میں صفیں اُلٹ دیں لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ ان سے دو بدو مقابلہ کرتا۔ اس وقت شمر ذی الجوشن بہت سے تیرانداز لیکر آگے بڑھا اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر طرف سے نیزوں کی مار اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی آخر آپ زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے جدا ہوئے اور زمین پر گر پڑے۔ شمر نے اس وقت چہرہ مبارک پر تلوار مار دی اور سنان بن انس نے نیزہ کا وار کیا جس سے آپ شہید ہوئے۔ شبلی بن یزید نے اتر کر آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ کہتے ہیں کہ ظالموں نے شمر اور ابن سعد کے حکم سے آپ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے۔ جناب امام حسینؑ کے چار بیٹے اور دو صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑے صاحبزادے کا نام امام زین العابدین تھا۔ ان کو بعض علی اکبر اور بعض علی اوسط اور اکثر علی اصغر لکھتے ہیں۔ آپکی والدہ شہر بانو یزدجرد بن شہر پار بادشاہ ایران کی صاحبزادی تھیں۔ آپ سنہ ۱۰ تالیس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۷ ہجری میں وفات پائی۔ آپ معرکہ کربلا میں جہاد سے اسلئے موزور رہے کہ بیمار تھے۔ شمر نے آپ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا مگر ابن سعد اور حمید بن مسلم کی فہمائش سے باز رہا۔ جناب امام حسینؑ کی نسل فقط آپ کی ہی اولاد سے باقی رہی۔

جناب امام حسینؑ کے دوسرے صاحب زادے کا نام علی اکبر تھا۔ آپ لیلا دختر ابی مرہ کے بطن سے تھے اٹھارہ سال کی عمر میں معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ جناب امام حسینؑ کے تیسرے صاحب زادے عبد اللہ معروف علی اصغر تھے یہ شیر خوار تھے اور باب بنت ام القیس کے شکم سے تھے یہ پیاس سے تڑپ رہے تھے امام حسینؑ کو دیکر باہر آئے کہ اشتقیا کو ان کا حال دکھائیں شاید رحم آجائے ایک لعین نے پانی کی جگہ ایک تیر مارا کہ گلے کے پار ہو گیا اور معصوم نے جان دی جو تھے صاحب زادے حضرت جعفرؑ تھے کہ چار سال کے ہو کر والد کی زندگی

میں ہی چل بسے۔

صاحب زادیوں میں آپ کی بڑی صاحب زادی کا نام فاطمہ تھا ان کی شادی حسن ثنیٰ جناب امام حسن کے صاحبزادے سے ہوئی۔ چھوٹی صاحب زادی کا نام حضرت سکینہ تھا۔ ان کا مصعب بن زبیر سے نکاح ہوا تھا۔ جب آپ کوفہ میں گئیں اور اہل کوفہ استقبال کو نکلے تو آپ نے فرمایا اے کوفے والو تمہارا بڑا ہونم نے مجھے بچپن میں یتیم کیا اور جوانی میں بیوہ کر دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جناب امام حسین کی تیسری صاحب زادی رقیہ نامی تھیں جس کا نام فاطمہ صغرا بھی تھا جب آپ شہید ہوئے تو یہ شام میں تھیں آپ نے والد کو خواب میں دیکھا اور صبح انتقال فرمایا۔ بعض کتابوں میں حضرت امام حسین کے بیٹے بیان کئے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں :-

امام زین العابدین حضرت علی صغیر عبد اللہ جعفر محمد غم۔

آنحضرت کی عزت اور احترام اور ان کے احسانات کی وجہ سے اب تک اگر کوئی اپنے آپ کو سید بیان کرے خواہ وہ سید ہو یا نہ ہو مسلمان اُس کی تعظیم کر کے اسے واجب التکریم سمجھتے ہیں اور بعض ملکوں کی معزز ذاتوں میں سب سے ممتاز تصور ہوتے ہیں ۔

باب (۲۱)

آنحضرت اور توریت اور انجیل

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم تھے۔ ان کی تشریف آوری کی پیشینگوئی انبیاء سابقین نے کی ہے اور آپ کی بشارت توریت اور انجیل میں موجود ہے۔ اس باب میں ہم اس دعویٰ کو ثابت کریں گے۔ ہم اس مضمون پر غور کر رہے تھے کہ ہمیں یاد آ گیا کہ اس بارہ میں امرتسر کے فضیلت صاحب جناب مولوی غلام نبی صاحب نے ایک بے بدل رسالہ لکھا ہے اس سے بہتر ہم کیا کر سکیں گے اس لئے ہم جناب مولوی صاحب موصوف سے اجازت لیکر ان کے پاکیزہ خیالات سے اپنے ناظرین کو بہرہ ور کرتے ہیں۔

الف) سورہ آل عمران ۷۵ ایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلا تُنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي لَئِنْ قَالَوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ه** **فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ه**

ترجمہ۔ اور اے پیغمبران کو وہ وقت یاد دلاؤ جبکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ ہم جو تم کو اپنی کتاب اور عقل سلیم سے دین اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق بھی کرے تو دیکھو ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے اس کو تسلیم کیا (پیغمبروں نے) عرض کیا کہ ہاں، ہم اقرار کرتے ہیں (خدا نے) فرمایا اچھا تو آج کے قول قرآن

کے گواہ رہو تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہم (بھی) ہیں (تولیات کے) اس (قدر بکے ہوئے) پیچھے جو کوئی (قول سے) منحرف ہو تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیت میں صاف اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبیوں کو آنحضرتؐ کی خبر دی اب توریت کو دیکھئے کتاب استثنا کے ۸ باب ۱۵ آیت سے اخیر باب تک جو مضمون ہے وہ قابل غور ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔

”خداوند تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کروں گا“ اور اس نبی کی صفت میں فرمایا کہ اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ کہیں گے وہ سب اُن سے کہیں گے۔ خدا کا کلام تو موسیٰ سے یہ تھا:-

”اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی پیدا کروں گا“

اس کلام کی جگہ توریت میں موسیٰ کا کلام بنی اسرائیل سے اس طرح درج ہو گیا ہے۔

”خداوند تیرا تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میرے

مانند ایک نبی پیدا کرے گا تم اُس کی طرف کان دھرو“

”تیرے درمیان“ کے الفاظ خدا کے کلام میں نہیں ہیں۔ یہ بعد ازاں درج ہو گئے

ہیں۔ وجوہات یہ ہیں۔

(۱) پطرس حواری نے ”تیرے درمیان“ کے الفاظ اپنی تصنیف میں نہیں لکھے۔

دیکھو کتاب اعمال باب ۳ آیت ۲۲۔

”کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے

تمہارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی اُٹھائے گا تم اس کی سُنو“

(۲) استفانس حواری کی تصنیف میں بھی یہ جملہ ”تیرے درمیان“ نہیں ہے دیکھو کتاب

اعمال باب ۱۷ آیت ۳۷۔

”یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے

تمہارے بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی اُٹھائے گا تم اس کی سُنو“

(۳) توریت کا سب سے پُرانا ترجمہ یونانی سپٹوا رجٹ مبعین کہلاتا ہے اس میں

یہ جملہ تیرے درمیان نہیں ہے۔

غرض یہ جملہ تیرے درمیان اس ترجمہ کے وقت جو سچ سے تخمیناً تین سو سال پہلے
ہوا تو ریت میں موجود نہ تھا۔

یہ خطاب بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ تمہارے بھائیوں
میں سے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمعیل تھے۔

توریت کے الفاظ ہیں ”میرے مانند“ یعنی موسیٰ کی مانند اب دیکھنا ہے کہ
آیا آنحضرتؐ موسیٰ کی مانند تھے مفصلہ ذیل مناسبتوں سے جواب اثبات میں دینا پڑتا
ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) آنحضرتؐ نے موسیٰ کی طرح جہاد کیا۔

دیکھو خروج، باب ۸ اور ۹، گنتی ۲۱ باب ۲۳ و ۲۵ اور ۳۱ باب استثناء اول
باب ۴)۔

(۲) حضرت موسیٰ اور آنحضرتؐ دونوں پر شریعت نازل ہوئی۔

(دیکھو خروج ۲۱-۲۲-۲۳ باب اور استثناء ۲۳ باب)

(۳) آنحضرتؐ نے مدینہ میں ہجرت کی اور حضرت موسیٰ نے ندیان میں (دیکھو خروج
۱۴ باب ۱)

(۴) آنحضرتؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا اور موسیٰ نے دریا ئے نیل کو دو کر دیا۔

(دیکھو خروج ۱۴ باب ۱۴ و ۲۱)

(۵) آنحضرتؐ نے معراج میں خدا سے گفتگو کی اور موسیٰ کو ہ طور پر ہمکلام ہوئے۔

ہم نے ایک نعت میں لکھا ہے

قرب رسولؐ حضرت موسیٰ سے پوچھئے

کتنا خدا کے گھر سے پرے کوہ طور تھا

(۶) آنحضرتؐ کی انگلیوں سے چشمہ جاری ہوا اور موسیٰ نے پتھر پر عصا مار کر پانی
نکالا۔

۱۷، باب گنتی ۲۰، باب ۱۱ اول قرنیوں کا ۱۰، باب ۲)

(۷) آنحضرت نے حضرت علیؑ کو کہا کہ تم مجھے ایسے ہو جیسے ہاروں حضرت موسیٰؑ کو تھے

(۸) آنحضرت نے چالیس سال کی عمر میں نبوت حاصل کی اور موسیٰ نے ہی اسی

عمر میں۔ (اعمال ۷، باب ۲۳ و ۳۰، خروج ۷، باب ۷)

(۹) آنحضرت کی پشت مبارک پر مہر نبوت تھی اور موسیٰ کے ہاتھ میں ید بیضا دکھو

خروج ۲، باب ۶)

(۱۰) آنحضرت نے بت پرستوں میں ہوش سنبھالا اور موسیٰ نے صحبت فرعون میں۔

(اعمال ۷، باب ۲۲، خروج ۲، باب ۱۰)۔

(۱۱) آنحضرت بڑے موحد تھے اور یہی حال موسیٰ کا تھا (استثنا ۳۲، باب ۳۹)۔

(۱۲) آنحضرت کا سنہ ہجری جاری ہوا اور موسیٰ کا مصری ہجرت کا سنہ جاری

تھا۔ (گنتی ۳۲، باب ۳۸، اول سلاطین ۶، باب ۱)۔

(۱۳) آنحضرت اور موسیٰ دونوں نے گلہ بانی کی (خروج ۳، باب ۱)

(۱۴) آنحضرت نے بتوں کو توڑا اور موسیٰ نے گو سال سامری کو (خروج ۳۲، باب ۲۰)

گنتی ۳۳، باب ۵۲)۔

قرآن شریف میں آنحضرت اور موسیٰ کی مناسبت ظاہر ہوئی ہے۔ سورہ

مزل میں آیا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا

تحقیق بھیجا ہم نے اے عرب والو! تمہاری طرف ایک رسول کو ابھی دینے والا جیسے کہ بھیجا

ہم نے طرف فرعون کی رسول۔

بہ وجوہات ذیل توریت کی یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ پر راست نہیں آسکتی۔

(۱) حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں سے ہے اور یہ بشارت بنی اسرائیل کے

بھائیوں یعنی بنی اسمعیل کے متعلق تھی۔

(۲) - حضرت عیسیٰ کی قوم بت پرست نہ تھی۔ جب وہ تشریف لائے تو ان کی قوم میں تعلیم الہی کا بہت چرچا تھا۔ موسیٰ اور آنحضرت کی قوم بت پرست تھی۔
 (۳) - حضرت عیسیٰ کے مشہور حواری پطرس نے حضرت عیسیٰ کو اس بشارت سے صاف علیحدہ کر دیا ہے۔

(ب)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِمْ
 وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ
 وہ اللہ تعالیٰ جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور اس سے پہلے پڑے تھے صریح گمراہی میں۔

قرآن شریف کی اس آیت کا مقابلہ توریت کی بشارت سے کیجئے۔
 توریت میں موسیٰ کی زبانی ہے۔

”انہوں نے (یعنی نبی اسرائیل نے) اس کے سبب سے جو خدا نے مجھے عزت دلائی اور اس واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا“ (استنباب ۳۲ آیت ۲۱)۔

اس میں صاف اشارہ نبی اسمعیل کی طرف ہے جو عرصہ دراز تک اُمتی رہے اور جن سے توریت میں خدا نے از دیاد نسل اور برکت کا وعدہ کیا تھا۔

(ج)

سورۃ شعرا ع و س دیکھیے:-

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ
 لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ أَوَلَمْ يَكُنْ
 لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يُعَلِّمَهُ عُلُوقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اور اے (پیغمبر) کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو جبریل امین نے (ہمارے علم سے) سلیس عربی زبان میں تمہارے دل پر القا کیا ہے تاکہ اور پیغمبروں کی طرح تم ابھی لوگوں کو عذاب خدا سے (ڈراؤ اور اس میں شک نہیں کہ نبی اسرائیل کے عالم اس کی پیشین گوئی) سے واقف ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی خبر پہلی کتابوں میں دی گئی ہے اور نبی اسرائیل کے علماء اس بات کو جانتے ہیں۔

اب تورات میں کتاب استناباب ۳۳ آیت ۳ و حقوق نبی باب ۳ آیت ۳ لغایت ۵ دیکھو۔

استناباب میں ہے:-

”اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتش شریعت اُن کے لئے تھی۔

اس کا مطلب صاف ہے۔

سینا سے خدا کا آنا تورات کا اترنا ہے شعیر روم کو کہتے ہیں جہاں اول مرتبہ انجیل پھیلی۔ فاران سے مراد مکہ ہے۔ جہاں رسول کریم مبعوث ہوئے۔ حقوق نبی کی عبارت ہے۔

”خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اُس کی جگمگاہٹ ٹور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پروہاں بھی اُس کی قدرت درپردہ تھی۔“

اس میں فاران یعنی مکہ معظمہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۵)

قرآن شریف میں ہے۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا

مِنْهُمْ لِيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴﴾

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی پہچانتے ہیں اس کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنے پٹوں کو اور
ایک فرقہ ان میں چھپاتے ہیں حق کو اور وہ جانتے ہیں۔

پہلے آنحضرتؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے پھر خانہ کعبہ کی طرف نماز
پڑھنی شروع کی اس پر یہودی ناراض ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یسعیاہ نبی نے پیشین گوئی کی ہے تم خداوند کا ایک نیا گیت گاؤ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو
دیکھو یسعیاہ باب ۴۲۔ آیت ۹ لغایت ۲۱ حضرت یسعیاہ کہتا ہے۔

”قیدار کے آباد دیہات اور اُس کے بیابان اور اُس کی بستیاں اپنی آوازیں بلند
کرینگے سلح کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے“
قیدار حضرت اسمعیل کے بیٹے کا نام ہے اور سلح مدینہ کا پہاڑ ہے۔

یہ پیشین گوئی بیت اللہ کے حج اور حضرت کے اوصاف پر صادق آتی ہے۔
اب انجیل کی طرف آئیے۔

سورۃ الصف میں ہے:-

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بِنَتِيِّ إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ ط

لاے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے (نبی اسرائیل)
سے کہا کہ اے نبی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (یہ کتاب) تورات جو مجھ سے
پہلے (نازل ہو چکی) ہے اس کی تصدیق کرتا اور (ایک اور) پیغمبر کی (تم کو) خوشخبری سناتا (ہو)
جو میرے بعد آئینگے اور ان کا نام ہوگا احمد۔

اس بشارت کو یوحنا نے انجیل کے باب ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ میں نقل کیا ہے۔

عربی تراجم میں اس موعود نبی کو فارقلیط تعبیر کیا ہے۔ فارقلیط کے معنی ہیں احمد

یعنی ۱۴ باب ۱۶ و ۱۷ میں ہے:-

”وَإِنَّا نَطْلُبُ مِنْ آلِ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَدْعُوا بِهِمْ فَأَنْسَىٰ وَهُمْ يَتَّبِعُونَ آلَهُمْ سَائِمِينَ“

اُردو ترجموں میں فارقلیط کی جگہ جس کے معنی میں ستودہ تسلی دینے والا کاجرا استعمال کیا گیا ہے۔

سریانی یا خالہ یہ یا عربی لفظ کے معنی ستودہ ہیں۔ یونانی لفظ یا تو پیری کلیو طاس ہے یا پارا کلیطاس ہے اگر پیری کلیو طاس ہے تو اس کا ترجمہ ہے طاس۔ اگر لفظ پارا کلیطاس ہے تو اس کے معنی ہیں تسلی دہندہ معترضین کہتے ہیں کہ لفظ پیری کلیو طاس نہیں تھا پارا کلیطاس تھا۔ مسٹر راڈ ویل اپنے ترجمہ قرآن میں سوہ والصفات کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ محمد نے یہ پیشین گوئی اپنی طرف منسوب کرنیکو پارا کلیطاس کو پیری کلیو طاس بنا لیا۔ یہ خیال خام ہے۔ دراصل لفظ پیری کلیو طاس تھا۔ سینٹ جیروم نے جو ترجمہ لاطینی زبان میں چوتھی صدی میں کیا ہے اس میں صاف پیری کلیو طاس استعمال کیا ہے۔ تو قدیمی اصل میں ضرور پیری کلیو طاس ہو گا جس کے معنی ہیں احمد۔

ہمارے فاضل دوست مولوی غلام نبی صاحب امرتسری نے اس دعویٰ کی تائید میں کہ یہ پیشین گوئی آنحضرت کے متعلق ہے اپنے لاجواب رسالہ میں مفصلہ ذیل جومات دی ہیں:-

(۱) حضرت مسیح نے فرمایا ہے "میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بھیجے گا"

عیسائیوں کے اعتقاد کے بموجب خدا مسیح اور روح القدس ایک ہستی ہے دوسرا تسلی دینے والا کوئی اور ہونا لازم ہے اس لئے وہ محمد الرسول اللہ تھے۔

(۲) - یوحنا ۱۴ میں ہے "وہ انہیں سب چیزیں سکھلائیگا" اور سب باتیں یاد دلائیگا"

جب آنحضرت آئے تو حضرت مسیح کے مذہب میں بہت سی اتبری پھیل گئی تھی آنحضرت نے اگر کفر شرک اور بدعات کو طشت ازبام کیا۔

(۳) - حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں اس کے واقعہ ہونے سے پیشتر کہا

تھا کہ تم ایمان لاؤ (۱۶)

اس سے ظاہر ہے کہ وہ جس پر ایمان لانے کو کہا اسی آنے والی شے سے جس پر شک ہو سکتا تھا۔ اگر اپنی روح کی طرف اشارہ ہوتا تو شک کی گنجائش نہ تھی۔ اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ معترضین کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی پیشین گوئی اس روح کے متعلق ہے جو حواریوں پر چنگاریوں کی طرح اتری۔

(۱۷) حضرت مسیح فرماتے ہیں ”وہ میری گواہی دیگا“ (۱۷)

گواہی دینے والے شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ خارج میں موجود ہو یا کہ شہادت معتبر ہو۔ روح نے کیا گواہی دینی تھی۔ علاوہ بریں روح القدس تو حواریوں میں حلول کر گئی تھی پھر اُس نے ان کے روبرو کیا شہادت دینی تھی وہ غیر تو نہ تھے۔ آنحضرتؐ نے صد با برس گزرنے کے بعد حضرت مسیح کے حق میں گواہی دی اور ان کو نبی برحق بیان کیا۔ یہ پیشین گوئی صاف اُن کے متعلق ہے۔

(۱۸) گاڈ فری ہینڈس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۱۶۳ میں لکھتے ہیں ”اعمال کی کتاب میں کہیں پایا نہیں جاتا کہ یہ زبان ہائے آتشین جن سے سب زبانیں بولنے کی طاقت عطا ہوتی تھی تشفی دہندہ موعود ہوں اور جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب مذکور میں ہوتا“ اور دفعہ ۱۶۱ میں بیان کرتے ہیں ”حواریوں کے اعمال اور خود عیسائیوں کی کتاب سے کسی طرح نہیں پایا جاتا کہ روح القدس کا حواریوں میں آنا تشفی دہندہ موعود کا آنا ہو اور صرف زبان سے ایسے دعویٰ کی تصدیق نہیں ہو سکتی“

(۱۹) حضرت مسیح فرماتے ہیں ”تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا“

اس سے ظاہر ہے کہ وہ آنے والا جب حضرت مسیح نے یہ فرمایا اس وقت تک نہ آیا تھا۔ روح القدس تو ان سے پیشتر نازل ہو چکی تھی اور اس وقت موجود تھی۔ پس ظاہر ہے کہ وہ آنے والے نبی جناب رسولؐ تھے۔

(۲۰) حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم انکی

برداشت نہیں کر سکتے (۱۳)۔

پھر فرمایا ”وہ اپنی نہ کہینگے لیکن جو سینگے وہ کہینگے“ روح القدس نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس کے سننے کی طاقت حواریوں میں نہ تھی اور قرآن مجید میں ہے۔
 وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ بُّوْحٰی۔ یعنی نہیں کہتا کچھ اپنی خواہش سے مگر جو اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ یہ صفت آنحضرت کی تھی۔
 روح القدس تو خود خدا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ وہ اپنی نہ کہیگا
 جو لوگ فارقلیط سے مراد اقنوم ثانی لیتے ہیں جو حواریوں پر نازل ہوا وہ ان باتوں پر زور دیتے ہیں۔

اول۔ فارقلیط کی تفسیر میں روح القدس اور روح حق آتا ہے محمد کبھی روح القدس اور روح حق نہیں کہلائے۔

اول تو روح الحق کی تفسیر الجاتی ہے لیکن اس بات کو جانے دیجئے پھر یہی کون کہتا ہے کہ روح حق یعنی پیغمبر نہیں آیا۔ نام اول یوحنا باب ۴ درس ۶ میں روح اللہ نسخہ عربیہ اور درس ۶ میں روح الحق پیغمبر کو لکھا ہے۔ حضرت کا نام روح القدس اور روح الحق ہی ہے۔ اسی تفسیر کے یہ معنی ہیں کہ حضرت مسیح نے آنحضرت کے کئی نام بتائے مثلاً احمد۔ روح القدس اور روح الحق۔

دوم۔ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ فارقلیط کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ سب چیزیں حواریوں کو سکھلائیگا اور مسیح کی بات انہیں یاد دلائیگا اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا۔ یہ باتیں آنحضرت پر صادق نہیں آتیں۔

معارضین کی یہ غلط فہمی ہے کہ وہ اس خطاب کو صرف اس وقت کے حواریوں کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ خطاب کل لوگوں کی طرف ہے۔ اگر صرف حواریوں کی طرف ہوتا تو ان حواریوں کو ہمیشہ فارقلیط کے ساتھ زندہ رہنا چاہئے۔ مطلب اس خطاب کا یہ ہے کہ فارقلیط یعنی احمد تمام باتیں لوگوں کو سکھلائیگا اور جو کچھ میں نے سکھایا ہے اس کو سمجھائیگا اور جو فضولیات مذہب میں داخل ہو جائیں گی ان سے آگاہ کریگا اور

ہمیشہ تمہارے ساتھ اس طرح رہے گا کہ خاتم النبیین ہوگا پھر اُس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور وہی پھر تمہارا نبی رہے گا۔

سوم۔ اعتراض ہے کہ فارقلیط کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ دُنیا اُسے نہیں دیکھتی اور آنحضرتؐ کو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا اس لئے فارقلیط سے مراد روح القدس ہے ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی معترضین کی سمجھ کا تصور ہے اس جملے کے وہ لفظی معنی لیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دُنیا اس کے مرتبہ کو نہیں دیکھتی اور نہ اُس کی قدر و منزلت جانتی ہے انجیل مقدس میں اس قسم کے محاورے بکثرت ہیں مثلاً انجیل متی کے باب ۱۱ درس ۲۵ میں ہے۔

”وے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے“

خود حضرت مسیحؑ نے روح القدس اور فارقلیط کو جدا جدا کر دیا ہے۔

جب حضرت مسیحؑ اس دُنیا سے آسمان پر جانے لگے تو اپنے حواریوں کو فرمایا کہ اے حواریو دیکھو کہ میں اپنے باپ کے پاس سے اس موعود یعنی فارقلیط کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن جب تک کہ تم عالم بالا کی قوت یعنی روح القدس سے بلبس نہ ہو یروشلم میں ٹھہرے رہو (دیکھو لوقا ۲۳ باب ۴۹ و ۱۱)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے موعود سے مراد فارقلیط ہے جس کا ذکر یوحنا ۱۴۔

۱۵-۱۶ باب میں ہو چکا ہے۔

چونکہ یروشلم کو نبی اسرائیل سے ایک تعلق تھا اس لئے یروشلم سے حضرت مسیحؑ نے بنی اسرائیل کی قوم مراد لی۔

الغرض بقول مولوی غلام نبی صاحب جس کی بابت یہود نے حضرت یوحنا سے پوچھا دیکھو یوحنا باب ۱۹ ایت سے ۲۱ ایت تک اور جس کی بابت یہود نے مسیحؑ سے یہی ذکر کیا دیکھو یوحنا، باب ۲۰ ایت جس کی منادی پطرس رسولؑ نے کی دیکھو اعمال ۳ باب ۱۹ سے اخیر تک محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے لئے یہود اور نصاریٰ اپنا وطن چھوڑ کر

عرب میں آباد ہوئے۔

باب (۲۲)

تکثیر ازدواج۔ طلاق۔ غلامی ء

ہمارے رسولؐ کے یورپین سوانح نگاروں کا سلسلہ نہایت وسیع ہے سترہویں صدی سے پہلے پہلے جس شخص نے اس میدان میں فرس رانی کی اُس کے مرکب نے انجانی کی وجہ سے سکندری کھائی اور راکب اور مرکب دونوں غارِ ندامت میں مُٹنے کے بل گئے۔

اس قماش کے لوگ ہلدی برٹ اور اُس کے بخیال تھے۔ یہ لوگ عربی زبان سے نا آشنا تھے ان کا سرمایہ معلومات سنی سنائی باتیں تھیں۔ ان لوگوں نے سنی سنائی باتوں کو تعصب اور سوءظن کی وجہ سے اس طرح بگاڑا کہ ان کی کتابیں صلیت سے اس قدر دُور ہو گئیں جتنا کہ مغرب مشرق سے فاصلہ پر ہے۔

سترہویں صدی کے وسط میں مشرقین یورپ غواص بن کر نکلے اور علم و زبان عربی کے ناپیرا کنار سمندر میں شناوری کرنے لگے۔ اٹھارہویں صدی میں ان مشرقین کا شوق اس قدر بڑھا کہ السنہ مشرقیہ کے مدارس کھل گئے مشرقی کتب خانے قائم ہوئے اور مشرقی السنہ کے پروفیسر بیت العلوم میں مقرر کئے گئے۔

انیسویں صدی میں عربی زبان کی واقفیت عربی زبان کی کتابوں کے تراجم کی اشاعت تعلقات باہمی کی نیگت اور آزادانہ تحقیقات کی رغبت سے تاریخ اسلام کے مصنفوں اور بانی اسلام کے سوانح نگاروں کا ایک کثیر التعداد گروہ پیدا ہو گیا۔ ۱۸۶۱ء میں اسفورڈ کے ڈاکٹر وائٹ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق چند خطبات لکھے پھر ۱۸۶۹ء میں انگلستان کے مسٹر گاڈ فری گنس نے محمد رسول اللہ کے متعلق ربالوجی یعنی معافی نامہ لکھا۔ پھر جرمنی کے ڈاکٹر جے۔ اے بلرنے ۱۸۶۳ء

میں اسلام پر کتاب لکھی۔ اس کے بعد ۱۸۳۱ء میں فرانس کے گارسن ڈی ٹاسی نے
 اسلام اور قرآن پر مضامین لکھے جو ۱۸۴۵ء میں ختم ہوئے۔ پھر ۱۸۴۵ء میں جرمن
 کے ڈاکٹر ویل نے اپنی کتاب ترجمہ و تفسیر ابن ہشام و کتاب محمد پیغمبر تصنیف کی۔
 ۱۸۴۶ء میں انگلستان کے مشہور مورخ اور فلاسفر کارلائل نے اپنی بے نظیر کتاب
 ہیرورڈ اور ہیرورڈ شپ تصنیف کی۔ ۱۸۴۷ء میں فرانس کے کوسن ڈی بریوال
 نے تاریخ عرب لکھی۔ ۱۸۴۹ء میں انگلستان کے مشہور مصنف و اشنگٹن اردنگ نے
 سیرت محمد چھاپی۔ ۱۸۵۱ء میں جرمنی کے ڈاکٹر اسپرنگر نے سیرت محمد شائع کی۔ ۱۸۵۶ء
 میں جرمنی کے داں کریر نے ترجمہ و تفسیر واقدی لکھا۔ ۱۸۵۵ء میں نیشنل ریویو میں محمد
 پر مضمون نکلا۔ ۱۸۶۱ء میں ہالینڈ کے ڈوزی نے تاریخ اسلام لکھی اسی سال انگلستان
 کے نیشنل ریویو میں ایک مضمون رسول پاک پر بعنوان بزرگ ترین عرب نکلا۔ اسی
 سال میں ڈی لین نے سیرت محمد تصنیف کی۔ اسی سال انریبل سر ولیم میور نے
 انگلستان میں سیرت محمد لکھی۔ ۱۸۶۵ء میں فرانس کے برتھالی سٹیٹ ہیر نے کتاب
 محمد و قرآن تصنیف کی۔ ۱۸۶۹ء میں جرمن پروفیسر فولڈی نے مضامین قرآن
 اسلام لکھے۔ ۱۸۷۲ء میں فرانس کے چولیس چارس نے تاریخ بائی اسلام لکھی۔ ۱۸۷۵ء
 میں انگلستان کے مشہور مورخ بالورٹھ سمٹھ نے کتاب محمد اور اسلام تصنیف کی۔ ۱۸۷۷ء
 میں فرانس کے سیدیو نے تاریخ عرب تصنیف کی۔ ۱۸۸۲ء میں جرمنی کے لہوسن نے
 واقدی پر تبصرہ لکھا۔ ۱۸۸۴ء میں اہل کراہل نے جرمنی میں سیرت محمد لکھی۔ ۱۸۹۰ء
 میں جرمنی کے گولڈزہر نے مطالعہ اسلام لکھا۔ ۱۸۹۱ء میں ایچ گریم نے ہولینڈ میں
 سیرت محمدی لکھی۔ اسی سال کویل نے محمد اور اسلام کتاب تصنیف کی۔ پھر ۱۹۰۵ء میں
 ایف لہیل نے اپنی کتاب آدم گھنڈ محمد کے۔ آئی تصنیف کی۔ ۱۹۰۵ء میں مور
 گیویوس نے حیات محمد لکھی۔ یورپ کے مصنف بقول مولانا شبلی نعمانی تین قسم
 کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں ان کی معلومات کی بنیاد تراجم
 ہیں۔ یہ لوگ اندھا دہندہ شبہ اور غیر مکمل مواد کو کاغذی پیکر میں بھر دیتے ہیں جو بجائے

اس کے کہ ایک دلکش نازنین دکھائی دے ایک پکا ہوا پھوٹا بن کر جب پھوٹتا ہے تو اس میں پیپ اور گندہ لہو پہنے لگتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو عربی زبان علم ادب اور تاریخ اور فلسفہ اسلام کے ماہر ہیں مگر مذہبی لطیفچر سے نا آشنا ہیں۔ انہوں نے سیرت یا مذہب اسلام پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی لیکن ضمیمی موقعوں پر عربی دانی کے زعم میں اسلام اور بانی اسلام کے متعلق منہ زوری دکھائی ہے اور اس دلیری سے ڈر شہوار کو پوت بنانے کی سعی لا حاصل کی ہے کہ ہمیں تعجب آتا ہے۔ ان لوگوں کی تصانیف ایک کار آمد خرمن تھا مگر تعصب کی چنگاری نے اس کو تودہ خاکستر بنا دیا ہے یا یوں کہو کہ بدگمانی کی نجاست نے اس کو ناقابل استعمال کر دیا ہے۔ افسوس ان لوگوں کی آنکھیں ہیں مگر دکھائی کچھ نہیں دیتا ہے

جاننا ہوں ثواب طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

افسوس ہے اکثر اسی قسم کے مصنفان یورپ نے جناب رسول کی زندگی پر نہایت بیجا حملے کئے ہیں۔

انریبل سرولیم میورا اپنی کتاب لائف آف محمد میں تحریر کرتے ہیں کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں سے قطع نظر کی جائے تو مذہب اسلام سے تین بڑی بڑی خرابیاں ظہور میں آئی ہیں۔

اول۔ مذہب اسلام میں تکثیر ازدواج۔ طلاق دینا اور غلام بنالینا مستحکم کیا گیا ہے اور یہ باتیں اخلاق کے لئے بیخ کن ہیں اور تمام زندگی کو ناپاک اور حُسن معاشرت کو تہ و بالا کرتی ہیں۔

دوم۔ مذہبی آزادی کا اسلام نے خون کر دیا ہے۔

سوم۔ عیسوی مذہب کی ترقی میں مزاحمت قائم کی ہے۔

سرولیم میور نے تو اسی قدر کہا ہے لیکن بعض متعصب لوگ اس قدر دریدہ دہن ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد صرف شہوت پرستی اور

عیاشی کے لئے بہت سے نکاح کئے۔ انہوں نے خدا کے حکم کو اپنے لئے کالعدم سمجھا۔ شریعت کے خلاف کیا۔ اپنی اُمت کے لئے چار بیبیاں جائز کیں اور اپنے لئے خصوصیت رکھتی اور بعض بیویوں سے حیلہ۔ فریب یا جبر سے نکاح کیا۔

ازدواج مطہرات کا ذکر ہم فرداً فرداً ہر نکاح کے محل پر مفصل اس کتاب میں درج کر چکے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ رسول پاک نے عورتوں کی ذلت کی اصلاح کی لا تعداد ازدواج کو منع فرما کر چار عورتوں کی حد خاص شرائط کے ساتھ مقرر فرمائی۔ غیر منکوحہ عورتوں کو حرم کے طور پر رکھنا ممنوع قرار دیا اور بے وجہ طلاق دینے کی ممانعت فرمادی اب ہم پھر یہ ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ رسول کریم کا ہر نکاح ایک نہ ایک مصلحت پر مبنی تھا اور اس ظہور قدسی کو توبہ توبہ عیش و عشرت سے کچھ سروکار نہ تھا۔ جن لوگوں کو تاریخ میں کچھ ہی دخل ہے وہ جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ رسم تعداد ازدواج اس جہان میں باقی اسلام کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے صدیوں سے جاری تھی۔ حضرت ابراہیم جیسے مقدس نبی نے تین بیبیاں ساڑھ۔ ہاجرہ اور قطورہ کیں۔ حضرت موسیٰ جیسے رسول کی دو عورتیں تھیں۔ حضرت یعقوب کی چار عورتیں تھیں۔

حضرت داؤد کی ایک نسو عورتیں تھیں۔ حضرت سلیمان کی نسو عورتیں تھیں۔ تین نسو عورتیں تھیں۔ حضرت سلیمان کے بیٹے رجعا کی اٹھارہ عورتیں اور ساٹھ حرمیں تھیں۔ حضرت سلیمان کے پوتے ربیعا کی چوداں عورتیں تھیں۔

تینوں کو جانے دیجئے۔ عرب۔ بابل۔ اسیریا۔ ایران۔ مصر۔ یونان۔ ہندوستان۔ غرض ہر ملک اور ہر مذہب میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی۔ عیسائیوں۔ یہودیوں۔ زرتشتیوں۔ ستارہ پرست اور ہنود کسی نے تعداد ازدواج کو محدود نہیں کیا نہ کہیں صریح طور پر منع کیا ہے۔ عیسائی ملکوں کے بڑے بڑے ریفارمر سولہویں صدی تک کثرت ازدواج کے حامی رہے۔ شاہ قسطنطین اور اُس کے جانشینوں نے اس رسم کو جائز رکھا۔

اسلام سے پہلے رسم کثرت ازدواج کئی وجوہات سے شروع ہوئی اور رائج ہو گئی۔ چند وجوہات جو ہمارے خیال میں آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱)۔ انسان کا بڑا فرض بقائے نوع انسان سمجھا جاتا تھا۔ وہ شخص جو زیادہ اولاد پیدا کرے زیادہ قابل تھیں جو اکرتا تھا۔ بس زیادہ بیویاں اس لئے کی جاتی تھیں کہ زیادہ اولاد پیدا ہو۔

(۲)۔ مرد اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور لڑائیوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد اس قدر گھٹ جاتی تھی کہ جب تک ایک مرد کئی عورتیں نہ کرے پوری نہ پڑتی تھی۔ عورتوں کو خاوند شکل سے ملتے تھے۔

(۳)۔ عورتیں ایام حمل و زچگی و رضاعت کے باعث ہمبستری کے قابل نہ رہتی تھیں اور مرد عورت کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

(۴)۔ گونکاح تعلق زناشوی اور ہمبستری محض توالد و تناسل کے لئے ہے مگر خالق نے اس فعل میں اس قسم کی لذت رکھ دی ہے کہ مرد اصل مطلب کو نظر انداز کر کے ہمبستری کو سامان عیش و عشرت سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں اور ہمیشہ اس تلاش میں رہتے تھے جیسا کہ اب بھی رہتے ہیں کہ ایسی عورت ملے جو ان کی نگاہوں میں حسین ہو۔ اور جب تک ان کو ایسی بیوی نہ ملے جو ان کو پسند ہو ان کو ہرگز صبر نہ آتا تھا۔ مذاق حسن مختلف ہے۔ ہم میں کئی ایسے ہیں جو سنہری بالوں پر مرتے ہیں۔ کئی سُرخ بالوں کو پسند کرتے ہیں۔ کئی سیاہ آنکھوں کو چشم حور کہتے ہیں کئی کنجی اور ارق آنکھوں کے شیدا ہیں۔ اُسوقت نکاح کے لئے کوئی قید نہ تھی اس لئے جب تک خاطر خواہ بیوی حُسن پرست شوہر کو نہ ملے عورتوں کی ہمیشہ تلاش رہا کرتی تھی۔ اور مرد کا گھر اچھا خاصہ مرغی خانہ بن جاتا تھا۔

بہ تقاضائے بشریت ہمارا دستور ہے کہ ہم اوروں کے تنکے کو دیکھتے ہیں اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے۔ تکثیر ازواج کا مجرم اسلام کو بنا یا جاتا ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہم میں سے وہ لوگ جنہیں اہل الرائے سمجھا جاتا ہے اس معاملہ کو

کیا سمجھتے ہیں۔

ملک الشعراجان ملٹن جیسے پیدار مغز انسان نے بائبل سے بہت سکی تئیں نقل کر کے تعداد ازواج کی حمایت کی ہے۔

جان ملٹن لکھتا ہے "علاوہ اس کے خدا نے ایک تشبیلی صورت (حزقیل) میں مسلمان اہولاد و اہولیا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا طرز بیان ہے کہ اس کو خداوند تعالیٰ بالخصوص اس طوالت کے ساتھ ایک تشبیل میں ہی ہرگز اختیاً نہ کرتا اور نہ حقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جس کی دلالت اُس سے ہوتی ہے فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی پس جس رسم کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہے نہ کیونکہ معیوب یا مذموم خیال کیجا سکتی ہے۔ کیونکہ انجیل میں اُن ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہے جو انجیل سے پیشتر جاری تھے۔"

جان ملٹن نے یہ بھی لکھا ہے کہ "تعداد ازواج کی رسم یا تو نکاح جائز ہے یا فحش ہے یا زنا ہے۔ ان کے علاوہ مقدس رسولؐ نے اور کوئی پوختی صورت تسلیم نہیں کی۔ پس میں یقین کرتا ہوں کہ ان سب سے بزرگوں کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازواج تھے ہر ایک شخص اس کو فحش یا زنا خیال کرنے سے باز رہے گا۔ کیونکہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کو سزا دیگا حالانکہ اُن بزرگوں پر خدا کی خاص نظر تھی۔ جیسا کہ خود اُس نے فرمایا ہے۔ پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک ٹھیک نکاح ہوتا وہی جائز ہے۔"

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بجا آیت بائبل لکھتے ہیں کہ "ان آیات سے ظاہر ہے کہ تعداد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہے بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے۔"

غرض حالات متذکرہ بالا سے اظہر من الشمس اور امین من الامس ہے کہ رسم تعداد ازواج دنیا میں رسولؐ خدا سے پہلے نہایت بے اعتدالی سے جاری تھی اور یہ کہنا کہ اس کی بنیاد رسولؐ خدا نے رکھی سراسر جہالت ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا رسول کریم نے اس رسم کی حمایت کی یا اس کو رد کیا تھا اس کا جواب ہی وہی ایک ہے یعنی نہیں ہرگز نہیں۔

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ رسم ظہور اسلام سے پہلے بڑے زور سے جاری تھی اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر خدا تشریف لائے تو عورت کی کیا حالت اور کیا عورت تھی۔ اسلام سے پہلے ایران۔ مصر۔ روم۔ شام اور عرب میں عورت سامان آرائش سمجھی جاتی تھی۔ مرد کو اجازت تھی جتنی شادیاں چاہے کر لے اور جس وقت چاہے طلاق دیدے۔ مرد مرضی کا مالک تھا۔ عورت کو یارائے دمزدن نہ تھا۔ یہ بھی مرد کے دست قدرت میں تھا کہ جب چاہے طلاق دیدے جب چاہے پھر بلا لے۔ شادی میں کسی رشتے کی ممانعت نہ تھی۔ بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر سکتا۔ بیٹے کو ماں ورثہ میں پہنچتی تھی۔ ایک مرد کئی بہنوں سے ایک وقت شادی کر سکتا تھا۔ پھوپھی۔ عمامی۔ خالہ۔ بھانجی۔ بھتیجی سب جائز تھیں۔ عورت کو اس درجہ ذلیل سمجھتے تھے کہ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دی جاتی تھیں۔ بیٹی ذات کو جینے ہی نہیں دیتے تھے۔ زندہ دفن کر دیتے تھے۔ مردوں کو کسی کا سالایا مسر کہلانا باعث ننگ و عار تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ عورتوں کی یہ گت ہو رہی تھی رسول خدا نے بجائے اس کے تعدد و ازدواج کی حمایت کرتے یا اس کو رد رکھتے مسلمانوں کو قرآن کے رو سے وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی مشروط اجازت کا حکم صادر فرمایا۔ وہ حکم یہ ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْبَيْتِ فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ
مَنْثَى وَثَلَاثَ وَمُرْبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آدْنَىٰ أَلَّا تَعْوِلُوا ۗ

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا
كُلَّ الْمِيلِ فِتْنَةً لَّهُنَّ وَهَذَا كَمَا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ کر سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تم کو

اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم برابری کے ساتھ برتاؤ نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی کرنا یا جو لوٹدی تمہارے قبضہ میں ہو اسی پر قناعت کرنا انصافی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔“

”اور تم بہت چاہو لیکن یہ تم سے ہو نہیں سکیگا کہ کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک پڑو کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو گویا اڑھریں لٹک رہے ہو۔“

لوگ اسلام سے پہلے تکثیر نامحدود پر عمل کرتے تھے۔ عورتوں کی یہ مراد تھی کہ مرد تکثیر سے مطلقاً فائدہ نہ اٹھائیں۔ رسول خدا نے تکثیر کو محدود کر کے عورتوں پر احسان کیا۔ ہر چند تکثیر نسل انسان اور مرد اور عورت کی فطرت اس امر کی مقتضی ہے کہ مرد کو تکثیر ازواج کی اجازت دی جائے اور چونکہ عورتوں میں تکثیر ازواج سے نسل بڑھانے کی صلاحیت نہیں اس کو تکثیر ازواج کی اجازت دینا لا حاصل ہے لیکن رسول خدا جو خیر مجسم تھے ان کو یہ بھی مطلوب تھا کہ میاں بیوی امن و عافیت کی زندگی بسر کریں تکثیر اطفال سے سقیم الحال نہ ہو جائیں۔ صحت میں فرق نہ آئے۔ فارغ البال اور خوشحال رہیں اس لئے آپ نے عدل مستطاع کی قید لگا کر مردوں کو چار تک کی اجازت دے کر ایک طرف ان اغراض کی حفاظت کی جو تکثیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف عورتوں کے حقوق کی نگہبانی کی تاکہ ان پر ظلم نہ ہو اور ان کی زندگی ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ ہم کو لازم ہے کہ ہم رسول کے حکم و در بین کو نگاہ عمیق سے دیکھیں۔ ایسے بہت کم ہونگے جو تکثیر ازواج کی حالت میں عدل قائم رکھ سکیں۔ ہزار میں ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا شاید لاکھ دو لاکھ میں کوئی اٹکا ڈکا ایسا ہوگا جس کو یہ فخر حاصل ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ عدل مستطاع کی شرط نے مرد کو ایک بیوی کا پابند کر دیا۔ اس لئے اگر اعتراض کرنے والے بجائے یہ کہنے کے کہ رسول خدا نے تعدد ازواج کی حمایت کی اگر یہ کہتے کہ رسول خدا نے اس رسم کی بیخ کنی کر دی تو مناسب تھا۔ ہمارے پاک نبی نے معنوی طور پر کہہ دیا ہے

ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے
مسنے ہیں کسی شخص کے دُودل نہیں ہوتے

تیسرا سوال جس پر بہت زور دیا جاتا ہے یہ ہے کہ کیا رسول کریم نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا انہوں نے اپنے لئے وہ بات روارکھی جس کی امت کو اجازت نہیں دی اور کیا انہوں نے بہت سی شادیاں عیش پرستی کے خیال سے کیں؟ اس کا جواب بھی ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں۔

ازواج مطہرات کا مفصل حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آپ نے مسلمہ طور پر گیارہ نکاح کئے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جناب ماریہ قبطیہ صاحبہ بھی آپ کی منکوحہ تھیں اور آپ کے فرزند ابراہیم کی والدہ تھیں جو ایام رضاعت میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ ان کے علاوہ ریحانہ آپ کی کنیز تھیں۔ ان سے آپ نے نکاح کرنا چاہا مگر اس نے کہا کہ مجھے فخر کنیزی کافی ہے اور میرے اور میرے خاندان کے لئے یہی بہتر ہے کہ میں کنیز رہوں۔ رسول خدا نے یہ درخواست بخوشی تمام منظور فرمائی۔ جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے ریحانہ بنت شمعون سے آپ نے مقاربت نہیں فرمائی۔

مخالف مورخوں نے لکھا ہے کہ رسول خدا نے قریظہ کے قیدیوں میں سے ایک یہودی عورت کو جس کا نام ریحانہ تھا الگ کر لیا اور پھر اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ جب بانی اسلام سات سو مقتولوں کی لاشوں کے تڑپنے کا تماشہ دیکھ چکا تو ریحانہ کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ لیکن یہ تمام روایتیں بے سرو پا ہیں ان کا راوی واقدی ہے اور اس نے صاف لکھا ہے کہ ریحانہ بھی منکوحہ تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتا ہے کہ وہ رسول خدا کی زوجہ تھیں۔ حافظ بن مندہ کا قول ہے کہ ریحانہ کو رسول خدا نے آزاد کر دیا اور اپنے خاندان میں چلی گئی اور وہیں پردہ نشین ہو کر رہی۔

شجره نسب ازواج مطہرات

اس شجرہ میں سات اہمات المؤمنین کا نسب دکھایا ہے کیونکہ یہ ہی قریشیہ تھیں اور ان کا سلسلہ رسول خدا سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ اُم المؤمنین زینب اُم المساکین۔ جناب صفیہ۔ جناب میمونہ۔ جناب جویریہ اور جناب ماریہ قبطیہ کا ذکر ہم پہلے مفصل کر چکے ہیں ان تمام نکاحوں کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَنْزَلْتَهُنَّ وَلَوْ عَجَبْتَ
حَسَنَهُنَّ الْأَمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۖ

”آج کے بعد تجھ پر کوئی عورت حلال نہیں ہے اور نہ حلال ہے کہ کسی بیوی کو چھوڑ کر اس کی بجائے اور کرے خواہ ان کا حسن تجھ کو کیسا ہی پسندیدہ ہو۔ ہاں جو لوٹیاں قبضہ میں آچکیں تو مضائقہ نہیں اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے“

اس کے بعد ۹۔ ہجری میں وہ حکم اُترا جس میں چار عورتوں کی حد قائم ہوئی پس یہ کہنا کہ رسول خدا نے اپنے لئے قرآنی حد بندی کو توڑا سراسر نادانی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس حد بندی کے حکم کے بعد بقول ابو داؤد اور ابن ماجہ جب قیس ابن الحارث مسلمان ہوئے تو ان کے پاس آٹھ جوڑے تھیں۔ رسول خدا نے ان کو کہا کہ صرف چار رکھو اور بقول ترمذی جب غیلان الشقی مسلمان ہوا تو اس کے پاس دس عورتیں تھیں وہ سب کی سب اُس کے ساتھ مسلمان ہوئیں مگر پیغمبر خدا نے اس کو حکم دیا کہ ان میں سے چار چُن لو اور باقی چھوڑ دو۔ ابو ہریرہ جب مسلمان ہوا تو اُس کے پاس دس عورتیں تھیں۔ معاویہ کا بیٹا نوفل جب مسلمان ہوا تو اُس کے پاس پانچ عورتیں تھیں ان دونوں کو حکم ہوا کہ صرف چار رکھو اور خود رسول خدا نے چار سے زیادہ اپنی ازواجِ مطہرات رکھیں یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو دس بیویاں زندہ تھیں۔ مگر اس کا سبب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان عورتوں سے جو آنحضرت صلعم کی زوجیت میں آچکی ہوں دوسروں کو نکاح کرنے سے منع کیا تھا اور وہ آیت یہ ہے۔

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَنْزِلَ وَالْجِدَّ مِنْ بَعْدِهَا

”اے مسلمانوں پیغمبر خدا کی بیویوں سے اُس کے بعد کبھی نکاح مت کرو“

یہی وجہ تھی کہ رسول خدا کسی زوجہ کو اپنی زوجیت سے خارج نہ کر سکتے تھے۔ یہ حکم صرف رسول خدا کے متعلق تھا اس لئے آپ نے اپنی تمام ازواج کو قائم رکھا اور جن مسلمانوں کے پاس چار عورتوں سے زیادہ تھیں ان کو فرمایا کہ چار رہنے دو باقی چھوڑ دو۔ باری تعالیٰ کا یہ حکم کہ وہ عورت جو رسول خدا کی زوجیت میں آچکی ہو پھر کسی سے نکاح نہ کرے۔ نہایت مناسب اور مہذب مصلحت تھا اگر یہ حکم نہ ہوتا تو اسلام میں فتور واقع ہوتا عورتیں اپنے نئے خاوند کے سبب اور ان کے مطلب کے موافق سیکڑوں حدیثیں اور روایتیں گھڑ لیتیں جس سے فتنہ عظیم برپا ہو جاتا۔

رسول خدا پچیس سال کی عمر تک مجرور ہے یہی وقت شباب تھا۔ یہ زمانہ آپ نے اس نیکی اور نیک چلنی اور پاکدامنی سے بسر کیا کہ لوگوں نے آپ کو الامین اور الصادق کا لقب عطا کیا۔ آپ کے چاروں طرف مے خواری اور بادہ گساری کا بازار گرم تھا مگر آپ کبھی کسی محفل میں شریک نہیں ہوئے۔ نہ کسی کو یہ جرأت ہے کہ آپ کے چال چلن کے متعلق ایک لفظ ہی کہہ سکے۔ جب آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اکاون سال کی عمر تک آپ نے ایک ہی بیوی پر قناعت کی جو اس وقت چھیاٹھ سال کی ہو چکی تھیں آپ نے ان کی زندگی میں دوسرے نکاح کا خیال تک نہیں کیا پچیس سے بیکرا کا ون سال کی عمر تک جو جوانی کا وقت تھا آپ نے تمام عبادت میں بسر کیا۔ لوگوں نے آپ کو طرح طرح کی لالچ دی۔ صاف صاف کہہ دیا کہ اگر کوئی خوبصورت بیوی مطلوب ہے تو اس کا انتظام ہو سکتا ہے مگر رسول خدا نے صاف انکار کر دیا اگر آپ کو حسن پرستی مطلوب ہوتی یا نفسانی اغراض مد نظر ہوتیں تو اس سے بہتر اور کونسا موقعہ تھا۔ آپ نے جواب دیا تو یہ دیا کہ اگر چاند اور سورج کو میری گود میں لاٹھائیں تو بھی میں اپنے ارادے سے باز آئی والا نہیں ہوں۔ آپ کو قوم کی بہبودی کی دھن تھی آپ بت پرستی سے نفور تھے اور اپنے ملک کو بتلائے گمراہی دیکھ کر اس قدر بیقرار تھے کہ عیش پرستی تو درکنار آپ کو کھانا پینا سونا ملنا جلنا کوئی شے بھلی معلوم نہ ہوتی تھی۔ آپ تھے اور فارحرا آپ تھے اور ادہیڑ مونس و دمساز خدیجہؓ۔ پس ایسے

عزت پسند نبی کی نسبت جس نے اپنی جوانی یا واپسی میں ایک غار میں گزار دی یہ کہنا کہ وہ عیش پسند تھا ہماری رائے میں بڑا بھاری گناہ ہے۔

جناب خدیجہؓ کے بعد جتنے نکاح رسول خدا نے کئے وہ خاص مطلب کے لئے کئے۔ اور جو نکاح ہوا وہ ایک نہ ایک وجہ سے ہوا۔ ورنہ آخر عمر تک عمل مقبول کا یہ حال تھا کہ عورتیں بیعت کے لئے آتیں تو دُور سے ہی کہہ دیتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہو گئی کبھی کسی اجنبی عورت کا ہاتھ تک نہیں چھوا۔ تعدوا زواج کی وجوہات یہ تھیں۔

۱۔ پاسداری اسلام۔

۲۔ عزت افزائی مستوراتِ اہمات المؤمنین کا بڑا رتبہ ہے۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ

”پیغمبر کی بیوی تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں۔“

جو شرف مردوں میں پیغمبر صاحب کو حاصل تھا عورتوں میں شرف ہم بستری پیغمبر تھی اسی کے قریب قریب سمجھنا چاہئے۔

الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ رِپَاكُ عَوْرَتِيں رِپَاكُ مَرْدُوں كے لئے ہوتی ہیں اور رِپَاكُ مَرْدُوں عَوْرَتُوں كے لئے۔

۳۔ ایسی بیوگان کی امداد جو مصیبت زدہ یا بیکس تھیں جو راہ خدا میں سب کچھ قربان کر چکی تھیں اور جن کے خاوند جہادوں میں شہید ہو چکے تھے۔

۴۔ تسخیر قلوب دشمنان و بیخنی خصومت و عناد۔

ایسے پیغمبر کو جس کی سبیاں اپنے ہاتھ سے چلی پھریں۔ جو خود تین تین دن فاقہ سے رہے اور جس کی ازواج کھجوروں اور جو پر اوقات بسر کریں جو ایشد مجتم ہو جو بیت المال میں سے ایک جبہ تک اپنے اوپر صرف نہ کرے نہ اس کو اپنی اولاد یا ازواج کو چھونے دے یہ کہنا کہ وہ عیش پرست تھا ہم پھر کہتے ہیں گناہ ہے۔ اب ہر ایک نکاح کو فرداً فرداً لیجئے۔

(۱)۔ حضرت خدیجہؓ کے حالات سے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں دوست دشمن شہنشاہ سمجھ سکتا ہے کہ تقاضائے دین داری محرک نکاح ہوا۔ رسول خدا نے خود فرمایا ہے کہ وہ ایمان لائی تھیں جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے انہوں نے اپنا مال مجھ پر اس وقت فدا کر دیا جبکہ سب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔ خدا نے ان کے لطن سے مجھے اولاد دی۔

جب تک حضرت خدیجہؓ الکتبریٰ زندہ رہیں مخالفین کو پیغمبر صاحب کی ایذا رسانی اور زیادہ تکلیف دہی پر جرأت نہیں ہوئی ان کا انتقال ہونا تھا کہ چاروں طرف سے دشمن طرح طرح کے حملے کرنے لگے۔

(۲)۔ جناب سوڈہ بنت زمعہ کا جب نکاح رسول خدا سے ہوا تو ان کی عمر غالباً پچاس سال کی تھی۔ آپ سے رسول خدا نے اس لئے نکاح کیا کہ اس بی بی نے اپنا گھراؤ مال اور تمام آرام خدا کے واسطے قربان کر دیا تھا اور اسلام کے واسطے سب مصیبتیں جھیلیں تھیں مزید براں رسول خدا کو جناب سوڈہ جیسی عابدہ زاہدہ اور نیک بی بی کی اپنی صاحب زادیوں کی خبر گیری کے لئے ضرورت تھی۔ کیا انصاف چاہتا ہے کہ اس نکاح کو عیش پرستی پر محمول کیا جائے۔ جناب سوڈہ اس قسم کی ایثار پسند اور منصف مزاج تھیں کہ جب اور بیبیاں پیغمبر صاحب کے نکاح میں آگئیں تو اپنے اس خیال سے کہ مبادا جناب پیغمبر خدا صلعم مجھے ضرورت سے زائد سمجھ کر چھوڑ دیں اور میں شرف ازدواج سے محروم رہ جاؤں۔ ایک دن رسول خدا سے عرض کی کہ میں سن رسیدہ ہو گئی ہوں میری آرزو یہ ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواج مطہرات میں ہو میں اپنی باری اور اپنا حق بطوع خاطر یہی عیشہ کو دیتی ہوں۔ پیغمبر صاحب نے اس درخواست کو قبول فرمایا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ

”اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے علیحدگی اور بے پرواہی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر کچھ گناہ

نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔“

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح کے متعلق مخالفین نے طرح طرح کی شگنیاں کی ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ نکاح اس لئے ہوا کہ یہ اکیلی کواری پیغمبر صاحب کے نکاح میں آئیں۔ باقی سب دماغ تھیں کوئی کہتا ہے اسوجہ سے کہ نو عمر تھیں اور کوئی کہتا ہے کہ اسوجہ سے کہ یہ نہایت حسین تھیں اور رسول خدا پیار سے انہیں حمیرا اور عویش کہا کرتے تھے۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ نہایت حسین تھیں۔ یہ نہایت زیرک تھیں مگر اس سے نکاح ہی اسلام کی دُہن کی وجہ سے ہوا۔ حضرت عائشہ کے والد بزرگوار اسلام کے فدائی اور پیغمبر صاحب کے جان نثار رفیق تھے یار غار اور خادم تھے۔ ان کی مدد سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ان کی مدد سے اسلام نے غلبہ پایا۔ ان کی مدد سے اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔ حضرت عائشہ کا نکاح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ابو بکرؓ کی خدمات کا معاوضہ تھا اور معاوضہ بھی بھر پور۔

ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ جس طرح رسول خدا دنیاوی الایٹوں سے پاک تھے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ بھی طاہرہ تھیں۔ جب آپ اور رسول کریمؐ بیجا ہوتے تھے تو وحی نازل ہوتی تھی۔ وہ ایک نور مجسم تھیں جسے خدا نے اپنے محبوب کی ہمنشینی کے لئے عورت کی شکل میں اتارا تھا اور پردہ داری کے لئے ام رومان کو واسطہ بنا لیا گیا تھا۔

روایت ہے کہ نکاح سے پہلے حضرت عائشہ کی تصویر حضرت جبریلؑ نے سونچا کہ وہ کھائی تھی اور یہ نکاح آسمان پر ہوا تھا۔ یہ روایت بالکل درست ہے یہ نکاح خدا نے آسمان پر پڑھا تھا کیونکہ خدا نے رسول خدا کے بعد علم حدیث اور علم فقہ کو زندہ رکھنا تھا۔

اے جناب صدیقہ جس طرح ہمارے رسول نبیوں میں انتخاب تھے ایسی تم طبقہ نسواں میں لاجواب تھیں۔ جبریلؑ امین تم کو سلام کیا کرتے تھے اور تمہارے علم و فضل کے روبرو عمر فاروق جیسے صاحب عظمت و شان سر تعظیم خم کرتے تھے۔

تمہارے نکاح پر کسی کا اعتراض کرنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ میں آپ کے شوہر علی و قادر کا ادنیٰ غلام ہوں میرے سلام کا تحفہ قبول ہو۔

(۴) حفصہ بنت عمرؓ کے نکاح کا ذکر ہم ان کے حال میں کر چکے ہیں۔ یہ نکاح سراسر بر بنائے مصلحت ہوا۔ آپ تلخ مزاج تھیں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں ان سے نکاح کرنے سے انکار کر چکے تھے اس انکار سے حضرت عمرؓ غضبناک ہو رہے تھے کہ آپ نے اپنی قبولیت کا اظہار کر کے حضرت عمرؓ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔

(۵)۔ اُمّ سلمہؓ سے نکاح کرنے کے تین سبب تھے۔

اول۔ رسول خدا نے ان کو ان کی ایام ہجرت کی مصیبتوں کا معاوضہ دینا تھا۔

دوم۔ خاندان مغیرہ سے تعلق پیدا کرنا تھا۔

سوم۔ مسئلہ وقف علی الاولاد کو جائز قرار دینا تھا ان کی زندگی اور نکاح کے حالات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

انہوں نے رسول اللہ سے عرض کی کہ یا رسول خدا کیا مجھ کو کچھ ثواب ملیگا کہ میں سلمہ کی اولاد پر جو حقیقت میری ہے کچھ خرچ کروں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرو تم کو اجر ملیگا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو وہ مقدمہ یاد ہوگا کہ جس میں کسی مسلمان نے بڑی مالیت کی جائیداد اپنی اولاد کے نام وقف کر دی تھی دوسرے حقدار اس بنا پر دعویٰ دیا ہوئے کہ وقف علی الاولاد جائز نہیں یہ مقدمہ ولایت میں پریوی کونسل تک گیا اور وہاں وقف علی الاولاد کرنے والا ہار گیا۔ خدا جانے پھر مسلمانوں اس بارہ میں کوئی سعی کی یا نہیں یہہ فیصلہ صریحاً خلاف حکم شرع ہے۔

قرآن شریف کا حکم ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِئَلَّا يَدِينُوا
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

اے پیغمبر لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تو ان کو سمجھا دو کہ خیرات کے

طور پر جو مال ہی خرچ کر تو وہ تمہارے ماں باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتہ داروں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا۔

انفاق کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اصل چیز کا کسی کو مالک بنانا۔

(۲) اصل چیز کے منافع کا کسی کو مالک بنانا۔

الافزین میں سب سے پہلے اولاد آتی ہے اس لئے بروے قرآن وقف علی الاولاد صریحاً جائز ہے۔

(۶) اُمّ المؤمنین زینب اُمّ المساکین آپ خزیمہ کی صاحب زادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح پیغمبر صاحب کے چھوٹے زاد بھائی عبداللہ بن حبش سے ہوا تھا وہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اسلام۔ ہجرت۔ یوگی مساکین کی ہمدردی اور رشتہ داری اتنی باتیں تھیں جو پیغمبر صاحب کو زینب کے ساتھ نکاح کرنے کی داعی ہوئیں۔

(۷) اُمّ حبیبہ کے نکاح کا حال ہم موقعہ نکاح مفصل لکھ چکے ہیں۔ یہ اسلام کی خاطر بہت صعوبتیں برداشت کر چکیں تھیں۔ اسلام کی خاطر جلا وطنی میں زندگی بسر کر رہی تھیں۔ انکو رشتہ داروں نے مدد دینے سے انکار کر دیا تھا۔ رسول خدا نے ان کی جان نثاریوں اور قربانیوں کی شکرگزاری میں حبش میں ان کے نکاح کیا اور اپنے پاس بلا لیا۔ یہ نکاح ابوسفیان جیسے دشمن کو دوست بنانے کا پہلا زینہ تھا۔

(۸) اُمّ المؤمنین بی بی صفیہ کے نکاح اور محل نکاح کا ذکر ہم مفصل اس کتاب میں کر چکے ہیں۔ آپ شہزادی تھیں۔ ان کو غلامی سے آزاد کرنا تھا۔ اور ان سے نکاح کر کے رسول خدا نے یہودیوں کو مسلمان بنانا تھا۔ یہ بی بی خباب دیکھ چکی تھیں کہ ان کی قسمت میں پیغمبر کی زوجیت کا شرف ہے اور پیغمبر صاحب کو بھی علم لدنی سے یہ حال معلوم ہو چکا تھا۔

(۹) جویریہ بنت حارث سے نکاح رسول خدا نے ازراہ ترجم کیا۔ اور اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ نے پیشمارقیدی بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دئے اور نبی مصطلق کثیر تعداد میں داخل دائرہ اسلام ہوئے۔ یہ نکاح نبی مصطلق کے لئے ایک عظیم الشان برکت ثابت ہوا۔

(۱۰)۔ زینب بنت جحش کا حال بھی ہدیہ ناظرین کرچکے ہیں۔ اس نکاح پر مخالفین نے بہت کچھ حاشیہ چڑھایا ہے اور پرکو کو آبنائے کی کوشش رائیگاں کی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کی مزید صراحت کر دیں۔

اس بارہ میں جو غلط واقعات مخالفین نے بیان کئے ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ طبری نے اس واقعہ کو نہایت غلط بیان کیا ہے۔ تعجب ہے طبری جیسے محقق سے یہ گناہ کیوں سرزد ہوا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا زید سے ملنے کو اس کے گھر گئے۔ گھر میں زید نہ تھے۔ زینب موجود تھیں اور کپڑے پہن رہی تھیں۔ رسول خدا نے ان کو برہنہ دیکھ لیا اور یہ کہتے ہوئے ”پاک ہے خدا برتر۔ پاک ہے وہ خدا جو دلوں کو پھیرتا ہے“ جب زید نے یہ حال سنا تو رسول خدا سے عرض کی کہ اگر زینب جناب کے پسند ہے تو میں طلاق دیدوں۔ یہ روایت تمام شرکی بنیاد ثابت ہوئی ہے۔ طبری نے یہ روایت واقدی سے لی ہے اور سب جانتے ہیں کہ واقدی مشہور دروغ گو ہے۔ امام بخاری۔ امام مسلم میں کہیں اس روایت کا ذکر تک نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔

ایک معمولی سے معمولی عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت زینب کا حسن رسول خدا سے پوشیدہ نہ تھا وہ ان کی پھوپھی زاد بہن تھیں آپ نے ان کی مرضی کے خلاف ان کا نکاح زید سے کرایا تھا۔ اگر خود نکاح کرنا چاہتے تھے تو کوئی وجہ مانع نہ تھی۔ اگر طلاق زید نے جبراً دی ہوتی تو وہ آئندہ رسول خدا سے صاف نہ رہتا چہ جائے کہ اس نکاح کے بعد سکی جان نشاری دن بدن زیادہ ہوتی گئی۔ رسول خدا نے یہ نکاح خدا کے حکم سے کیا۔ خداوند تعالیٰ قرار دیتا تھا کہ متبنی اصلی بیٹا نہیں ہے متبنی اصلی فرزند کے برابر ورثہ کا مستحق نہیں ہے اور متبنی کی بیوی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ ”جب زید اس سے بے تعلقی کرچکا ہم نے اس کو تیری بیوی بنا دیا تاکہ اپنے لئے پاکو کے بارے میں مومنوں پر وقت نہ رہے جب وہ ان سے قطع تعلق کر لیا کریں اور اللہ کی بات تو ہو کر ہی رہتی ہے۔“

قطع نظر تنبیت کی بیخ کنی کے چونکہ زینب نے محض رسول خدا کے حکم کی تعمیل میں

زید سے خلافت مرضی خود نکاح کیا تھا۔ اس کی دیکھوئی اور تلافی منظور تھی۔ زید سے اپنے ان کو نکاح پر اس لئے مجبور کیا تھا کہ مسلمان سمجھ جائیں کہ غلام آزاد شدہ اور پیغمبر کی بہن اسلام میں یکساں ہیں اور ان میں رشتہ مناکحت ہو سکتا ہے۔

(۱۱)۔ میموڈ بنت حارث سے جب نکاح ہوا تو وہ پچاس سال کی بڑھیا تھیں جن کو خدا نے عقلمندی ہے اور جو انصاف پسند ہیں وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ یہ نکاح عیش پرستی کے لئے ہوا۔ اس نکاح کا واقعی فائدہ یہ ہوا کہ خالد اور عبداللہ جیسے نبرد آزما دلاؤ شرف اسلام ہوئے۔

ہم نے اپنی سمجھ کے بموجب ثابت کر دیا ہے کہ رسول خدا نے جتنے نکاح کئے وہ سب اسلام کی دُھن میں۔ پاسداری اسلام کے لئے کئے۔ ان میں ایک بھی عیش پرستی کے لئے نہیں کیا اور انہوں نے نکاح کے معاملے میں کوئی نامناسب خصوصیت نہیں رکھی اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو اُس سے خدا سمجھے۔

(۱۲) ماریہ قبطیہ کی نسبت بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ منکوحہ نہ تھیں کنیز تھیں لیکن یہ غلط ہے وہ بھی منکوحہ تھیں ان کو مقوقش شاہ مصر نے ہدیہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس لئے اپنے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ اس نکاح پر بھی کسی قسم کے اعتراض کی از روئے انصاف گنجائش نہیں ہے۔

طلاق

یورپ کے مورخوں نے جو دوسرا بڑا اعتراض اخلاق نبی پر بڑے شد و مد سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے طلاق کی حمایت کی اور اس کو مقبول بنایا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر بہتان اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس میں مطلق کلام نہیں ہے کہ نکاح علی العموم انسان کی ذاتی اور تمدنی بہبودی کی بنیاد ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ بعض قوموں نے نکاح کو معاہدوں کی سرحد سے نکال کر عالم قدس میں جگہ دی ہے۔ اس خیال کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ نکاح سے مرد اور عورت یعنی میاں بیوی

ایک ہو جاتے ہیں ان کے درمیان اس قسم کا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی دنیاوی طاقت منقطع نہیں کر سکتی۔ نکاح خود آسمان پر خدا کرتا ہے اس لئے عالم مجازی کی طاقتوں کا کیا منہ ہے کہ نکاح کو منسوخ کر سکیں۔ موت سے ہی یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ یہ خیال نہایت پاک اور روح افزا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس دنیا کے فانی میں جہاں بشر آباد ہیں وہاں یہ خیال علی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اگر ہمارے جدا مجدثر ممنوع نہ کھاتے اور ہم سب بہشت میں آباد ہوتے تو یہ خیال نہایت موزون اور مناسب حال تھا۔ مگر واقعی گناہ اور کٹھن خود مطلبی اور دیار ہوا ہوس میں نکاح بصورت معاہدہ رحمت خدا سمجھنا چاہئے۔ ایسے ایسے مقامات میں خصوصاً جہاں مرد کو عورت اور عورت کو مرد پسند کرنے کی بروئے رسم و رواج اجازت نہیں ہے اور جہاں بیٹوں اور بیٹیوں کی قسمت کا فیصلہ ماں باپ خویش اور اقارب کرتے ہیں وہاں ناقابل برواشت تعلق اور زندگی کا علاج صرف طلاق ہے۔

ہم نے اپنی زندگی کے اٹھائیس سال افسوس ہے جو ڈیشل محکمہ میں بسر کئے اور بیشمار مقدمات جن میں اعادہ حقوق زناں شوی اور تنسیخ نکاح اور وصولی مہر بچل و موصل کی دادرسی کی استدعائیں سنیں فیصلہ کئے ہم از روئے ایمان کہتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ یہ مقدمات صرف اسوجہ سے دائر ہوئے کہ میاں بیوی کی زندگی باہم رہنے سے تلخ تھی۔ کئی مقدمات میں ہم نے عورتیں اس قدر شوخ اور بیجا دیکھیں کہ ان کے افعال سے زناں بازاری کو بھی شرم آنی چاہئے۔ یہ اس قماش کی عورتیں تھیں کہ اگر طلاق کا علاج نہ ہوتا تو یہ علانیہ خاوند کی چھاتی پر مونگ دلتیں اور اپنی خلاصی کرانے کے لئے خاوند کو زہر دیتے ہوئے ذرا بھی نہ گھبراتیں۔ بارہا ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مرد اس قسم کے ظالم۔ جفا پیشہ اور شکر تھے کہ انہیں انسان کی صورت میں شیطان یا خونخوار درندے کہنا چاہئے۔ ایسی حالتوں میں اگر طلاق کا علاج نہ ہوتا تو زندگی تلخ کیا وبال جان تھی۔ اس لئے یہ کہنا کہ طلاق کو ہائی اسلام نے یک قلم منسوخ اور معدوم کیوں نہ کیا معترضین کی سمجھ کا تصور ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ طلاق کی وجہ سے بہت سی بد اخلاقیات ظہور میں آتی ہیں۔ طلاق سے اولاد والدین سے جدا ہو جاتی ہے اس سے تمدن پر ہر بلا اثر پڑتا ہے لیکن ایسی حالت میں جبکہ نکاح سے بوجہ مخالفت مزاج۔ پیرحمی یا بے تنقلالی اس قسم کی مصیبتیں پیش آئیں جو طلاق کی آفتوں سے بڑھ کر ناقابل برداشت ہوں اور جن سے اس قسم کے تردوات اور تفکرات لاحق ہوں جو طلاق کے رنجوں سے بڑھ کر سبج دینے والے ہوں اور جن سے باہمی حُسن معاشرت کے بدلے دن رات مرد ہو یا عورت کانٹوں پر لوٹنا کرے طلاق بطور علاج جائز ہے۔

تاریخ کی طرف دیکھئے اور آپ کو نظر آ جائیگا کہ صرف اسلام ایسا مذہب ہے جس نے طلاق کے معاملہ میں سب سے زیادہ حُسن معاشرت کی حفاظت اور اصلاح پر نظر رکھی ہے۔ یہودیوں میں طلاق بلا قید و شرط جائز تھی۔ حضرت عیسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور کہا کہ میں تم کو کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جو رو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس مطلقہ عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔

اگر زنا کے معنی لفظی لینے ہیں تو ہماری رائے میں مردوں کے لئے یہ حکم ناقابل برداشت سمجھتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت میں پیشک تمام جہان کے عیب ہوں اگر وہ زنا نہیں کرتی تو اس کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اس سے تمام حُسن معاشرت اور اغراض تزویج برباد ہو جاتے ہیں اور زن و مرد دونوں کے لئے ہزار ہا قسم کی خرابیوں اور خوفناک مصیبتوں کے شکار ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیا اس حکم کے یہ معنی ہیں کہ عورت نافرمان ہو۔ خاوند کی عزت نہ کرے۔ خاوند سے محبت نہ کرے تو یہی وہ خاوند کی بیوی رہنے کی مستحق ہے؟ اگر اس کے یہ معنی ہیں تو نکاح دائمی نزاع و تردوات کا جانکاہ آلہ ہے۔

ہمارے خیال میں حضرت عیسیٰ کی مراد اس لفظ سے جس کے معنی اب زنا لئے جاتے ہیں ناپاک فعل ہوگی۔ اگر یہ مراد نہ ہو تو طلاق کے متعلق جو حکم ہے وہ ایک ناقابل برداشت تعزیری فرمان ہے اور اس تعزیری حکم کی موجودگی میں بہتر یہ ہے کہ انسان مجبور رہے اور

اپنی جان کو نکاح کے عذاب میں نہ ڈالے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کی نسبت کیا کہا؟ اسلام نے طلاق کو بطور علاج ایک مرض لا علاج کے لئے جائز اور مباح کیا۔

اگر رسول کریم بھی حضرت مسیح کی طرح صرف زنا کی حالت میں طلاق جائز رکھتے اور کمال نشوز اور اعراض کی حالت میں ناجائز کر دیتے تو ہزاروں مردوزن بوجہ بے اتفاقی کے سخت مصیبت میں گرفتار ہوتے۔ مرد کہیں ہوتا عورت کہیں ہوتی نہ نیا نکاح کر سکتے نہ بنا کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی چارہ نہ تھا۔

رسول پاک نے جو حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے وہ سوائے عقل کل کے آج تک کسی اور کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی کا رجحان یہ ہی ہے کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے۔

زن اور شوہر کا معاملہ ایک نازک معاملہ ہے۔ یہ انوکھا ارتباط اور نرالا اختلاط ہے۔ ان میں جو مخالفت اور ناچاقی ہو اس کو وہ دونوں ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ جب یہ مخالفت اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کا علاج سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں تو رسول خدا نے طلاق کا دینا کسی قاضی کی رائے یا مفتی کے فتویٰ پر نہیں رکھا بلکہ اسی کی رائے اور اخلاق پر چھوڑا جس کی تسلی اور موافقت کے لئے ابتدا میں بطور ہمدوم و ہمراز مونس و دم ساز پیدا کی گئی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ طلاق خدا کے نزدیک نہایت ناپسند ہے۔ مردوں کو لازم ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ صبر سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آئیں۔ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ بجز طلاق کے اور کوئی چیز خدا تعالیٰ نے کونین کے پر وے پر پیدا نہیں کی جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب ہو۔ پھر ایک دفعہ فرمایا کہ مباح چیزوں میں سے سب سے زیادہ خدا کو غضب میں لانے والی چیز طلاق ہے اور عورت کو فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے بغیر ضرورت شدید اور بغیر حالت سختی کے طلاق چاہے اس پر خوشبو جنت کی حرام ہے۔

لکھا ہے کہ رسول پاک طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے کہ لوگوں کو

یہ خیال ہو گیا کہ شخص اپنی اہلیہ کو دفعتاً طلاق دیدے وہ واجب القتل ہے۔ ایک دفعہ آپ کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعتاً تین طلاقیں دیدی ہیں۔ یہ سن کر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غصتہ کے مارے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا خدائے بزرگ کے حکم کو کھیل بنایا ہے ایسی حالت میں ہی کہ میں تم میں موجود ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ اے رسول خدا کیا میں اس کو قتل کر دوں۔

رسول خدا نے ہدایتوں اور تہدیدوں سے بھی طلاق کو نہیں روکا بلکہ نکل جاوے ملاپ قائم رکھنے کو کئی احکام صادر فرمائے ہیں۔ یعنی طلاق کے لئے ایسی شرائط مقرر فرمائیں جن سے فعل نہایت شاذ ہو گیا۔ شرائط یہ ہیں۔

(۱)۔ آپ نے تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا اور پھر مانعت فرمائی کہ دفعتاً تین طلاقیں نہ دی جائیں بلکہ سوچ کر اور سمجھ کر مناسب فاصلہ سے طلاق دی جائے۔ طلاق ظہری دے تاکہ ایام حیض میں جو عارضی مفارقت ہے وہ کسی متفر یا غصتہ کا باعث نہ ہو پھر پہلی طلاق کے بعد اور دوسری طلاق کے بعد اگر صلح ہو جائے تو بدستور میاں بیوی رہ سکتے ہیں لیکن اگر تیسری دفعہ طلاق دی جاوے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اب موانست نامکن ہے پھر رجعت ہو سکتی ہے۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد نہیں چاہئے یہ تین بیٹے کی مبعاد طلاق کے لئے رکاوٹ ہے۔

(۲)۔ طلاق کی صورت میں مہرجل و موبل کی آدائیگی لازم ہے یہ بھی طلاق کے لئے رکاوٹ ہے۔

(۳)۔ آخری طلاق تک میاں بیوی کو ایک گھر میں رہنا چاہئے تاکہ پھر صلح اور موانست کا موقع ملجائے۔

(۴)۔ طلاق کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۵)۔ طلاق سے پہلے لازمی ہے کہ ناچاتی اور بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شوہر کے گنہگار اور ایک ثالث بیوی کے گنہگار مقرر کیا جاوے اور دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرادیں۔

(۶) - ظہار جو عرب میں ایک قطعی طلاق تھی ناجائز قرار دی گئی۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَالَّتِي خَتَّفُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاجْهَرُوهُنَّ فِي الْمَضْاجِعِ وَ
اضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلِيمًا كَبِيرًا ۖ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا فَإِنْ
أَهْلَاهَا إِنْ تُرِيدَ إِصْلَاحًا يُوَفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۖ

”اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو ان کو پہلے سمجھاؤ پھر خواہنگاہوں میں
ان سے جڈا رہو پھر مار کر ان کو تنبیہ کرو سو اگر تمہاری فرمانبردار ہو جائیں۔ تو تم بھی کوئی الزام کی راہ
اور طلاق کا چیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جلاؤ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے بلکہ
عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو پھر اگر اے لوگو تم کو زبیاں بیوی کی سخت مخالفت و عداوت کا اندیشہ ہے
تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو۔ ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کریں گے تو خدا
اصلاح کی توفیق دیدیگا۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے“

ان احکام کی موجودگی میں یہ کہنا کہ آنحضرت نے طلاق کی حمایت کی اگر تعصب نہیں

تو اور کیا ہے ؟

غلامی

کہتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کو جائز رکھا۔ یہ الزام بھی دیگر الزاموں کی طرح

واہی ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جناب محمد نے غلامی کو جائز رکھا ان کی توجہ ہم قرآن کے الفاظ

کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے سورہ حجرات میں صاف فرمایا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ۚ يَعْنِي سَبَّ إِيمَانٍ وَالْأَسْبَابُ فِي الْبَهَائِيَّاتِ ۚ وَأَنَّ سُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ

میں فرمایا ہے ”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ

”سب لوگ اکٹھے ہو کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اور جدی جدی راہوں میں مت بھٹکو اور تم کو جو نعمت خدا نے دی ہے اس کا شکر کرو۔ ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں خدا نے محبت ڈال دی پھر تم ہو گئے اللہ کی نعمت کے سبب آپس میں بھائی“

کیا ان الفاظ کے روبرو کوئی مسلمان کسی مسلمان کا غلام ہو سکتا ہے۔ اخوت وہ شے ہے کہ جس نے محمود اور ایاز کو ایک صف میں کھڑا کر کے غلامی کے مندر پر بجلی گرا دی۔ آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اگر کوئی شخص تم سے ایسا اقرار نامہ چاہے کہ میں رقم معین شدہ ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا ہوں تو تم فوراً یہ دستاویز اس کو لکھ دو۔ اگر تم ان میں کوئی خوبی دیکھو تو تم خدا کی دولت میں سے جو اس نے تم کو دی ہے ان کو دو۔

مسٹر کاڈ فری ہانسز فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا علم انجیل میں نہیں ملتا۔

بخاری سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے حضرت انسؓ سے اس قسم کی دستاویز مانگی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ابن سیرین نے حضرت عمرؓ کے روبرو دعویٰ دائر کر دیا آپ نے حضرت انسؓ کو خدا اور رسولؐ کے حکم کی عدولی پر ڈروں سے پٹوایا اور جبراً خط آزادی بمعاوضہ روپیہ لکھا دیا۔ رسولؐ خدا نے غلاموں کے حق میں فرمایا ہے:-

”وہ تمہارے بھائی ہیں کیونکہ وہ تمہارے جیسے انسان ہیں وہ تمہاری خدمت کرتے ہیں تمہارے کاموں کو سنوارتے ہیں اللہ نے ان کو تمہارے تابع کروایا ہے پس جو شخص کہ اس کا بھائی اس کے تابع ہو تو اس کو چاہئے کہ جو آپ کھاتا ہے اس کو کھلائے اور جو آپ پہنتا ہے اس کو پہنائے اور ان سے ایسی تکلیف کے کام جو ان کو تھکا دیں نہ لے اور اگر ایسی تکلیف کا کام ان کو دیا جاوے جو ان کو تھکا دیگا تو خود ان کی مدد کرے“

اس حکم کا لوگوں کے دلوں پر اس قدر اثر ہوا کہ تمام شخص اپنے غلاموں کو اس زمانے میں اپنے جیسا لباس اور کھانا دینے لگے اور ایک ہی دسترخوان پر ان کے ساتھ کھانا کھانا شروع کیا۔ سفر میں ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کرنے لگے۔ اگر تمہارا کپڑے کی ضرورت ہوئی تو باری بازی یہ کام سرانجام دیا۔

جناب عمرؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں اس حکم کی تعمیل میں باآں ہر عجب سلطانی

اپنی باری میں شتر کی ہمار پٹری اور غلام کو عرب کی جلتے ہوئے ریگستان اور مچھلنے والی گرم ہوا میں اونٹ پر بخوشی تمام سوار کیا۔

جناب رسول کریم کی صاحبزادی جناب فاطمہ زہرا اپنی لونڈی کے ساتھ بیٹھ کر چلی پستی تھیں۔

مسلم سے روایت ہے کہ رسول پاک کا حکم تھا کہ کوئی تم میں میرا غلام اور میری لونڈی ہرگز نہ کہے تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی کنیزیں ہیں مگر یہ کہو کہ میرا بچہ اور میری بیٹی اور میرا لڑکا اور میری لڑکی۔ علاوہ اس کے آنحضرت نے غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور فرمایا کہ کوئی کام خدا کے نزدیک غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ (مسلم کتاب الالفاظ من الاداب)۔

قرآن شریف میں ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْبَخْتُمُوهُمْ
فَشَدُّ وَالْوَتَاقِ ۖ فَمَا مَتَابَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً ۖ

”جب تم مقابل ہو کافروں کے تو گردنیں کاٹو جبکہ تم اس پر گھسام کر چکو تو ان کو قید کر لو پھر قید کرنے کے بعد یا ان پر احسان رکھو یا ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دو“

اس آیت کے رو سے دو باتوں سے ایک بات لازمی ہے یا تو احسان کر کے مفت چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لیا جائے۔ فدیہ کی صورت میں قیدی تا آدائیگی فدیہ قیدی ہوگا۔ رقیہ اور ملوکیت کسی حالت میں اس پر طاری نہ ہوگی اور جب قیدی سے فدیہ کا ادا ہونا نامکن ہوگا تو درحقیقت تعمیل ایک حکم کی نامکن ہوگی اور اس لئے دوسرے حکم کی تعمیل واجب ہوگی۔ رسول پاک نے اسی طرح کیا تھا۔ بدر کے قیدیوں میں سے جو فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے آخر کار چھوڑ دیئے گئے۔

گستاخ مصنفوں کو شاید یہ یاد نہیں رہا کہ توریت کے ہر صفحہ میں غلامی کا جواز مسلم سے اور انجیل مقدس میں کہیں ایک لفظ بھی اس وحشیانہ اور بے رحم دستور کی مانعت میں نہیں ہے۔ بانی اسلام نے اگر کچھ نہیں کیا جس کو ہم نہیں مانتے تو کیا یہ بھی نہیں کیا تمام مسلمانوں کو

بھائی بھائی بنا دیا اور صاف کہہ دیا کہ کسی کو غلام نہیں رکھنا چاہئے اور جس وقت کوئی اسلام لے آوے تو وہ آزاد ہے اور ساتھ ہی انسانوں کے ایک کثیر گروہ کو آزاد کر دیا۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے غلاموں کی کیا حالت تھی جو عذاب ان کو دیا جاتا تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ بلابالغہ وہ حیوانوں سے بدتر سمجھے جاتے تھے۔ بھوکا۔ بربنگی محنت و دوامی امیری ان کا حصہ تھی۔ ان پر طرح طرح کی بے رحمیاں اور اس سے ہزاروں قسم کی بدسلوکیاں کی جاتی تھیں۔ غلام موت کو ذریعہ نجات سمجھتا تھا۔ اسلام نے ان تمام شر مہر یوں اور بدسلوکیوں کا قلع قمع کر دیا یہاں تک کہ بانی اسلام نے غلام کو آزاد کر کے متبنیٰ بنایا اور اپنی قریبی رشتہ دار اس سے بیاہ دی۔ آنحضرتؐ عقل کل تھے جانتے تھے کہ آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جس قدر لوگ غلام ہو چکے ہیں ان کی آزادی کا دفعہ حکم دیدینا محالات عملی سے ہے اور ایسا کرنے سے نظم اور تمدن میں فرق آجائیگا اس لئے آپ نے غلامی کو معدوم کرنے کی بہترین تدبیر سوچی کہ آئندہ کے لئے غلامی عملی طور پر بند کر دی اور پچھلے غلاموں کی آزادی اور غلامی کی حالت میں ترمیم اور تغیر و تبدل کر کے ظلم اور ستم کی جگہ انہیں مورد شفقت رحم اور الطاف بنا دیا۔

باب (۲۳)

اسلام مذہب سیف نہ تھا

بعض مورخین کا خیال ہے کہ اسلام محض بزرگ و شمشیر پھیلا۔ آنحضرتؐ نے جہاد کو عبادت قرار دے کر حکم دیا کہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں سیف جو شخص قرآن پر ایمان نہ لائے اُسے بے دریغ تلوار کی گھاٹ اُتار دو۔

ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے۔ اسلام مذہب سیف نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے

بجائے اس کے کہ خون ریزی کو روار کھتے جنگ کو جو عرب میں افعال انسانی کا درہشتناک اور مکروہ نظارہ تھا ظلم، توحش، سفاکی۔ بے دردی اور درندہ پن جیسی آلائشوں سے پاک صاف کر کے ایک مقدس فرض انسانی بنا دیا۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا کہ عرب میں آنحضرتؐ کے زمانہ میں شجاعت ہی کا نام سرافت تھا۔ لڑائی کو وہ لوگ اپنا روزمرہ کا شغل سمجھتے تھے یا یوں کہو کہ جنگ اور غارت گری اُن کا پیشہ تھا۔ عرب والوں کی جائیداد صرف بھڑکیں۔ بکریاں اور اونٹ تھے لیکن یہ جائیداد ہی ہر ایک کو پیسنہ تھی اور اگر پیسنہ تھی تو ضرورت سے کم۔ اس لئے انہوں نے غارت گری کو ذریعہ معاش بنا لیا۔ لوٹ میں اکثر بکریاں ہاتھ آتی تھیں اس لئے لوٹ کے مال کو غنیمت کہنے لگے۔ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس لفظ نے اس قدر وسعت معانی حاصل کی کہ ہر قسم کے مال اور اسباب کو جو لوٹ میں حاصل ہو غنیمت کہنے لگے۔ غنیمت اہل عرب میں اس قدر مرغوب اور مرغوب تھی کہ جب کوئی سفر کے وقت رخصت ہونے لگتا تو "سالماً غائباً" یعنی سلامت آنا اور لوٹ کر لانا کہہ کر رخصت کیا کرتے تھے۔ غرض ضرورت معاش نے عرب میں جنگ اور غارت گری کو عام کر دیا تھا۔ جب حج کی وجہ سے "شہر حرم" میں یعنی چار ماہ تک لڑائی بند ہو جاتی تھی تو یہ لوگ گھبرا جاتے تھے۔ لڑائی کا تین تین ماہ تک معطل رہنا انہیں اس قدر گراں گذرتا تھا کہ انہوں نے نسبی رسم ایجاد کر لی جس کے رد سے یہ محترم کو صفر اور صفر کو محترم کر دیا کرتے تھے یعنی حسب ضرورت ان نہیںوں کو دوسرے نہیںوں سے بدل لیتے تھے۔

لڑائی اور غارت گری کو مستقل ذریعہ معاش بنانے کو لوگوں نے عقیدہ ثار رائج کر دیا۔ ثار سے مطلب تھا کہ جب کسی موقع پر کسی قبیلہ کا کوئی شخص قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کے قبیلہ کو اس کا انتقام لینا فرض ہو جاتا تھا گو سالہا سال گذر جائیں اور قاتل بلکہ اُس کا خاندان معدوم ہو جائے تاہم جب تک قاتل کے قبیلہ کے ایک آدمی کو مقتول کا طرف دار قتل نہیں کر لیتا تھا قومی فرض ادا نہ ہوتا تھا۔ اس قومی فرض کا نام ثار تھا۔

لڑائی بھڑائی اور گشت و خون استقدر مقبول تھے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مجروح کی روح مرتے وقت زخم کے رستے نکلتی ہے اور جو بیماری سے مرے اس کی روح ناک کے رستے نکلتی ہے اور ناک کی موت کو "حتف انف" اور ذلیل موت تصور کرتے تھے۔ پہلے لڑائیوں کی نبیاء و ضرورت معاش پر قائم ہوئی پھر رفتہ رفتہ یہ سامان عزت اور شجاعت اور رفعت بن گئیں۔ چونکہ شوق غارت گری اور مذاق جنگ لوگوں کے رگ و ریشے میں سرایت کر کے جزو بدن ہو گیا اور مال غنیمت کی کشش نے ان کو محو کر دیا اس لئے جنگ کے وارفتہ اور شہیدانی قدرتاً وحشی۔ جابرہ سفاک۔ صتیاد پیشہ اور جلا و عادت بن گئے۔ اور یہاں تک ظلم کرنا شروع کیا کہ شیخون مارنا یا غفلت میں دشمن کو غارت کرنا فن سپہ گری سمجھا جاتا تھا۔ اسیران جنگ کو تو قتل کرنا معمولی بات تھی ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی نشانہ تیر بنا یا جاتا تھا یا انہیں اندھا کر دیا جاتا تھا۔ اسیران جنگ کو اس عذاب سے قتل کرتے تھے کہ اس موت سے خود کشی بدرجہا بہتر سمجھی جاتی تھی۔ مثلاً ٹھہر ٹھہر کر اعضائے بدن کاٹتے تھے اور قیدی تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ کئی بار آنکھوں اور زبان میں کانٹے چبھو کر رفتہ رفتہ مارتے تھے۔ عمرو بن ہند نے اپنے بھائی کے جوش انتقام میں جب اور کوئی نہ ملا تو ایک بڑھیا کو جس کا نام حمراء تھا زندہ آگ میں ڈال دیا۔ جب حمراء جل رہی تھی تو ایک سوار جو کئی دن کا بھوکا تھا، حواں دیکھ کر اُدھر آ نکلا اُسے ہی فوراً آگ میں ڈال دیا۔

یہ وحشیانہ سلوک صرف زندوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مقتل میں مردہ دشمنوں کی نعشیں بھی روندی جاتی تھیں۔ اُن کے کان اور ناک کاٹ کر گلے کے بار بنائے جاتے تھے اور اُن کے سینے چاک کر کے اُن کے جگر دانتوں سے چبائے جاتے تھے مردہ دشمنوں کے سر جسم سے جدا کر کے اُن کی کھوپڑیوں سے شراب پینے کے کا سے بنتے تھے اور بار بار ایسا ہوتا تھا کہ حاملہ عورتوں کے شکم چیر کر بچے نکالتے تھے۔ جب عرب میں یہ قیامت برپا تھی اس وقت مسلمانوں نے ہتھیار سنبھالے اور جہاد کئے۔ ابتدا میں تو آنحضرت نے جنگ و جدل سے بہت پرہیز کیا اور امن کی زندگی کو پسند فرمایا لیکن

جب کفار کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے اور مشرکوں نے مسلمانوں کو جلا وطنی پر بھی چین نہ لینے دیا اور اس بات کا پٹرا اٹھا لیا کہ اسلام کو فنا کر دیا جائے اور توحید کو مٹا دیا جائے تو خدا کا حکم آیا کہ اب حفاظت خود اختیاری میں لڑو اور صرف خدا کے نام پر لڑو۔ جو لڑا یا آنحضرت کو پیش آئیں ان کو مورخوں نے ”غزوہ“ اور ”سریہ“ کی اصطلاحوں سے نامزد کیا ہے۔

”غزوہ“ اور ”سریہ“ میں یہ فرق ہے کہ ”غزوہ“ میں کم سے کم آدمیوں کی ایک خاص تعداد ضروری ہے۔

”سریہ“ میں یہ قید نہیں ہے اگر دو چار آدمی بھی کہیں تفتیش یا جاسوسی کے لئے بھیجے گئے تو یہی ”سریہ“ ہے۔

”غزوہ“ اور ”سریہ“ میں یہ بھی فرق ہے کہ ”غزوہ“ میں آنحضرت بنفس نفیس بھی شریک تھے اور ”سریہ“ میں آپ خود شامل نہیں ہوئے۔

مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن واقعات کو مورخین ”سریہ“ کہتے ہیں وہ چند قسموں میں تقسیم ہیں:-

- (۱)۔ محکمہ تفتیش یعنی دشمنوں کی نقل و حرکت کی خبر رسانی۔
 - (۲)۔ دشمنوں کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لئے پیش قدمی کرنا۔
 - (۳)۔ قریش کی تجارت کی روک ٹوک تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کو حج و عمرہ کی اجازت دیں۔
 - (۴)۔ امن و امان قائم کرنے کو تعزیری فوجیں بھیجنا۔
 - (۵)۔ اشاعت اسلام کے لئے لوگ بھیجے گئے اور حفاظت کے خیال سے کچھ فوج ساتھ کر دی گئی اس صورت میں تاکید کر دی جاتی تھی کہ تلوار سے کام نہ لیا جائے۔
- غزوہ کی صرف دو صورتیں تھیں۔

- (۱)۔ دشمنوں نے دارالاسلام پر حملہ کیا اور ان کا مقابلہ کیا گیا۔
 - (۲)۔ یہ معلوم ہوا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں اور پیش قدمی کی گئی۔
- ہمارے فاضل دوست مولوی غلام نبی صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں کہ

قرآن شریف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد تین اقسام میں تقسیم ہے۔

اول دفعیہ۔ دوم انتقامیہ۔ سوم انتظامیہ۔

جہاد دفعیہ وہ لڑائی ہے جو حفاظت خود اختیاری میں کی جائے یعنی دشمن حملہ آور

کے ضرر اور شر سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

اس بارہ جو آنحضرت کی تعلیم تھی وہ خدا کے حکم میں درج ہے۔ سورۃ البقرہ رکوع ۲۲۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

”اور لڑو خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے کہ لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ تحقیق اللہ

زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کا حکم تھا کہ

(۱)۔ لڑائی خدا کے لئے ہو طمع نفسانی کے لئے نہ ہو۔

(۲)۔ صرف اُن لوگوں سے لڑو جو مخل امن ہوں اور لڑائی میں ابتدا کرتے ہیں۔

اس حکم کی موجودگی میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت نے لڑائیاں زبردستی مسلمان

بنانے کے لئے کیں؟ ہرگز نہیں۔

جہاد انتقامیہ وہ لڑائی ہے جو دشمنوں سے مبادلے میں کی جائے اور اُن کی

زیادتیوں کا انتقام لیا جائے۔

یہ وہ لڑائی ہے جو مصیبت زدوں اور مظلوموں کی دستگیری کے لئے کی جاوے

اس قسم کی لڑائی سے آنحضرت کو یہ ثابت کرنا منظور تھا کہ اسلام میں جو ہر شجاعت ہے

اور وہ بیکسوں اور مظلوموں کا چارہ ساز ہے۔

آپ نے اس بارہ میں پانچویں سیرے کی سورۃ نساء کے دسویں رکوع میں

خدا کا حکم یوں سنایا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

”اور کیا ہے تم کو کہ نہ لڑو تم خدا کی راہ میں حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال کہ جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے ایک دوست اور اپنی طرف سے ایک مددگار بھیج“

جہاد و انتظامیہ وہ لڑائی ہے جو سلطنت کے انتظام اور بندوبست کے لئے کی جائے یعنی وہ لڑائی جو فساد کو فرو کرنے اور لوگوں میں امن قائم کرنے کو کی جائے۔ تاکہ تمام مذاہب والے خواہ مسلمان ہوں خواہ دیگر مذاہب کے پیرو آزادانہ طور سے اپنے مذہبی فریضے ادا کر سکیں۔

دیکھئے خدا اور رسول کا حکم جو ستر ہویں سید پارے کی سورۃ الحج کے چھٹے رکوع میں

درج ہے۔

وَلَوْ كَادَ دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّمَّا مَتَّصُوا مَعًا وَبِيعُوا
وَصَلَوَاتٌ وَمَسْجِدًا يُذَكَّرُ فِيهِ اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط

”اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کا بعض سے ڈبا ئے جاتے درویشوں کے

خلوت خانے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے“

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لڑائی معبدوں کی حفاظت کے لئے

ضروری ہے۔

دوسرے سید پارے کے اخیر میں سورۃ البقرہ کے ۳۳ رکوع میں خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْ كَادَ دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ

”اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کا بعض سے البتہ بگڑ جاتی زمین“

اس آیت سے یہ عیاں ہے کہ مسلمان فساد کے دور کرنے اور عامۃ الخلائق کے

امن قائم کرنے کے واسطے لڑتے تھے۔

مفصلہ ذیل آیات قرآن سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت نے

جبری تعلیم روارکھی اور ان کی تعلیم تھی کہ بزرگ شمشیر پھیلا یا جائے۔

(۱)۔ فَإِنِ اعْتَزَلُواكُمْ فَلَئِمَّا تَلُواكُمْ وَالْقَوْلَ لِيَكُمُ السَّلَامَ

فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا

پس اگر ایسے لوگ تم سے کنار کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف یہ پیغام بھیجا دے
تو ایسے لوگوں پر دست درازی کرنے کا تمہارے لئے اللہ نے کوئی راستہ نہیں رکھا۔

(۲) - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

پ ۲۶

”دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں ہے گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے“

پ ۱۵

(۳) - أَفَأَنْتَ تُكْرَهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

”تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں“

پ ۳۱ کافرون

(۴) - لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَائِنَ

تمہارے واسطے تمہارا دین ہمارے واسطے ہمارا دین“

(۵) - وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرَ بِالْقُرْآنِ مِنَ بَخَائِفِ وَعَيْدِهِ

”اور تم ان پر (حاکم) جابر (تو ہو) نہیں (کہ بزور انکو مسلمان کرو تمہارا کام) تو یہ ہے کہ جو ہمارے عذاب
سے ڈرتا ہے اس کو قرآن سنا سنا کر سمجھاتے رہو“

ان آیات سے کما حقہ روشن ہے کہ قرآن شریف جہاد۔ ایمان بالجبر کی سخت ممانعت
کرتا ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کا صحیح منشا ہے کہ مخالفین سے نرمی کرنی چاہئے۔
سپارہ ۴ سورۃ آل عمران میں ہے۔ فِيمَا رَحِمْتَنَّا مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا
غَلِيظًا لَقَلْبٍ لَا انْفِضُوا مِنْ حَوْلِكَ ص یعنی اللہ کا بڑا ہی
فضل ہے کہ تم ان کو نرم دل سردار ملے ہو اگر (خدا بخواتم) تم مزاج کے اکھڑ اور سنگ دل ہوتے تو یہ
لوگ رکبھی کے تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

ہم آنحضرت کی سرایا اور غزوات کا ذکر مفصل مناسب محل پر کر چکے ہیں۔ اس کے
پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہمیں یا لڑائیاں جبراً اسلام پھیلانے کے لئے نہیں ہوئیں
بلکہ بعالم مجبوری اسلام اور دارالاسلام کی حفاظت کے لئے ہوئیں۔ جتنی مہمیں تھیں سب
تفتیش اور مدافعت کے لئے تھیں اور جتنی لڑائیاں ہوئیں سب مظلوموں کی دستگیری
اور حفاظت خود اختیار اور قیام امن اور حفظ مراتب کے لئے ہوئیں۔

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی مہم میں قرزاقی یا ہزنی یا لوٹ مار مد نظر نہ تھی۔ قافلوں پر حملہ اور تجارت میں رکاوٹ انتظامی معاملہ تھا تاکہ قریش اور کفار مکہ کی طاقت ٹوٹ جائے اور وہ مسلمانوں کو مکے میں زیر حراست نہ رکھیں ان پر ظلم و ستم نہ کریں اور ان کو مدینے میں آنے کی اجازت دیدیں۔ مثلاً جب ابوذر غفاری نے مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے انہیں خوب پیٹا۔ حضرت عباس نے کہا کہ غفار کا قبیلہ تمہارے کارواں تجارت کے سر راہ واقع ہے ایسا نہ ہو کہ تمہارا تجارت کا رستہ بند ہو جائے۔ اہل مکہ اس دھکی سے ایسے ڈرے کہ ابوذر کو چھوڑ دیا۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ سعد بن معاذ قبیلہ خزرج کے رئیس اعظم تھے۔ اُمیہ بن خلف سے ان کی گہری دوستی تھی۔ مسلمان ہو جانے پر بھی دوستی قائم رہی جب آپ عمرہ کرنے کے لئے مکہ گئے تو اُمیہ کے یہاں ٹھہرے اور اس کے ساتھ طواف کعبہ کو نکلے۔ ابو جہل نے دیکھ لیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم اُمیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا یہاں سے زندہ جانا دشوار تھا۔ سعد نے کہا کہ اگر تم ہم کو مکے میں آنے سے روکو گے تو ہم تمہاری شام کی تجارت کا رستہ بند کر دیں گے۔ کفار مکہ مسلمانوں کو مکہ میں آنے جانے سے روکتے تھے اس لئے بعالم مجبوراً آنحضرت نے رعب اسلام قائم رکھنے کو اور مکہ میں آنے جانے کی آزادی حاصل کرنے کو انتظامیہ طور پر قافلوں پر حملوں کی اجازت دی تاکہ کفار مرعوب ہو جائیں۔

اس باب کے شروع میں ہم نے بتا دیا ہے کہ اہل عرب کی جنگ کیسی ڈراؤنی چیز تھی جس میں بے دردی، قسادت اور ظلم آئین جنگ شمار ہوتے تھے اب غور فرمائیے کہ آنحضرت نے اس میں کیا کیا اصلاحیں فرمائیں۔

(۱)۔ آپ نے حکم ناطق و بیباک عورتیں۔ بوڑھے۔ بچے۔ صغیر السن۔ نوکر۔ خادم لڑائی میں برسر قتل نہ کئے جائیں۔ حکم تھا۔ لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَإِنِّي أَوْلَا لَطِيفًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً ۖ

(مسلم۔ ابو داؤد)

(۲)۔ آپ نے وحشیانہ طرز قتل کو موقوف کر دیا۔ پہلے سیران جنگ کو کسی شے سے باندھ کر تیروں سے لگا بوٹی کر ڈالتے تھے۔ اس طرز قصاص کو صبر کہتے تھے آپ نے اسے یک قلم

موقوف کر دیا۔

(۳)۔ آپ نے حکم دیا کہ جنگ میں جو عہد و پیمان ہو وہ کبھی نہ توڑا جائے۔

دسویں سیرے میں سورۃ التوبہ کے پہلے رکوع میں صاف حکم ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُواكُمْ شَيْئًا وَ
لَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُوا الْبَيْعَاتِ الَّتِي أَنْتُمْ فِيهَا

”ان مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے صلح کا عہد و پیمان کر رکھا تھا پھر انہوں نے ایفاء

عہد میں تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی وہ مستثنیٰ ہیں تو ان کے

ساتھ جو عہد و پیمان ہے اُسے اس مدت تک جو ان کے ساتھ ٹھہری تھی پورا کر دو کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو

بدعہدی سے بچتے ہیں دوست رکھتا ہے۔“

آنحضرتؐ کو ایفاء و وعدہ کا کمال خیال تھا۔

ہجرت کے وقت چھ صحابہ عالم مجبوری میں مکرہ گئے ان میں حذیفہ بن یمان اور ان کے

والد بھی تھے۔ جنگ بدر سے چند دن پہلے وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار نے

پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ ہم صرف نقل مکان کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے نہیں

لڑینگے۔ جب یہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں جنگ بدر میں شرکت

کا اعزاز دیا جائے تو آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اپنے وعدہ پر قائم رہو۔

ابو رافع جب قاصد بن کر آپ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہو گئے تو کہا کہ اب میں

واپس نہیں جانا اپنے فرمایا ایسا نہ کرو قاصد کو روک لینا عہد کے برخلاف ہے۔ (ابوداؤد)

صلح حدیبیہ میں عہد نامہ کی ایک یہ شرط تھی کہ اگر کوئی مسلمان مکرہ سے مدینہ میں جائے

تو اُسے واپس کر دیا جائے جس وقت معاہدہ پر دستخط ہوئے ابو جندل کسی طرح کافروں کے ہاتھ

سے بھاگ کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت وہ پابہ زنجیر تھے۔ جس وقت انہوں نے

روکرا پناہ حال سنایا اور ان کے جسم پر مار کے نشان دیکھے تو مسلمان بیقرار ہو گئے مگر آپ نے

حکم دیا کہ ابو جندل عہد نامہ کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی تم اس وقت واپس جاؤ خدا کوئی صورت

نکال دینگا۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے اصرار بھی کیا مگر آپ نے نہ مانا۔

مسئلہ کذاب کا قاصد جب خدمت عالی میں آیا تو نہایت گستاخانہ گفتگو کی آپ نے نہایت تحمل سے فرمایا کہ قاصد کو قتل کرنے کا دستور نہیں ہے ورنہ تو سزاوار قتل تھا۔ کہتے ہیں اُس دن سے یہ دستور ہو گیا کہ قاصد کبھی قتل نہ کیا جائے۔

(۴)۔ دستور تھا کہ اسیران جنگ کو خواہ عورت ہو یا مرد پابجولاں رکھ کر سخت محنت اُن سے لیجاتی تھی۔ آپ نے اس دستور کو بدل دیا۔ بدرکے اسیران جنگ کو صحابہ کھانا کھلاتے تھے اور آپ کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ قیدیوں کو اونٹوں پر سوار کرتے تھے اور آپ پاپیاد چلتے تھے۔ غزہ جنین میں آنحضرت نے چھ ہزار قیدی چھوڑ دیئے اور ہر ایک کو لباس بمعہ زاوراہ دیا۔ قرآن پاک میں قیدیوں پر مہربانی کرنے کا صاف حکم آیا ہے۔

وَيُطْعَمُونَ وَالطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ مَسَّ كِنَانًا وَيَتِيمًا وَاَسِيرًا ۝

(۵)۔ آپ نے لوٹ مار بند کر دی اور حکم دیدیا کہ جو شخص اسیروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اس کا جہاد قبول نہیں ہے۔

ابو داؤد کی کتاب الجہاد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے کہا کہ ایک شخص راہ خدا میں جہاد کرنا چاہتا ہے مگر ساتھ ہی کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے آپ نے جواب دیا کہ اُسکو کچھ ثواب نہیں ملیگا۔ لوگوں نے جب یہ سنا تو حیران ہوئے اور کہا کہ آنحضرت سے پھر دریافت کرو انہوں نے سوال نہیں سمجھا ہوگا۔ اس پر آنحضرت سے دوبارہ سوال کیا پھر بھی یہ ہی جواب ملا۔ جب تیسری دفعہ پوچھا گیا تو پھر بھی یہی جواب آپ نے دیا۔

(۶)۔ قبل ازیں لڑائی طمع نفسانی کے لئے حصول شہرت کے لئے اظہار شجاعت کے لئے یا شوق خون ریزی کے لئے ہوا کرتی تھی آنحضرت نے اُسے اہل عبادت بنا دیا تاکہ ظالم اور جابر کمزور لوگوں پر دست تعدی دراز نہ کریں۔ اس بارہ میں حکم قرآن ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔ اذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِاَظْمٍ ظَلَمُوا اَوْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝
الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُولُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ۝ رِسْوَۃً ۝ سُوْرَةُ الْحَجِّ

جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں اب ان کو ہی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے اسوئے

کہ ان پر ظلم ہوتا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو

صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گمروں سے نکال دیئے گئے۔“

(۲)۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم
وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

پطع ۸

”اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا

ہے تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو اور فساد کا برپا رہنا خونریزی سے ہی بڑھ کر ہے (سیپاؤ ۱۲ تا ۱۴)

(۳)۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۚ

پطع ۸

”اور ان سے لڑو تاکہ فتنہ نہ رہے اور تمام دین اللہ کے واسطے ہو جائے۔“

(۴)۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۚ

پطع ۱۰

”جو اہل کتاب نہ خدا کو مانتے ہیں نہ روز قیامت کو نہ اللہ اور رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو
حرام سمجھتے ہیں نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں (مشرکوں کے علاوہ) ان لوگوں سے بھی لڑو یہاں تک کہ
ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔“

(۵)۔ فَإِذَا نَسَخْنَا الْأَشْهُرَ الْحَرَامَ مِمَّا قَاتَلْتُمُ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
وَحَدُّوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْجَدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سیپاؤ ۱۰ اسوۃ التوبہ کو ۱)

”پھر جب امن کے مہینے نکل جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو گرفتار کرو اور انکا
محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ
دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو) کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

آیات نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ کی نسبت بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ انہیں سے جہاد ایسا
بالجبر ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ ان کی بڑی غلط فہمی ہے۔

پہلے آیت نمبر ۳ لو۔ اس آیت کی ماقبل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار نے
مسلمانوں کو حج کرنے اور خانہ کعبہ میں آنے سے روک دیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل

ہوئی تاکہ مسلمان ارکان حج اور عبادت بے خطرہ ادا کریں۔ اس آیت سے صرف مدافعت کے لئے جنگ کی اجازت ہے۔

آیت نمبر ۴۱ تو صرف کجا اجازت دیتی ہے کہ مخالفوں کو جزیہ لیکر چھوڑ دو پھر یہ جہاد ایمان بالجبر کی حامی کس طرح ہوئی۔

آیت نمبر ۴ کی نسبت کہتے ہیں کہ مخلصی مخالفان کا انحصار جب نماز اور زکوٰۃ پر ہے تو اس سے زیادہ اصول جہاد ایمان بالجبر کی حمایت اور کس طرح ہو سکتی ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں انہوں نے قرآن کبھی نہیں پڑھا۔ یہ آیت صرف ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جنہوں نے پہلے صلح کے عہد و پیمانہ کئے اور پھر عہد شکنی کی اور صلح کے عہد کی پروا نہ کی اس آیت کے بعد کی آیت سے عقدہ حل ہو جاتا ہے۔

وَإِنِ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَاجِرٌ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْرَأَ لِقَوْمِهِ
مَأْمَنَةً مَّا يَكْفِيهِمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۝

”اور (اے پیغمبر) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگا ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اطمینان سے کلام خدا کو سن کر سمجھ لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس بھیجا دے (یہ رعایت ان لوگوں کے حق میں) اسوجہ سے (کرنی ضرور) ہے کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں۔“

اس آیت سے صاف مذہبی آزادی ترشح ہوتی ہے۔

(۷)۔ غنیمت کا چوتھا حصہ بادشاہ یا حاکم کا حق ہوتا تھا اپنے کم کر کے پانچواں حصہ کر دیا۔ پہلے یہ حصہ فاتح اپنے مصارف عیش میں صرف کرتا تھا آنحضرتؐ نے اس کو غریب رشتہ داروں یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا۔ دیکھو سورۃ انفال۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۝

”اور جان لو کہ تم کو جو کچھ مال غنیمت ملے تو اس کا پانچواں حصہ خدا کا ہے اور رسولؐ کا اور

رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا۔“

اگر آنحضرت اصول جہاد ایمان بالجبر کو روا رکھتے تو نجران کے عیسائیوں کو جزیہ لگانا
امان کیوں دیتے۔ ایسے کے سردار یوحنا کو جزیہ لیکر کیوں چھوڑتے اور جبر با اور اذسح کے
عیسائیوں کو جزیہ لیکر اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت کیوں دی جاتی۔
تسرو لیم میور جیسے مؤرخ لکھتے ہیں:-

”رسول خدا نے نبی عارث اور نجران کے پادریوں کو پوری مذہبی آزادی دینے
کا اقرار کیا تاکہ اپنے طریقے پر اپنے گرجاؤں میں جس طرح چاہیں عبادت کریں۔ بشپ اور
راہب اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں جب تک یہ لوگ امن و امان کے ساتھ رہیں ان کے
ساتھ کچھ تعرض نہ ہوگا“ (دیکھو لائیت آف محمد جلد دوم صفحہ ۲۹۹)۔

انصاف پسند مورخ مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں:-

”اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے اور اب بھی کرتے ہیں نہایت
ہی سخت غلطی ہے کہ قرآن مجید میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت صرف
بزرگ شمشیر ہوئی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے متراہیں وہ سب بلا تامل بتا
کو تسلیم کرینگے کہ محمد کا دین جس کے ذریعہ سے انسانوں کے خون یعنی قربانی کے بدلہ
نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ فیاضی اور حسن
معاشرت کی روح لوگوں میں پھونک دی اور جس کا اسوجہ سے بالضرور ایک بہت
بڑا اثر شائستگی پر ہوا ہوگا) مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا۔ اور اسوجہ سے
خاص کر اس کو ان خونریز تدبیروں کی حاجت نہ پڑی ہوگی جس کا استعمال بلا استثناء
بلا امتیاز موسیٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کو کہا تھا“

ہماری رائے میں ان حالات کی موجودگی میں ہر ایک شخص کو جس کا دل تعصب
کی آلائش سے پاک ہے ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ آنحضرت نے کبھی اصول جہاد ایمان
جبریتہ کو پسند نہیں کیا نہ اسے روا رکھا بلکہ جس قدر مذہبی آزادی آنحضرت نے غیر مذہب
کے لوگوں کو دی وہ کسی نے نہیں دی جس طرح حضرت عیسیٰ یا اس کا مذہب صلیبی لڑائیوں
کے جن میں کئی لاکھ آدمی ہلاک ہوئے یا اس ہنگامہ کے جو پوپ کے مریدوں اور

لو تھر کے بخیال لوگوں کے درمیان ہوا اور جس میں ہزاروں بیگناہ قتل ہوئے اور زندہ جلائے گئے یا اُن خون کے نالوں کے جو فرانس میں سٹیٹ مار تھلیو کے قتل میں تھے یا مذہبی عدالت کے احکاموں کے ذمہ دار نہیں ہیں اسی طرح اگر کسی مسلمان بادشاہ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کے بہانہ سے کہیں خونریزی کی تو اس سے آنحضرتؐ یا اُن کا مذہب بدنام نہیں ہو سکتا۔

مسٹر گبن اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں کی لڑائیاں اُن کے پیغمبر نے مقدس قرار دی تھیں مگر آنحضرتؐ کی تعلیم اور نظائر سے جو انہوں نے قائم کیں اُن کے جانشینوں نے دوسرے مذاہب کو آزادی دینے کا سبق حاصل کیا۔ عرب حضرت محمدؐ کے خدا کی عبادت گاہ اور اُس کا ملوک تھا مگر وہ دنیا کی قوموں کو محبت سے اور بہت کم رشاک سے دیکھتا تھا۔ بہت سے یونانوں کے ماننے والے اور بت پرست جو اُن کو نہ مانتے تھے شرعاً نیست و نابود کئے جاسکتے تھے مگر اُس نے انصاف کے فریض سے نہایت عاقلانہ تدبیر اختیار کی۔“

”اسلام مذہب سیف نہیں ہے،“ کے مضمون پر بہت سے ارباب سیر نے گل افشانی کی ہے لیکن ان تمام پھولوں کا عطر پرفیسر نواب علی۔ ایم۔ اے نے اس طرح پر نکالا ہے:-

”اگر کوئی شخص ان تمام لڑائیوں کے حالات جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوئیں انصاف کے رو سے پڑھیں گا تو اس کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ لڑائیاں چار طرح پر ہوئیں۔

- ۱۔ دشمنوں کے حملے روکنے اور اُن کے ذبح کرنے کی غرض سے قریش مکہ کے ساتھ جس قدر لڑائیاں ہوئیں مثلاً غزوات۔ بدر۔ احد۔ احزاب اور ہوازن اور ثقیف کے مقابلہ میں جنگ حنین۔ اوطاس اور طائف یہ سب لڑائیاں ہی سبب سے ہوئیں۔
- ۲۔ دشمنوں کا ارادہ لڑنے اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی خبر پا کر اس فساد کو مٹانے اور اُن کو منتشر کرنے کی غرض سے۔ قبائل عرب مثلاً بنی غطفان۔ بنی المصطلق وغیرہما کے ساتھ جس قدر لڑائیاں ہوئیں اور جنگ خیبر کے یہ ہی اسباب تھے۔
- ۳۔ جن لوگوں نے عہد شکنی یا دغا بازی یا بغاوت کی تھی ان کو سزا دینے کی غرض سے

تاکر امن و امان قائم رہے۔ یہودی قبیلے قینقلع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ سے جس قدر لڑائیاں ہوئیں
رجیع پیر معونہ اور زیادہ تر وہ سرایا جو وحشی اعراب کے مقابلہ میں بھیجے گئے اور قریش کے
مقابلہ میں فتح مکہ کی یہی وجہ تھی۔

۴۷۔ دشمنوں کی خبر رسائی یا غیر ناک والوں کی ہدایت کرنے میں جو خلافت اُمید قحطی پیدا
ہو گئے ان کی اصلاح کی غرض سے۔ جنگ بدر سے پیشتر جس قدر سرایا قریش کی خبر رسائی
میں بھیجے گئے۔ جنگ موتہ اور پھر اسی کے ضمن میں عیسائیوں سے مخالفت قائم ہو جانا اور ان
کی سورش کے خیال سے تبوک کی طرف سفر کرنا۔

ظلم اور جبر اور تشدد کو خوف زدہ کر دیں اور ان سے دل سہم جائیں مگر ان سے دل میں
نہ تو محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ان سے دل قابو میں آسکتے ہیں۔ اگر اسلام جبر اور تشدد سے
پھیلا جاتا تو اُس کے پیرو ہرگز فاقوں کی زحمت نہ اٹھاتے۔ پیٹ پر پتھر نہ باندھتے اور تلوار
کی چھاؤں میں نماز نہ پڑھتے۔

غرض نتیجہ یہ ہے کہ اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی
کسی کو ایذا نہیں پہنچائی کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے
قائم نہیں کی اور کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو بجز تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں
اُس نے اپنے مسائل کو جاری کیا لیکن جبراً جاری نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو
فتح مندوں کے برابر حقوق حاصل ہوتے تھے اور مفتوحہ سلطنتیں ان شرائط سے ہی آزاد ہو جاتی
تھیں جو ہر ایک فتح مند نے ابتدا سے حضرت محمد کے زمانہ تک ظلم اور سختی کے ساتھ جاری
رکھیں اور جن سے مفتوحہ سلطنت کی حالت غلاموں کی حالت سے بدتر تھی۔

فلسطین میں ایک عیسائی شاعر نے جس کا نام لامارٹین ہے علانیہ کہا ہے "صرف مسلمان
ہی تمام روئے زمین پر ایک قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہیں" ایک اور
انگریز سیاح سلیڈن نے لکھا ہے "مسلمان حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہیں"
ہم کہتے ہیں کہ یہ ہی آزادی مذہب اور آزادی خیالات و لچوٹی۔ تلافی اور مدارا چند خصوصیات
اسلام تھیں جنہوں نے چراغ عرب کی کیرٹوں کو تمام جہان میں پہنچا دیا اور اسلامی پھر پورا

روم اور شام کے عالیشان ایوانوں پر لہرانے لگا۔ ہاں یہی خصوصیتیں تھیں جن سے چھوٹی چیز بڑی چیز بن گئی۔ اعتقاد صاف ہو گیا۔ روح میں عظمت پیدا ہوئی اور وہ رفیع الشان ہو گئی۔ ہاں یہی خصوصیتیں تھیں جن سے تاریک ریگستان میں ایک چنگاری سے وہ تُوڑ کے شعلے اُٹھے کہ تمام عالم متور ہو گیا۔

باب (۲۴)

خاتمہ

جب ”کن فیکون“ کے اسمِ اعظم نے جلوہٴ رحمت اور برکت دکھا کر موجودات کو مین حصوں میں بانٹ دیا تو خالق کائنات نے خاک کے پتیلے کو طاقت گویائی اور صفت دینداری عطا فرما کر خطاب اشرف المخلوقات سے مخاطب کیا۔ پھر اُسے عالم جمادات، عالم نباتات اور عالم حیوانات کا حکمران کر کے حکم دیا کہ اے زمین تو اس خاک کے پتیلے کا جس کا نام ہم نے انسان رکھا ہے فرشِ استبرق ہے۔ اے آسمان تو اس کا سایہ بان ہے۔ اے آگ تو اُس کی باورچن۔ اے پانی تو اُس کا سقہ اور اے ہوا تو اُس کی نپکھا جھلنے والی کینیز ہے۔ سب سے پہلا انسان آدم اور سب سے پہلی عورت حضرت حوا تھی۔ حوا نے قسمتی سے درختِ گناہ کا پھل کھایا اور اپنے شوہر حضرت آدم کو کھلایا۔ اس حکمِ عیرولی میں وہ دونوں اور ان کے ساتھ شیطان، سانپ اور ملاؤس معتوب ہوئے اور حکمِ الہی ہوا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

بہشت سے نکل کر حضرت آدم اور حوا مدت تک آوارہ و سرگردان رہے۔ سا لہا سال کی جدائی کے بعد کوہِ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے اور سراندر پپ میں رکھتی باڑی کر کے

لَا وَاقِي فَضَلْتُمْ عَلَي الْعَالَمِينَ یعنی اور بیشک میں نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت دی (سورہ بقرہ)

بڑی جانفشانی اور تردد سے روٹی پیدا کرنے لگے۔

جب ان کی اولاد ہوئی تو آدم کے بڑے بیٹے قابیل نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو یگناہ پتھر سے مار ڈالا۔

قابیل اور اس کی بہن اقلیمیا ایک پیٹ سے اور ہابیل اور اس کی بہن یہودا دوسرے پیٹ کی اولاد تھے۔ قابیل کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اقلیمیا کی شادی ہابیل سے ہو۔ پھر جب ہابیل کی قربانی خدا نے منظور فرمائی اور قابیل کی نامنظور کی تو وہ غصتہ کا بھوت بن گیا۔ ہابیل کے قتل کا حضرت آدم کو سخت صدمہ ہوا اور قابیل کو عاق کر دیا۔ قابیل بجائے اسکے کہ تو یہ استغفار کر کے اپنے کئے پر پشیمان ہوتا اور یہی گمراہ ہو گیا۔ باپ سے علیحدہ ہو کر مشرق کی طرف روانہ ہوا اور وہیں آباد ہو گیا۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص ٹوبل کین نے مارو ہاڑ اور کشت و خون کے لئے لوہے کے ہتھیار ایجاد کئے۔ رفتہ رفتہ یہ خوفناک گروہ ایک عالم کو تہ و بالا کرتا ہوا دشت قبچاق۔ میدان گولی اور کوہستان یورال میں پھیل گیا۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ وہم پرست ہو کر دیو پرست اور بھوتوں کے پوجنے والے بن گئے۔

ہابیل کے مرنے سے پانچ برس کے بعد ان کے گھر حضرت شیث پیدا ہوئے وہ ہر طرح حضرت آدم کے مشابہ تھے۔ حضرت شیث خدا پرست تھے ان کی تعلیم یہ تھی خدا کو پہچاننا۔ حاکم وقت کا حکم بجالاؤ۔ ماں باپ کا حق جاننا اور ان کی خدمت کرو۔ غصتہ نہ کرو۔ رحم سے کام لو۔ صبر اور شکر اختیار کرو اور محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کرو۔

اس طرح حضرت آدم کی وفات کے بعد ان کی اولاد دو مختلف طریقوں کی پابند ہو گئی قابیل کے پیروں کو خوار۔ وحشی خصائل اور دیو پرست تھے۔ شیث کی اولاد سلیم الطبع کلمہ بان مہذب اور خدا شناس تھے۔

جب اولاد قابیل نے گمراہ ہو کر کفر اور شرک کا طوفان برپا کر دیا۔ رسم نکاح موقوف کر کے حرام کاری اور طرح طرح کی نابکاری کرنے لگے اور حضرت شیث کی اولاد کو بھی بل جُل کر خراب کر دیا تو حضرت ادریس جن کا نام زبان عبری میں اخنوخ ہے ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ اپنے حق پیغمبری ادا کیا مگر یہ

گلیم سخت کسے را کہ با قند سیاہ
بہ آب زمزم و کوثر سفید نتوان شد

کافر کا فرہی رہے۔ خرابی یہ ہوئی کہ ان کے صاحب زادوں نے رفح عام کے کام استفادہ کئے کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی تصویریں بنا کر ایک پاک جگہ میں ان کو رکھا پھر رفتہ رفتہ ان کو پوجنا شروع کیا۔ اس طرح صنم پرستی کی ابتدا ہو کر دبا کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور بڑی بڑی رسوم نے اس جلتی ہوئی آگ پر اور بھی تیل ڈالا۔ جب نسل انسانی کا چشمہ بڑھتے بڑھتے قلمزم و خاربن گیا تو طوفان بت پرستی نے وہ خوفناک طلاطم برپا کر دیا کہ خدا پرستی کا جہاز گرداب بلا میں پھنس گیا۔ اس وقت خداوند تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو جو متوشلح ابن اور لیس کے پوتے تھے خلعت نبوت عطا کی اور آپ کو صرف قدیم کلدانیوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ حضرت نوحؑ تمام عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ صرف قدیم کلدانیوں یعنی بابل اور اُس کے گرد و نواح کے مقامات کی ہدایت کے لئے آئے۔ چنانچہ انا اذ سلطنا قومًا االی قومہ ان اذ ذر قومًا سے یہ بات صاف ترشح ہوتی ہے۔

حضرت نوحؑ نے لاکھ جن کئے مگر آپ کی قوم نے ایک نہ سنی اور آپ پر اس قدر دست درازیاں کیں کہ تو بہ ہی بھلی ہے۔ جب آپ وعظ کرنے لگتے تھے تو کفار ان کو مارتے مارتے پہوش کر دیتے تھے آخر ان کے پیٹے آکر انہیں اٹھالیجاتے تھے۔ مرتے وقت کفار اپنی اولاد کو وصیت کرتے تھے کہ نوحؑ کا کہنا نہ ماننا۔

غرض جب نوحؑ کی قوم کا ظلم اور ستم حد سے بڑ گیا تو حضرت نوحؑ نے ان کے لئے بددعا کی۔ پھر ان لوگوں پر قہر خدا نازل ہوا۔ عذاب الہی نازل ہونے سے پہلے رفع حجت کے لئے نوحؑ نے بحال شفقت ان کو سمجھایا کہ اب بھی سمجھ جاؤ مگر انہوں نے کہا کہ ہم دودھ سواغ یغوث اور لعوق کی پستش جو ہمارے بت ہیں کبھی نہ چھوڑینگے۔ اس پر آسمان سے پانی برسنے لگا اور چالیس دن تک برسنا۔ اس طوفان میں تمام کافر اور ان کے مکانات اور محل اور سامان جن پر انہیں بہت غرور تھا غرق اور برباد ہو گئے صرف وہی لوگ بچے جو

حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔

قدیم کلدانی فرات و دجلہ کے دو آبہ کی سرسبز زمین میں آباد تھے۔ اسیریا اور بابل کی طاقتور اور مشہور سلطنتوں کا جائے پیدائش یہ ہی جگہ تھی۔ یہیں ایک گروہ مصر پہنچا اور وہاں ایک جلیل القدر سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا۔ یہیں سے دوسرا گروہ جنوبی عرب میں آیا اور یمن کی تہذیب کا بانی ہوا۔ یہیں بت پرستی نے کوالب پرستی کا لباس اختیار کیا۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ زہرہ۔ مشتری۔ مریخ۔ عطارد۔ زحل کے واسطے مختلف مندر تیار ہوئے اور رفتہ رفتہ ان سب کو بتوں کے مندروں کے پوجاریوں کا اس قدر اقتدار بڑھا کہ انہیں میں سے بادشاہ ہونے لگے۔

حضرت نوحؑ کے بعد ہوؤ قوم عاد کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے عاد بڑے طویل قامت اور دراز جسم تھے یہ لوگ مشہور سنگ تراش تھے۔ سنگ تراشی کر کے پہاڑوں میں مکان بناتے تھے اور پتھر کے بتوں کے آگے سجدے کرتے تھے۔ حضرت ہوؤ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن یہ مینار قامت دیو قد انسان بھلا کب کسی کی سنتے تھے ناچار حضرت ہوؤ نے ان کے لئے بددعا کی اور یہ لوگ سات برس تک قحط کی بلا میں گرفتار رہے۔ قحط کی مصیبت سے ہی ان کی آنکھیں نہ کھلیں۔ چند دن کے بعد ایک برسپاہ انہیں دکھائی دیا۔ عاد کی باچھیں کھل گئیں کہ اب خوب بارش ہوگی۔ مگر یہ کالی بدلی نہ تھی یہ قہر خدا تھا۔ اس طوفان سے انسان اور چارپائے پرکاہ کی طرح زمین سے اڑنے لگے اور پتھر پتھروں پر گر کر پاش پاش ہو گئے۔ جن لوگوں نے گھروں میں پناہ لی وہ مکانوں کے گرنے سے ان کے پیچھے دب کر مر گئے۔

قوم عاد کی بربادی کے بعد قوم ثمود کا ستارہ اقبال چمکا لیکن یہ لوگ ہی دولت اور ثنمت کے نشے میں گمراہ ہو گئے۔ پروردگار نے انہیں میں صالحؑ کو پیغمبر کیا۔ حضرت صالحؑ نے سمجھایا آخر فیصلہ یہ ہوا کہ اگر صالح پتھر میں سے اونٹنی پیدا کر دیں تو سب خدا پر ایمان لائیں حضرت صالحؑ نے دعا کی خدا کا کرنا پتھر میں سے ویسی ہی اونٹنی جیسی انہیں مطلوب تھی پیدا ہوئی۔ مگر یہ لوگ ازلی بصریہ تھے بجائے اس کے کہ اس

معجزے کو دیکھ کر ایمان لاتے ویسے کے ویسے ہی گمراہ رہے اور اس اونٹنی کو سازش کر کے مار ڈالا۔ اونٹنی کو ہلاک کر کے حضرت صالحؑ کی ہلاکت کے درپے ہوئے۔ اس پر خدا کا عذاب ان پر نازل ہوا اور ان لوگوں میں اس قسم کی و بانمودار ہوئی کہ پہلے نئے چہرے زرد پھر خون کبوتر کی طرح آخر سیاہ ہو گئے اور اسی حالت میں عالم بالا سے ایک ایسی ہیبت ناک آواز ان کے کالوں میں آئی کہ سب کے دل ٹکڑے ٹکڑے اور جگر پارہ پارہ ہو گئے۔ حضرت صالحؑ پہلے سے ہی ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے تھے ہمراہ لیکر فلسطین کی طرف نکل گئے۔

جس زمانے میں بابل کا بادشاہ فرود تھا۔ بت خانہ کے ایک پجاری کے گھر جس کا نام آفر تھا ایک فرزند ارحمن پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا اور جو بعد ازاں پینجمبر ہو کر خلیل اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیم نے اجرام فلکی کو دیکھا اور ان کو خدا سمجھا مگر جب وہ غروب ہو گئے تو اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور سن مسیحی سے دو ہزار سال پیشتر سب سے الگ ہو کر عمارت توحید کی بنیاد رکھی۔

ایک دن جبکہ لوگ شہر کو چھوڑ کر باہر میدان میں تیو ہار منانے گئے تو حضرت ابراہیم ایک تبر لیکر چپکے سے بت خانہ میں جا گئے۔ ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک جتنے بت تھے سب کو چکنا چور کر ڈالا۔ صرف بڑے بت کو کورا چھوڑ کر تبر اُسکے کاندھے پر دھردیا۔ جب لوگ میلے سے واپس آئے اور اپنے خداؤں کی یہ گت دیکھی تو چیخ اُٹھے سب کا شک حضرت ابراہیم پر ہوا آپ کو پکڑ لیا اور کھسیانا ہو کر کہا کہ تو نے یہ کیا غضب ڈھایا۔ اپنے کہا مجھے کیا کہتے ہو اُس سے پوچھو جس کے کاندھے پر تبر موجود ہے۔ سب نے کہا یہ تو بولتا نہیں اس سے کیا پوچھیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ پھر ایسوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ تو تم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ یہ جواب سن کر کفار لا جواب ہو گئے مگر حضرت ابراہیم کو اذیت پہنچانے پر تل گئے۔ ایباران کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا مگر خدا کی رحمت سے نار اُور بن کر گلزار ہو گئی۔

جب کفار نے آپ کو بہت دق کرنا شروع کیا تو آپ ملک شام میں چلے گئے۔ کچھ دن وہاں رہے جب وہاں قحط نمودار ہوا تو مصر میں پہنچے۔ آپ کی بیوی سارہ آپ کے ہمراہ تھیں ان ایام میں رقیون مصر کا بادشاہ تھا اور دراصل بابل کا ہی رہنے والا تھا اس نے سارہ کو پسند کیا مگر جب آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ ٹٹل ہو گئے۔ تین بار ایسا کیا اور تین بار وہی مرض لاحق ہوا آخر اپنے کٹے پر نام ہوا اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے ان کے بطن سے انہیں پہلو ٹھا پٹا اسمعیلؑ عطا کیا۔

اس کے بعد سارہ جو عقیمہ سمجھی جاتی تھیں حمل کے آثار نمودار ہوئے اور ان کے بطن سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ پہلے برہگ تھے جنہوں نے انسانی قربانی کے برخلاف صدائے مخالفت برپا کی کہ آپ کے بعد بھی بابل۔ مصر۔ یونان اور ہند کی قدیم ہندو قوموں میں یہ رسم جاری رہی مگر سب سے پہلے اس کی مخالفت کا طرہ آپ کی ہی کلاہ عزت کے حصہ میں تھا حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے بتا دیا تھا کہ تیرے دونوں بیٹے بابرکت ہونگے اور ان کی اولاد اس کثرت سے ہوگی کہ گنی نہ جائیگی اس لئے انہوں نے کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لئے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیئے۔ شام کا ملک آپ نے اسحاقؑ کو دیا کیونکہ بابل ان کے مشرق میں تھا اور وہ اپنے ننھیال کے قریب ہو گئے۔ عرب کا ملک اسمعیلؑ کو ملا کیونکہ مصر ان کے مغرب میں تھا اور وہ اپنے ننھیال کے قریب ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کی وہ اولاد جو ان کی تیسری بیوی قطورہ (دقتورہ) سے ہوئی عرب الحجر میں آباد ہوئی اس میں سے حضرت شعیب اقوام ایکہ و دیمان کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہوئے۔

حضرت اسحاقؑ کی اولاد یہودی ہیں۔ حضرت اسحاقؑ کے بعد انکے صاحب زادے یعقوبؑ اور حضرت یعقوبؑ کے بعد حضرت یوسفؑ پیغمبر ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ جو بڑے اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں اور جن کو خدا نے کوہ طور پر توحید

عطا کی اسی شاخ میں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب کی اولاد کو کہتے ہیں۔

حضرت یوسف کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ ان ایام میں مصری باہمی خانہ جنگیوں کے باعث نکل کر خاکنائے سویز کو طے کرتے ہوئے وادی نیل میں پہنچے اور یہاں بسنے لگے رفتہ رفتہ ان لوگوں سے بڑھتے بڑھتے وادی نیل میں ایک جلیل القدر شخصی سلطنت قائم ہو گئی۔ یہ لوگ پہلے بت پرست اور ستارہ پرست تھے پھر حیوان پرست بھی ہو گئے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس طرح آفتاب غروب ہو کر پھر طلوع ہوتا ہے انسان مر کر پھر زندہ ہوتا ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اُس کے اعمال کی پڑتال "اسائیرس" نامی دیوتا کرتا ہے۔ اگر اعمال نیک ہوں تو انسان آسمان پر جا کر سورج کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ورنہ اُس کی روح موذی جانوروں کی شکل میں پرودہ دنیا پر آتی ہے اور اذیت پاتی ہے۔

مصریوں کے ان تاریک خیالات نے ایسی آندھی برپا کی کہ بنی اسرائیل کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی اور وہ بھی اندھوں کی طرح مصریوں کے بھنجیال ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر تورات لینے گئے تو سامری نے درغلا کر لوگوں کو گوسالہ پرست بنا دیا۔ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے دیگر پیغمبروں نے جو وقتاً فوقتاً ان میں آئے ہر چند بہت کوشش کی مگر پھر بھی ان کی کلیم سخت جو سیاہ بنی ہوئی تھی اُجلی نہ ہوئی اور یہ لوگ اس قدر حد سے باہر ہو گئے کہ پیغمبروں کو شہید کرنے لگے اور ان کے مقدس صحیفوں کو آگ لگا دی۔ ان کی بد عملیوں کا خمیازہ آخر انہیں بھگتنا پڑا۔ پہلے تو اسیر بادلوں نے انہیں پامال کیا اور پھر سخت نصر بابل کا حاکم ان پر طوفان کی طرح چڑھ آیا اور آتے ہی زلزلہ برپا کر دیا۔ ہیکل سلیمانی کو جلا کر راکھ کر دیا اور حضرت موسیٰ کی تورات اور حضرت داؤد کے زبور کے اصلی صحیفے فنا کر دیئے اور سب بنی اسرائیل اسیر ہو کر بابل میں تنگے چننے لگے۔ پچاس سال تک ان کی یہی حالت زار رہی آخر جب کیخسرون نے ایران سے بابل پر چڑھائی کی اور بابل کی تمام عظمت کو خواب و خیال کر دیا۔ بابل

کی بربادی بنی اسرائیل کی رہائی اور آزادی کا باعث ہوئی اور یہ خانمان برباد قیدی پھر اس قابل ہوئے کہ بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کیا۔

جس زمانہ میں فرات اور وجلہ اور نیل کے کنارے مشہور شہر آباد ہو رہے تھے اور جب وادٹی نیل میں فرعون والے تخت تاج تھے تو وسط ایشیا میں مذہب قدرت پرستی ظہور پذیر ہوا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو آریہ کہتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا دیوتا اور نائینے آسمان تھا۔ آگ۔ پانی۔ ہوا سب کے علیحدہ علیحدہ دیوتا مقرر تھے۔ گائے کو دودھ دینے کی وجہ سے ماما پکارتے تھے اور یہ دیوتا دہرتی یعنی زمین کو راکھشوں سے چھڑانے کے لئے ہمیشہ برسر پیکار رہا کرتے تھے۔ جب قدرت پرستی سے ایک قدم آگے بڑھ کر آریہ دیوپرست ہو گئے تو مسیح سے تیراں سو برس پہلے ایک شخص جس کا نام زرتشت تھا اور جو اسپنیما کے خاندان اور منوچہر کی نسل سے تھا پیدا ہوا جس نے مزدیستانی مذہب یعنی ایک خدا "اہورامزدا" کی بنیاد ڈالی۔ سب سے پہلے اسی نے دیوپرستی کی مخالفت کی اور ایک خدا کی پرستش سکھائی۔ افسوس کہ سکندر نے اس کی کتاب ژند کو جلا کر اپنی شہرت کے دامن پر ایک بدناما و صہہ لگا دیا۔

زرتشت کی تعلیم سے آریوں میں مذہبی جنگ شروع ہوئی کچھ دیوپرست رہے اور کچھ مزدیستانی بن گئے۔ دیوپرست ہندوستان کے شمال و مغرب سے پنجاب میں آئے اور مزدیستانی ایران میں پھیلے گئے۔ ہندوستان میں آریوں نے وہم پرست ہو کر ویدوں کی پاکیزہ تعلیم کو اس طرح پس و پیش کیا کہ ہر ایک شے کو معبود اور قابل پرستش بنا لیا۔ درخت۔ سانپ۔ پتھر۔ سونا چاندی۔ عناصر۔ کواکب سب کو پوجنے لگے۔ ان لوگوں نے اس قدر غل مچایا کہ جب کبھی کسی ہندو فلاسفر نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر کے در توجید کھٹکھٹایا تو اس شور و غل میں ان کی فائدہ کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ ایران میں ژند کے تلف ہو جانے کے بعد مزدیستانی مذہب میں مداخلت ہونے لگی ایک طرف یہود کا خدا یہواہ تھا اور دوسری طرف زرتشتیوں کا خدا "اہورامزدا" تھا۔ اس رقابت سے عالم آریہ "اور" "اہرمین"

دو خداؤں کے درمیان تقسیم ہو گیا اور زرقشت کے پیرو آخر کار آتش پرست ہو گئے۔

یہودیوں نے کینخسرو کی مہربانی سے بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا مگر اب انکی تورات حضرت موسیٰ کی تورات نہ تھی۔ پہلے تو حضرت مسیح سے ۵۸۹ سال پہلے بخت نصر نے یہ ستم ڈھایا کہ اصلی تورات کو فنا کر دیا۔ مسیح سے تین پانچ سو برس پہلے ساکھی منی گوتم نے برہمنوں کے دیوتاؤں کے برخلاف صدائے مخالفت بلند کی اور نروان نروان نپکار کر یہ ہدایت کی کہ نجات کی سبیل یہ ہے کہ انسان سچ و راحت سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو فنا کر دے۔ مگر گوتم کا ذہن رسا صرف لالہ تک محدود رہا اس سے آگے نہ گیا اور اس کے پیرو ایسے گمراہ ہوئے کہ خیال ہستی خدا سے کوسوں پرے جا گئے۔ پھر شاہ انٹولکیس نے مسیح سے ایک سو اکتھ برس پہلے تمام کتب یہود کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ظالم نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں نکلیںگی قتل کیا جائیگا۔ اس مطلب کے لئے ہر ماہ میں تین بار لوگوں کی خانہ تلاشی ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں اصلی تورات کا رہنا ناممکن تھا۔ لوگوں کے خیالات رفتہ رفتہ اتر ہو گئے اور یہودی بابل کے مشرکین کے میل جول سے سحر و ساحری کے قابل اور بت پرستی کے راغب ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ظالموں نے حضرت یحییٰ جیسے پیغمبر کو بیگناہ شہید کر دیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ جن کا لقب روح اللہ ہے جلوہ افروز ہوئے۔ اپنے وعظائے معجزے دکھائے مگر بے رحم یہود جن کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے آپ کے خون کے پیسے ہو گئے اور اس ٹوہ میں رہنے لگے کہ موقع ملے اور ان کو ٹھکانے لگائیں۔ حضرت مسیح کے بارہ حواری گیلیلی کے ماہی گیر تھے۔ ان میں سے ایک حواری نے جس کا نام یہود تھا پہلے درجہ کی بیوفائی کی۔ یہودیوں سے مخبری کر کے آپ کو گرفتار کر دیا اس پر ستم یہ ہوا کہ پطرس حواری نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کی رفاقت سے انکار کیا۔ باقی دس حواری آپ کو تنہا چھوڑ کر مفروز ہو گئے اور یہودیوں نے اس معصوم نبی کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر نخل دار کا شمر بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ کے زمانے نے بہت کم عمر پائی۔ ابھی آپ پُرانی بدرسوم کی قید میں توڑ رہے تھے کہ ظالموں نے یہ ستم ڈھایا۔

دل کی دل ہی میں رہی۔ آپ کے وصل بحق ہونے کے بعد پولوس جو بعد ازاں سنٹ پال کہلایا یہودیوں سے مل گیا اور مسیح کے حواریوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر طرح طرح کی افیتیں دیں۔ پیچھے آسٹیفن حواری کو تو شہید ہی کر کے چھوڑا۔ یہ تین سال تک یہودی بنارہا پھر دفعتاً ۳۵ء میں حواریوں سے جا ملا اور کہا کہ میں رُوح القدس کا نظر کردہ ہوں۔ پطرس اور بر بناس حواریوں نے اس کی مخالفت کرنی چاہی مگر اقبال پولوس کے ساتھ تھا کچھ پیش نہ گئی۔ پولوس نے یونان اور روم میں دورہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستارہ پرست اور بت پرست جناب مسیح کو خدا کا بیٹا کہہ کر اس کی پرستش کرنے لگے۔ کچھ دن میں پولوس کی انجیل کے ساتھ مرقس اور لوقا شاگردان پولوس کی انجیلیں بھی بن گئیں۔ جب ہب میں ایک قسم کی کھل بی سی مچنے لگی تو ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم شہنشاہِ روم نے ایک عظیم الشان مجلس شوریٰ قائم کی جس میں ان مسائل پر گفتگو ہو کر آخر کار تثلیث مقدس اور کفارہ کا مسئلہ اصول دین قائم ہوا اور جنوبی یورپ مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ میں باپ۔ بیٹا اور رُوح القدس کی منادی ہو گئی۔

حضرت مسیح تک جتنے پیغمبر آئے اپنی اپنی قوم کے لئے آئے۔ مثلاً ادریس اولاد قابیل کے لئے۔ نوح اپنی قوم کے لئے۔ ہود قوم عاد کے لئے۔ صالح قوم ثمود کے لئے۔ ابراہیم اہل بابل کے لئے۔ لوط بلاد شام کے پانچ شہروں کے لئے اور حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ تک بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس وقت تک جبکہ عالم میں عجیب طوفان برپا تھا۔ توحید کے خیالات سلب ہو چکے تھے۔ چار سو شرک اور کفر کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ کہیں آتش پرستی تھی کہیں ستارہ پرستی۔ کہیں تپھرنگو پوجا جا رہا تھا کہیں عالم حیوانات اور نباتات کو کہیں قدرت کی طاقتوں کے آگے سر جھکایا جا رہا تھا کہیں طبیعت مجرہ کے آگے۔ کہیں خود پرستی کا بازار گرم تھا اور کہیں تثلیث مقدس کا۔ کہیں کہیں تو یہ قیامت برپا تھی کہ خدا کی ہستی سے ہی صریحاً انکار تھا کہ دفعتاً

قلوم رحمت باری موجزن ہوا۔ بنی اسمعیل کی قسمت جاگ اٹھی کہ معظمہ میں مین اور سعادت نے جنم لیا۔ خانہ کعبہ پر نور توحید برسنے لگا اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی ہدایت کیلئے ایت کافۃ للناس بئیراً و نذیراً کے تزک اور احتشام کیساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ آپکی تشریف آوری پر اقلیم معرفت سے رُوح پروردگاریں اور عالم افروزندائیں آئیں کہ اے اہل دنیا تمہیں مژدہ ہو کہ ابکے جو نبی تم میں آتا ہے وہ رحمت اللعالمین ہے۔ اس میں تمام انبیاء کی شان دکھائی دیگی۔ وہ صابر اور شاکر۔ امین اور صادق۔ فیاض اور متحمل۔ عابد اور زاہد حسین اور جمیل۔ غازی اور شجاع۔ فصیح اور بلیغ۔ اُمّی مگر عالم علوم لدنی ہوگا۔ وہ توحید کو کامل کر کے راسخ کر دیگا اسلئے پیغمبر آخر الزمان اور خاتم المرسلین ہوگا وہ خدا کا کلام سنائیگا پتھر سے دلوں کو موم بنائیگا۔ اسکے شہد امفروز ہو کر جان نہیں بچائینگے بلکہ اسکی خاطر تلوار کی آگ میں سر کے بل جائینگے اور شوق اور ذوق سے برچھیونکے پھل کھائینگے۔ اسکی ایک نگاہ نانے سے دشمن دوست ہو جائینگے۔ کچھ تھے اور کچھ کہلائیگے وہ دلوں کو بدل دیگا اور روجو کو پاکیزہ کر دیگا۔ اے چشم انصاف دیکھ اور غور کر ہمارے اُمّی نے کتنی ملتوں کے کتب خانے دھو دیئے ہمارے تیم نے کس قدر ایشیا دکھایا۔ کتنی مصیبتیں جھیلیں۔ کتنے دن پیٹ پر پتھر بانڈھے۔ صاب اقبال ہو کر زر کو کس طرح ٹھیکری سمجھا اور کیسے اپنے قول و فعل سے رحم اور کرم کی عملی تعلیم دی۔ ہاں دیکھ اور بتا کبھی ایسا کوئی اور بشر بھی تجھے دکھائی دیتا ہے؟

اے زبان انصاف کہہ دے اور صاف کہہ دے کہ صاحب لولاک لہا ضیائے شمع جو دو سخا۔ لورا آفتاب صدق و صفا حضرت ابراہیم کی دُعا۔ حضرت موسیٰ کا ثبیل۔ حضرت داؤد کا پہلوان۔ حضرت یحیاء کا محمد و محمود۔ حضرت سلیمان کا محمدیم۔ جقوق کا قدوس۔ حجی کا حدث۔ یوحنا کا نبی آخر الزمان اور حضرت عیسیٰ کا فارقلیط تھا جو اس دُنیا میں ختم الرسل بن کر آیا اور اپنے ساتھ خیر برکت۔ رحمت اور اخوت کے وہ بے بہا جواہر لایا جن کی چمک اور دمک کی طرف زوال کا رنگ اٹکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا ہے نہ دیکھ سکیگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْحَمِهِمْ

فہرست ابواب سیرۃ احمدی

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
	تہبید	۱	۱۳۶	واقعات سلسلہ ہجری	۱۳۶
ب	عرب کا جغرافیہ وغیرہ	۳	۱۵۸	واقعات سلسلہ ہجری	۱۵۸
ب	حسب نسب اور ولادت	۱۳	۱۶۹	واقعات سلسلہ ہجری	۱۶۹
ب	رضاعت اور عہد طفلی	۲۷	۱۷۲	واقعات سلسلہ ہجری اور وفات	۱۷۲
ب	سن رشد سے نبوت تک	۳۹	۱۷۹	طبعی عادات اور حالات	۱۷۹
ب	معراج اور ہجرت	۶۳	۲۰۴	جناب سول کریم کی تعلیم و اسکی فلاسفی	۲۰۴
ب	مدینہ میں داخلہ اور بین الاقوامی معاہدے	۷۷	۲۱۷	نبوت اور معجزات اور ان کی فلاسفی	۲۱۷
ب	جنگ بدر سلسلہ ہجری	۸۸	۲۲۳	آنحضرت کی اولاد	۲۲۳
ب	غزوہ احد سلسلہ ہجری	۹۵	۲۵۵	آنحضرت اور توریت اور انجیل	۲۵۵
ب	واقعات سلسلہ ہجری	۱۱۳	۲۶۶	تکثیر ازواج - طلاق اور غلامی	۲۶۶
ب	واقعات سلسلہ ہجری	۱۱۸	۲۹۲	اسلام مذہب سیف نہ تھا (نہ ہے)	۲۹۲
ب	واقعات سلسلہ ہجری	۱۳۱	۳۰۷	خاتمہ	۳۰۷
ب	واقعات سلسلہ ہجری	۱۳۹	۳۰۸	متفرق واقعات و حالات	۳۰۸

انتباہ و احتذار

فہرست مضامین مختصر دی گئی ہے۔ اور شجرہ نسب ازواج
مطہرات بوجہ چند امور کے خالی چھوڑ دیا گیا لہذا صاحبان
بصیرت معذور رکھیں۔
(مؤلف)

نامور مصنفین کی مقبول تصنیفات

یعنی مولوی محمد حسین صاحب آزاد، علامہ شبلی نعمانی، مولوی نذیر احمد صاحب ہوی
 سرسید احمد صاحب، مولانا حالی پانی پتی، نواب محسن الملک، میاں بشیر احمد خلیفہ الرشید مولوی
 نذیر احمد صاحب، مصور عم علامہ راشد الخیری، مصور فطرت خواجہ بن نظامی حکیم محمد علی صاحب، تمبیز رشید جانشین
 سعید علامہ شبلی مہر یعنی مولوی سید سلیمان صاحب می، ادیب زاہد مومنج بکھانہ مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شہرہ
 مظللہ عالی وغیرہ قابل مصنفین زبانیہ حال و باطنی کی تصنیفات و تالیفات ہماری کان سے طلب کی جاسکتی ہیں۔
 جلد و گلدان بابت ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۹ء جو اردو ادب اور انشا پر داری کی جان ہیں جن سے جن
 صاحبوں نے فائدہ اٹھایا وہ آجکل کے مشہور مصنف اور نامور ادیب بن گئے جن کی سطروں کا معاوضہ بلا
 مبالغہ پونڈ ہوتے ہیں، اگر جلدی ان جلدوں کو طلب کر لیا گیا تو پہلے کی طرح پھر یہ کسی قیمت پر بھی
 نہ مل سکیں گی کیونکہ بہت تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہے، نیز شاعرانہ و عاشقانہ مضامین جو مولانا
 کے وگلدان میں آج تک نکلتے رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی ترمیم و اضافہ سے طبع ہو گئے ہیں
 شائقین ادب و ولداؤگان لطیف و در خواستیں روانہ فرمائیں۔

فہرست کتب بغیر ایک آنہ کے کلکٹ آئے روانہ نہ ہوگی

تھران

المشا

پیر عبد اللہ رشید پٹواری اور تاجران کتب ہاری دروازہ لاہور

سَائِرَةُ النُّعَمَانِ

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری

حصہ اول و دوم

اس کتاب کے پہلے حصے میں امام ابو حنیفہ کا نام و نسب و ولادت و سن رشد، تعلیم و تربیت، شبیہ حدیث درس و افتاء، بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات، وفات، عام خلاق عادات، مناظرات و فتاویٰ، ذہانت طباعی، اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں۔ دوسرے حصے میں اصول اور مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیل سے بیان کیے اور واقعات و اسانید کیساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث میں ان کا کیا پایہ تھا، فن فقہ پر یہ فیصلی رپورٹ ہے جس میں تدوین فقہ کے تاریخی حالات کیساتھ وہ خصوصیتیں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے فقہ حنفی کو اور ائمہ کی فقہوں پر ترجیح حاصل ہے خاتمہ میں امام صاحب کے ناموں اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں۔

مؤلفہ
شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مصنف الفائق والمأمون وغیر وغیرہ
بصیرت و توشی

عالیجناب سید مبارک علی شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل

باہنام

ایس عبدالرشید اینڈ برادر باجران کتب ہاؤس وازہ لاہور چھپی